اماوس کا دِیا



''ایک بات پر یقین رکھو انور۔ میرے دل میں خودکشی کا خیال کبھی نہیں آ سکتا۔''

انور کے اندر کی اداسی ایک دم تحلیل ہو گئی جیسے کسی نے جادو کر دیا ہو۔ اس نے چونک کر نظریں اٹھائیں اور باپ کو دیکھا۔ ایسا کم ہی ہوتا تھا کہ وہ باپ کے چہرے کو غور سے دیکھے۔ دیکھتا تو اسے لگتا کہ وہ آئینے کے روبرو کھڑا ہے...... جادوئی آئینے کے روبرو، جس نے اس کے سر کے تمام بالوں کو برف جیسا سفید کر دیا ہے۔ نگاہوں کو جہاں دیدگی دے دی ہے اور چہرے پر چند لکیریں...... آنکھوں کے نیچے، آنکھوں کے پہلوؤں میں......

''وہ باپ کا ہم شکل تھا...... اس کی جوانی کی تصویر!

باپ کے چہرے کی وہ لکیریں بھی اسے حقیقی نہیں لگتی تھیں۔ جیسے وہ کچھ اور نہیں، باپ کے اپنے برش کا کمال ہو...... بے نیازی سے لگائے گئے چھوٹے چھوٹے ہلکے سے اسٹروک مگر یہ بھی تھا کہ وہی لکیریں تو باپ کی عمر کا احساس دلاتی تھیں۔ انہیں دیکھ کر اسے یاد آتا تھا کہ باپ کی عمر 88 برس ہے۔ اس کے سوا تو وہ کسی اعتبار سے بوڑھا نہیں لگتا تھا۔

''پاپا...... یہ خیال تو میرے دل میں کبھی آ ہی نہیں سکتا کہ آپ خودکشی کے بارے میں سوچ بھی سکتے ہیں۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔

آذر جمیل نے نظریں اٹھا کر دیکھا اور مسکرا دیا۔ انور کا چہرہ بدل گیا تھا۔ اب وہاں اداسی کا کوئی رنگ نہیں تھا اور یہ کمال اس کے پہلے جملے نے دکھایا تھا۔ لفظوں سے قطع نظر اس کے لہجے کی بیگانگی نے بیٹے کو جھنجوڑ کر رکھ دیا ہوگا۔ ایسے میں اداسی جیسی نازک اور لطیف چیز کیسے پنپ سکتی ہے۔ انور کو اس کے لہجے نے احساس دلایا ہوگا کہ باپ کو نہ اس کی پروا ہے نہ ضرورت ہے۔ باپ کو تنہا چھوڑ کر امریکہ جانے کے خیال سے جس اداسی نے اس کے دل کو جکڑا تھا، وہ یہ جملہ سنتے ہی یوں تحلیل ہو گئی ہوگی، جیسے صبح کی نرم دھوپ میں شبنم کے قطرے تحلیل ہو جاتے ہیں۔

آذر جمیل پھر مسکرا دیا لیکن اس مسکراہٹ کی تہ میں دکھ چھپا ہوا تھا مگر وہ دکھ انور کو نظر نہیں آ سکتا تھا۔ یہ آذر جمیل کی محبت کا اسٹائل تھا۔ وہ محبت کے اظہار کا قائل نہیں تھا۔ لفظوں میں تو ہرگز نہیں۔ قدرت نے اسے اظہار کا پیرایہ رنگوں اور لکیروں کی زبان میں عطا کیا تھا...... اور اس نے ساری عمر اسی سے استفادہ کیا تھا۔ وہ جن سے محبت کرتا تھا، اس نے لفظوں اور لمس کی زبان میں کبھی ان سے اس کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ یہ اظہار محبت لوگوں میں خود انحصاری کو پنپنے نہیں دیتا جبکہ محبت کا کام محبوب کو مضبوطی عطا کرنا، اسے خود انحصاری سکھانا ہونا چاہئے تاکہ زندگی کے کسی بحران میں کڑے وقت میں وہ مدد کے لئے ادھر ادھر دیکھنے کے بجائے صرف خود پر تکیہ کرنا سیکھے۔

اس وقت اس نے اپنے محبوب بیٹے کے ساتھ بھی یہی کیا تھا۔ اس نے اسے احساس دلایا تھا کہ وہ صرف خود پر انحصار کرتا ہے اور بیٹے کو بھی ایسا ہی کرنا چاہئے۔

اس نے بیٹے سے کہا، ''دیکھو انور! میں...... تقریباً ایک صدی پرانا آدمی اب عمر کے اس حصے میں ہوں، جہاں انسان زندگی اور موت کے درمیان No Man's Land میں کھڑا ہوتا ہے اور یہ بفرزون دو ملکوں کی درمیانی سرحد کی طرح کوئی چوڑی پٹی نہیں ہوتی۔ وہ بہت تنگ پٹی ہوتی ہے۔ آدمی کتنی ہی احتیاط برتے، اس کا پاؤں موت کی لکیر کو چھو رہا ہوتا ہے۔ یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ کس لمحے، کس مقام پر زندگی کی زمین ختم ہو جائے گی اور موت کا خلا رہ جائے گا۔'' اس نے گہری سانس لی، ''اور جس کے چلتے قدم موت کی سرحد کو چھو رہے ہوں، وہ خودکشی کے بارے میں سوچنے کی حماقت کیوں کرے گا۔ موت تو ویسے ہی اس کی ہم رکاب ہوتی ہے۔''

انور سحر زدہ سا یہ سب کچھ سن رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا...... پاپا خالص مصور ہیں۔ ہر چیز کو، ہر جذبے کو، ہر سچویشن کو Visualise کرتے ہیں۔ واہ...... کیا اچھوتا خیال ہے۔ زندگی اور موت کے درمیان No Man's Land ...... یہ مشکل پل صراط۔

''پاپا...... آپ اس خیال کو پینٹ کیوں نہیں کرتے؟'' اس نے بے ساختہ کہا۔

آذر ہنس دیا ''میں زندگی کا مصور ہوں انور۔ موت کو میں دوسرے جہان میں جا کر پینٹ کروں تو کروں مگر وہاں موت ہو گی ہی نہیں۔'' وہ بولا ''میں رقص کا مصور ہوں اور رقص میرے نزدیک زندگی کا سب سے بڑا منظر ہے۔ کائنات کی ہر چیز رقص میں ہے۔ ہر انسانی جذبہ، ہر کیفیت، خوشی، غم، محبت...... ہر شے رقص کا پیراہن اوڑھے ہے جب کہ موت سکوت ہے۔ اس میں کوئی تحرک، کوئی ردھم نہیں۔'' وہ کہتے کہتے چونک کر رکا۔ ''تم موضوع سے کیوں ہٹاتے ہو مجھے...... بات تمہارے امریکہ جانے کی ہو رہی تھی۔''

''جی پاپا! اور آپ کو اس پر کوئی اعتراض نہیں بلکہ آپ اصرار کر رہے ہیں کہ میں چلا جاؤں۔ میں آپ کی تنہائی کے خیال سے ہچکچا رہا تھا۔''

''تنہائی تو میرا سب سے پسندیدہ کھلونا ہے۔ تنہائی میرے لئے راجا اندر کی سبھا ہے۔'' آذر نے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا۔ وہ کہنا چاہتا تھا کہ وہ خود تو عمر گزار چکا۔ اس نے زندگی میں وہ سب کچھ کر لیا، جو کوئی انسان کر سکتا ہے جب کہ انور ابھی جوان ہے۔ اس کے سامنے پوری زندگی ہے۔ اسے بہت کچھ کرنا ہے...... بہت آگے جانا ہے، تو اب وہ...... آذر جمیل بڑھاپے میں اپنے جوان بیٹے کے راستے کی رکاوٹ نہیں بننا چاہتا۔

لیکن اس نے بیٹے سے یہ سب کچھ نہیں کہا۔ یہ تو کمزوری کا اظہار ہوتا اور یہ اسے گوارا نہیں تھا پھر عمر زیادہ ہونے سے کیا ہوتا ہے۔ وہ بوڑھا تو ہے بھی نہیں۔ ابھی تو اسے بھی بہت کچھ کرنا ہے۔ بڑھاپا اور جوانی تو آدمی کے اندر ہوتی ہے۔ وہ تو اب بھی اوسطاً بارہ گھنٹے کام کرتا ہے۔

ایک لمحے میں اس نے یہ سب سوچا اور پھر اپنی بات مکمل کی۔ ''میری تنہائی میں رقص و سرود کی محفلیں سجتی ہیں۔ جام مئے ناب کے دور چلتے ہیں اور کائنات مستی و بے خودی میں ڈوب جاتی ہے۔ وہ وقت میرے لئے سب سے بڑے انجوائے منٹ کا ہوتا ہے۔''

انور کا دل تلخی اور شکایت سے بھر گیا۔ پاپا نے اپنی تنہائی ممی کی تنہائی کی قیمت پر خریدی تھی اور سیدھی سادی ممی کی تنہائی ان کے لئے راجا اندر کی سبھا نہیں تھی۔ وہ ان کے لئے اداسی اور دکھ کا مہیب خلا تھا۔ اسی خلا میں گرتے گرتے وہ موت کے پاتال میں اتر گئیں۔ وہ تو عمر بھر زندگی اور موت کے درمیان میں چلتی رہی تھیں اور انہوں نے کبھی کوئی شکایت بھی نہیں کی۔ ممی نے تین جوان بیٹوں کی موت کا صدمہ اکیلے سہا۔ کوئی غم بٹانے والا جو نہیں تھا۔

''پاپا، آپ کو کسی کی ضرورت نہیں۔ میری بھی نہیں۔'' انور نے اداسی سے کہا۔ یہ لفظ اس نے پی لئے کہ ممی کی بھی نہیں تھی۔

''کسی کی ضرورت محسوس کرنا کمزوری کی علامت ہے جبکہ میں مضبوط انسان ہوں اور تمہیں بھی مضبوط دیکھنا چاہتا ہوں۔'' آذر نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

''میں مضبوط نہیں بننا چاہتا پاپا'' انور کے لہجے میں رکھائی آ گئی۔ ''میں جانتا ہوں کہ مضبوط آدمی اندر سے کتنے کمزور ہوتے ہیں اور مضبوطی کے نتیجے میں کتنے اکیلے ہو جاتے ہیں۔''

اصولاً یہ سچ سننے کے بعد آذر کو نظریں چرانی چاہئیں تھیں لیکن اس نے بیٹے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ ''تم تنہائی سے اتنا کیوں ڈرتے ہو؟'' اس نے آہستہ سے کہا'' آدمی آتا بھی اکیلا ہے اور جاتا بھی اکیلا ہے۔ درمیان میں وہ کتنی ہی انجمن آرائی کر لے، انجام سب سے خوفناک تنہائی ہوتا ہے۔ نزع کی تنہائی سے لے کر قبر کی تنہائی تک......''

''آپ تنہائی کے فلسفے پر بڑی خوبصورت گفتگو کرتے ہیں۔'' انور اچانک پھٹ پڑا۔ اس کے لہجے میں بپھرے ہوئے طوفانوں کی سرکشی تھی، ''لیکن آپ تنہائی کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتے۔ آپ نے کبھی ممی سے پوچھا تھا کہ تنہائی کیا ہوتی ہے؟ کبھی انہیں محسوس کرنے کی کوشش کی؟''

''تنہائی محرومی ہے۔ محرومیاں سب کے ساتھ ہوتی ہیں۔ عام لوگوں کی محرومیاں نظر آ جاتی ہیں اس لئے کہ وہ ان کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔ مضبوط لوگوں کی محرومی کا کسی کو پتا نہیں چلتا۔ جیسے میں ہوں۔ میری کوئی محرومی تمہیں نظر نہیں آئی۔'' آذر نے بے حد تحمل سے کہا۔ اس کے لہجے میں شکایت کا شائبہ بھی نہیں تھا۔ ''لیکن اس وقت یہ گفتگو بے محل ہے۔ تم مجھے موضوع سے نہ بھٹکاؤ۔ اپنی ممی کے سلسلے میں اپنی معمول کی شکایات پھر کبھی فرصت میں کر لینا اور رہی محسوس کرنے کی بات تو کسی کے جذبوں، احساسات اور سوچ کو محسوس کرنا محض ایک گمان ہوتا ہے، جس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ یہ آئینہ ہے، جس میں اپنا ہی عکس نظر آتا ہے۔ ہر آدمی کی محسوسات کی ایک حد ہوتی ہے اور محسوس کرنے کا اپنا ایک رنگ ہوتا ہے۔ وہ اسی کے مطابق دوسرے کو محسوس کر سکتا ہے۔''

انور کا منہ لٹک گیا۔ پاپا ہمیشہ یونہی بات کرتے تھے۔ جیسے برف کی کوئی سل اپنی بے مہر ٹھنڈک دوسروں کو پہنچاتی ہے۔

''تم کاغذات مکمل کرلو۔ میں تین چار فون کروں گا۔ تمہارا کام ہو جائے گا اور کوئی فکر نہ کرنا۔ امریکہ ہی میں نہیں، یورپ کے ہر بڑے ملک میں میرے پرستاروں کا ایک حلقہ ہے۔ تمہیں وہاں رہ کر کبھی کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔'' آذر نے اپنی بات مکمل کی۔

''شکریہ پاپا، مگر میں آپ کے کسی پرستار سے ملوں گا بھی نہیں۔ مدد لینا تو دور کی بات ہے۔''

آذر نے حیرت سے بیٹے کو دیکھا۔

''میں اب کبھی آپ کے نام کے پیسا کھی استعمال نہیں کروں گا۔ مضبوط لوگ سہارے کبھی تلاش نہیں کرتے نا؟ میں اپنے یہاں کے حوالے یہیں چھوڑ کر جاؤں گا۔''

انور نے وضاحت کی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ ''چلتا ہوں پاپا۔''

آذر جمیل حیرت سے اسے دیکھا رہا۔ بیٹے نے اس کی بات اس کو لوٹا دی تھی۔

☆☆☆

تنہائی ہوئی تو اندر سبھا سج گئی!

اس کے ہاتھ میں جام تھا۔ آنکھوں میں سرور اور تصور میں محفل نشاط، رنگیاں رقص میں مصروف تھیں۔ رقص...... اعضاء کی شاعری!

لیکن وہ لطف نہیں اٹھا پا رہا تھا۔ طبیعت میں بدمزگی سی تھی۔ بیٹے نے نادانستگی میں اس کی دکھتی رگ پر انگلیاں رکھ دی تھیں۔ محرومی! محرومی!! اس کی محرومیاں ایسی تھیں، جن کا کسی کو پتا نہیں تھا۔ وہ کسی کو بتا بھی نہیں سکتا تھا۔

اس نے جام سے ایک گھونٹ لیا اور برا سا منہ بنا کر رہ گیا۔ شراب میں طویل زندگی کی سی تلخی تھی۔ اس نے جام پھینک دیا اور ہاتھ سے رقاصاؤں کو رقص موقوف کرنے کا اشارہ کیا۔ ایک لمحے میں گھنگھروؤں کی آواز بجھ گئی۔ اندر سبھا پر سکوت طاری ہو گیا۔ اس نے آنکھیں بند کرلیں۔

پھر اس سکوت میں گھنگھروؤں کی چھن چھن ابھری۔ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی راج رنگی اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

''کیا بات ہے؟ بہت بے کیف ہو؟'' وہ مترنم آواز میں بولی۔

اس نے آنکھیں کھول دیں۔

''زہرہ تم؟ تم کب آئیں؟''

''میں یہاں سے کب جاتی ہوں۔'' راج نرتکی نے حیرت سے کہا۔ ''مجھے تو تم جان محفل کہتے ہو۔ میں تو اس محفل میں ہی رہتی ہوں۔ تم جب بھی آؤ، میں یہیں موجود ہوتی ہوں۔'' راج نرتکی کے لہجے میں اتراہٹ تھی۔

''اوہ! ہاں۔'' وہ بے دھیانی سے بولا۔

''مگر ہوا کیا ہے؟ آج تم پہلے جیسے نہیں۔ اداس کیوں ہو؟''

''یونہی اپنی محرومیوں کا خیال آ گیا تھا۔'' اس نے بے پروائی سے کہا پھر پر خیال لہجے میں بولا۔ ''تم کتنی جوان، تر و تازہ اور شاداب ہو اور میں......''

''اس محفل میں کوئی کسی کی کوئی عمر نہیں۔'' راج نرتکی نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''یہاں سب جوان ہیں۔ یہاں وقت کا گزر نہیں۔ ذرا آئینہ دیکھ لو۔''

آذر کو آئینہ دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی، صرف نظریں اٹھانا ہی کافی تھا۔ وہ تو آئینہ خانہ تھا مگر اپنا عکس دیکھتے ہی اسے جھٹکا سا لگا۔ آئینے میں تو اسے بڈھے آذر کا عکس دکھائی دے رہا تھا۔ 88 سالہ آذر کا۔ ''تم جھوٹ بولتی ہو۔'' اس نے جھنجھلا کر کہا۔ ''میری عمر 88 سال ہے اور نظر بھی آ رہی ہے۔''

''تمہیں کیا ہو گیا ہے آج؟'' نرتکی بھی جھنجھلا گئی۔ ''تم پھر سے گیارہ سال کے بچے بن رہے ہو۔''

یہ گیارہ سال کے بچے کا حوالہ آذر کے لئے ایک اور تازیانہ تھا۔ کیا یہ دن ہی ایسا ہے کہ جو آئے گا، کچوکے دے گا۔ وہ اچانک ہی پھٹ پڑا۔ ''چلی جاؤ یہاں سے۔ میرا پیچھا چھوڑ دو۔ مجھے اکیلا چھوڑ دو۔ چلی جاؤ خدا کے لئے۔'' اس نے دھاڑتے ہوئے کہا۔

راج نرتکی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ کھڑے کھڑے غائب ہو گئی۔ محفل درہم برہم ہو گئی۔ آئینہ خانہ بھی اوجھل ہو گیا۔ اب وہ اپنے اسٹوڈیو میں تھا۔

آذر نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا۔ سامنے ایزل پر ایک نامکمل تصویر لگی تھی۔ اِدھر اُدھر ایسے کینوس بکھرے ہوئے تھے، جن کی صرف فنشنگ باقی تھی۔ ایک طرف وہ کینوس رکھے تھے، جو مکمل ہو چکے تھے۔ وہ امریکہ میں اپنی تصویروں کی نمائش کی تیاری کر رہا تھا۔

شیشے کے ٹاپ والی میز پر ایک جام رکھا تھا۔ اس نے جام اٹھا کر ایک گھونٹ لیا پھر اسٹوڈیو کا جائزہ لیا۔ اس کا منہ بن گیا۔ وہ محفل کہاں گئی۔ وہ آئینہ خانہ کیا ہوا۔ وہ اندر سبھا...... یہ کیا ہوا کہ تنہائی اپنی رنگینی اور جادو کھو بیٹھی بلکہ اذیت ناک ہو گئی۔

اس نے آنکھیں بند کر کے تصور کو دعوت دی لیکن اس کے سامنے اندر سبھا نہیں آئی۔ کوئی آئینہ خانہ نہیں آیا۔ کہیں کوئی نرتکی نہیں آئی۔ اس کے سامنے

ایک تاریک خلا تھا، جس میں کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

''یہ کیا ہو رہا ہے میرے ساتھ؟'' وہ آنکھیں بند کیے کیے غرایا۔

اس لمحے تصور میں روشنی ہو گئی۔ اندر سجا تو نظر نہیں آئی لیکن پرانی یادوں کا ایک کمرا ابھر آیا۔

تھوڑی دیر تو اس کی سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ یہ کون سی جگہ ہے۔ بات ہی اتنی پرانی تھی پھر اسے یاد آ گیا کہ یہ اس کا پرانا کمرا ہے، جہاں اس کا لڑکپن گزرا تھا۔ یہ اس کے آبائی مکان کا کمرہ تھا۔ اس مکان کو وہ بہت پہلے خیر باد کہہ آیا تھا۔ اب تک تو اس کی دیواروں بلکہ بنیادوں کو بھی وقت نے چاٹ لیا ہو گا۔ مٹا ڈالا ہو گا۔

مگر اس وقت وہ اپنے کمرے میں تھا۔ وہ خود ہی تماشا تھا اور خود ہی تماشائی۔ وہ اس کمرے میں خود کو دیکھ رہا تھا۔ گیارہ سالہ آذر جمیل کو اور وہ بے حد روانی سے پنسل کی مدد سے ایک نسوانی جسم کو کاغذ پر اجاگر کر رہا تھا۔ اس جسم کے خطوط و قوسین کا تناسب قابل داد تھا۔ اس عمر میں کسی عام لڑکے سے ایسی فنکارانہ چابک دستی کی توقع نہیں رکھی جا سکتی۔

گیارہ سالہ آذر نے اپنی بنائی ہوئی تصویر کو غور سے دیکھا اور مسکرا دیا۔ اس مسکراہٹ میں بڑی محبت تھی۔

وہ اسکیچ زہرہ کا تھا۔ زہرہ جو اس کی کزن تھی...... چھوٹی سی تھی کہ ماں باپ دونوں یکے بعد دیگرے اسے اکیلا چھوڑ گئے۔ اسے آذر کے والدین نے ہی پالا تھا...... اور اتنی ہی محبت سے پالا تھا کہ ماں باپ کا حق ادا کر دیا تھا۔

اسی لمحے زہرہ کمرے میں چلی آئی۔ ''ارے ننھے منے...... تم یہاں اکیلے کیا کر رہے ہو؟''

آذر کو وہ دن تمام جزئیات سمیت یاد تھا۔ وہ کبھی اسے بھول نہیں سکا۔

☆☆☆

آذر نے زہرہ کی آواز سنتے ہی اسکیچ کو پیٹھ کے پیچھے چھپا لیا۔ زہرہ کا تجسس سے برا حال ہو گیا۔ ''ننھے منے...... دکھاؤ نا، کیا چھپا رہے ہو؟''

آذر کو یہ ''ننھے منے'' ہمیشہ برا لگتا تھا...... خاص طور پر زہرہ کے منہ سے لیکن اس نے کبھی تردید نہیں کی تھی۔ اتنی کم عمری میں بھی وہ عملی تردید کا قائل نہ تھا۔

''دکھاؤ نا۔'' زہرہ نے پھر کہا۔

آذر کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کرے۔ وہ یہ اسکیچ زہرہ کو دکھانا نہیں چاہتا تھا۔ چھینا جھپٹی شروع ہو گئی۔ ابتدا میں تو آذر اس اسکیچ کو اس لئے بچانے کی

کوشش کر رہا تھا کہ وہ زہرہ کو دکھانا نہیں چاہتا تھا مگر چند لمحے بعد اس کا نظریہ تبدیل ہو گیا اور اسے پتا بھی نہیں چلا۔ البتہ اس کے اندر سے کسی نے کہا کہ اسے اس اسکیچ کو زہرہ کے ہاتھوں میں جانے سے روکنے کی بھرپور کوشش کرنی ہے۔ وہ یہ کوشش کرے گا تو چھینا جھپٹی کا یہ سلسلہ جاری رہے گا اور اس چھینا جھپٹی کی لذت سے وہ زیادہ سے زیادہ محظوظ ہو سکے گا۔

چھینا جھپٹی اتنا زور پکڑ گئی کہ زہرہ کو تن بدن کا ہوش ہی نہیں رہا اور کچے من کے آذر کو وہ لطف آ رہا تھا، جو تتلیاں پکڑ پکڑ کر چھوڑنے میں آتا تھا۔ اس کے کندھوں پر، گردن پر، بازوؤں پر اور سینے پر پھول ہی پھول کھلتے گئے۔

کچھ دیر میں زہرہ تھک کر نڈھال ہو گئی۔ ''تم کتنا ستاتے ہو چھوٹے سے مرد۔'' وہ روہانسی ہو کر بولی۔

گیارہ سالہ آذر کو وہ لمحہ بہت خوبصورت لگتا تھا، جب زہرہ اسے چھوٹا سا مرد کہتی تھی۔ وہ اپنے لئے ننھا منا سننے کے بعد خاص طور پر چھوٹا سا مرد بننے کے لئے اہتمام کرتا تھا...... کارروائی کرتا تھا۔ وہ فاتحانہ نظروں سے زہرہ کو دیکھتا رہا۔

''دکھا دو نا...... تمہارا کیا جاتا ہے۔'' زہرہ نے ہانپتے ہوئے کہا۔

''تم بڑی ہو۔ میں ننھا منا ہوں پھر چھین لو۔ ابھی سے ہانپ گئیں۔''

''تم ہو تو لڑکے مگر تمہارے اندر پورا مرد چھپا ہوا ہے۔ لاؤ...... دکھا دو نا۔'' زہرہ نے ہاتھ بڑھایا۔

اس من چاہی تعریف کے نتیجے میں آذر بھول گیا کہ وہ اسکیچ زہرہ کو نہیں دکھانا ہے۔ اس نے اسکیچ زہرہ کی طرف بڑھا دیا۔

زہرہ نے اسکیچ پر ایک نظر ڈالی اور خوشی سے بولی۔ ''ارے...... یہ تو میری تصویر ہے۔''

اب زہرہ اسکیچ کو غور سے دیکھ رہی تھی اور آذر اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اچانک زہرہ نے نظریں اٹھائیں اور اسے اپنی طرف دیکھتے پایا۔ اسے حجاب آ گیا۔ اس نے جلدی سے دوپٹہ ٹھیک سے سر پر لیا۔ آذر کی وہ نگاہیں تھیں ہی ایسی۔

وہ پھر اسکیچ دیکھنے لگی۔ آذر پلکیں جھپکائے بغیر اسے محبت پاش نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔

عم زاد زہرہ اس کی پہلی محبت تھی۔ وہ اس سے بڑی تھی لیکن آذر کو نہ اس سے غرض تھی نہ ہی اس کی کوئی پرواہ تھی۔ اول تو وہ محبت کے مفہوم ہی سے ناآشنا تھا۔ بس وہ اتنا جانتا تھا کہ زہرہ اسے اچھی لگتی ہے۔ اچھی تو اسے امی بھی لگتی تھی اور باجی بھی لیکن زہرہ مختلف انداز میں اچھی لگتی تھی۔ اسے دیکھ کر اس کے وجود میں وحشت سی جاگتی تھی۔ جی چاہتا تھا، اسے توڑ کر رکھ دے۔ کبھی وہ سوچتا کہ کاش وہ مٹی کی گڑیا ہوتی۔ وہ اسے توڑتا پھر بناتا، پھر توڑتا اور پھر بناتا...... اور یونہی زندگی گزر جاتی۔

زہرہ سے محبت کا انکشاف اس پر دو سال پہلے ہوا تھا...... مگر وہ جانتا تھا کہ یہ محبت، یہ پسندیدگی اس وقت سے رہی ہوگی، جب اس نے بولنا بھی نہیں سیکھا تھا۔ اب بھی اس کی سمجھ میں یہ بات وقت سے پہلے ہی آ گئی تھی...... بہت پہلے! مگر اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس سلسلے میں کیا کرے......

''چھوٹے سے مرد۔'' زہرہ کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ وہ عجیب سے لہجے میں کہہ رہی تھی۔ ''کیا میں واقعی اتنی خوبصورت ہوں۔''

آذر نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ''کیوں؟ تمہیں شک ہے اس میں؟''

''شک نہیں، یقین ہے کہ میں اتنی خوبصورت نہیں ہوں، جتنی اس تصویر میں نظر آ رہی ہوں۔''

''کیوں...... فرق کیا ہے اور کہاں ہے؟'' آذر کے لہجے میں دلچسپی تھی۔

''یہی تو میں سمجھ نہیں پا رہی ہوں۔'' زہرہ کے لہجے میں الجھن تھی۔ ''مگر مجھے معلوم ہے کہ تصویر میں چہرے کے نقوش اور سب کچھ میرا ہے مگر کہیں کہیں کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہے۔ کہاں اور کیا، یہ مجھے نہیں معلوم۔''

آذر نے کچھ نہیں کہا۔ مسکرا کر رہ گیا مگر وہ مسکراہٹ گیارہ سالہ لڑکے کی نہیں تھی۔ وہ ایک جہاندیدہ مرد کی مسکراہٹ لگتی تھی، جو سب کچھ جانتا ہو۔

زہرہ کو وہ مسکراہٹ چڑا دینے والی لگی لیکن لڑکیوں کو اپنی خوبصورتی کے بارے میں تجسس بہت ہوتا ہے۔ اس تجسس کے حوالے سے وہ مسکراہٹ اس کے لئے حوصلہ افزا تھی۔ ''تم یہ بات جانتے ہو؟'' اس نے آذر سے پوچھا۔

''میں کیوں نہیں جانوں گا۔'' آذر نے اکڑ کر کہا۔ ''یہ تصویر میں نے بنائی ہے۔ فرق میں نے جان بوجھ کر پیدا کیا ہے۔''

''کیوں؟''

''تم بہت خوبصورت ہو زہرہ...... آپا'' آذر نے اس کے چہرے پر خفگی دیکھ کر جملہ توڑ دیا اور ایک ثانیے کے بعد زہرہ میں آپا کا ٹکڑا لگا دیا لیکن زہرہ اور آپا کے درمیان اتنا فاصلہ ہو چکا تھا کہ دونوں مل نہیں سکے۔ وہ ہمیشہ یہی کرتا تھا۔ ''لیکن تم حسین ترین بن سکتی ہو۔ میں نے تصویر میں تمہیں حسین ترین بنایا ہے۔ فرق بہت تھوڑا...... بہت معمولی سا ہے۔''

''مجھے اس فرق کے متعلق بتاؤ۔'' زہرہ نے اسکیچ اس کے سامنے پھیلاتے ہوئے بے حد اشتیاق سے کہا۔

''فرق میں اس تصویر میں نہیں بتا سکتا۔'' آذر نے کہا۔ ''البتہ میں تمہیں چھو کر بتاؤں گا تو بات آسانی سے سمجھ میں آ جائے گی۔''

یہ سنتے ہی زہرہ لجا کر رہ گئی۔ وہ بلا ارادہ بدن چرانے لگی۔ ''یہ کیا بات ہوئی چھوٹے سے مرد۔'' اس نے کہا۔ ''تصویر میں وہ فرق زیادہ آسانی سے سمجھ میں آئے گا۔''

''میں جو کہہ رہا ہوں کہ تصویر میں آسانی سے سمجھ میں نہیں آئے گا۔'' آذر نے کہا پھر اس کے لہجے میں شرارت آ گئی۔ ''اور میں تو ننھا منا ہوں۔ چھوٹا سا ہوں، مجھ سے ڈر کاہے کا۔''

''ڈرتا کون ہے تم سے؟''

''اور چھوٹے سے مرد کے چھونے سے تمہارا کیا جائے گا؟'' آذر نے اسے چھیڑا۔

''میرا کیا جائے گا لیکن......'' زہرہ اب بھی ہچکچا رہی تھی۔

''اچھا...... یہ بتاؤ۔ میں یہ فرق دور کر کے اس تصویر جیسی بن سکتی ہوں؟''

''ہاں! کیوں نہیں...... یہ کام مشکل تو ہے، ناممکن نہیں۔''

اس جواب نے زہرہ کی ہچکچاہٹ دور کر دی۔ حسین سے حسین ترین بننا ہر عورت کی سب سے بڑی آرزو ہوتی ہے۔ وہ اس آرزو کی خاطر کیا نہیں کر سکتی۔ ''اچھا چلو...... مجھے وہ فرق بتاؤ۔''

آذر کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ وہ اپنے بیڈ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ''تو ٹھیک ہے۔ یہاں سیدھی کھڑی ہو جاؤ۔''

زہرہ اس کی ہدایت کے مطابق سنگار میز کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ آذر اس کے سامنے آ کھڑا ہوا اور اسے بغور دیکھنے لگا۔ وہ نظریں چرانے لگی۔

''ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟''

''ایسے دیکھنے ہی سے تو فرق نظر آتا ہے۔'' آذر نے کہا۔ ''تم آئینے میں دیکھتی رہو۔''

آذر نے اپنی انگلی سے اس کے چہرے کو بڑی نرمی سے سہلایا۔ وہ سمٹنے لگی۔ ''کیا کرتے ہو......؟''

''کچھ نہیں، تمہارا چہرہ بالکل ٹھیک ہے۔ نہ ہو تب بھی اس میں کسی تبدیلی کی گنجائش نہیں۔ ناک کو تھوڑا سا پھیلا نہیں جا سکتا۔ ہونٹوں کو تھوڑا سا خم نہیں کیا جا سکتا۔ رخساروں کی ہڈی کو تھوڑا سا اونچا نہیں کیا جا سکتا۔'' وہ ہنسنے لگا۔

زہرہ جھنجھلا گئی۔ ''کیوں فضول بک رہے ہو۔ فرق بتاؤ نا۔''

''بتاتا ہوں۔'' آذر نے کہا۔ اس نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر زہرہ کا سرتاپا جائزہ لیا۔ پھر اس نے پیچھے کھڑے ہو کر زہرہ کے دونوں پہلوؤں کو کمر کے مقام سے چھوا۔ ''یہاں پیمائش میں ایک ایک انچ کی کمی ہو اور یہاں سے یہاں تک......'' اس کی انگلیاں اوپر نیچے حرکت میں آئیں۔ ''ایک خم ہو...... کمان جیسا۔''

زہرہ نے کسمساتے ہوئے اس کے ہاتھ جھٹکے اور مضحکہ اڑانے والے انداز میں بولی۔ ''کمال کرتے ہو۔ لو...... ایسے ایک انچ سے کیا فرق پڑتا ہے۔''

''لگتا ہے کہ فرق نہیں پڑسکتا۔'' آذر نے عالمانہ شان سے کہا۔ ''لیکن فرق پڑے گا۔ دیکھو...... اوپر نیچے سب کچھ ویسا ہی رہے گا۔ جیسا اب ہے مگر یہاں کے ایک انچ کے فرق سے یہاں سے وہاں تک......'' ہاتھوں کی تیز حرکت۔ ''یہ سب کچھ بدل جائے گا۔'' اب وہ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ ''اور یہاں......'' وہ اسے سمجھاتا رہا...... یا سمجھانے کی کوشش کرتا رہا۔ اچانک اسے احساس ہوا کہ وہ اس کی بات نہیں سن رہی ہے۔ اس نے نظریں اٹھا کر اس کے چہرے کی طرف دیکھا اور کچھ حیران، کچھ پریشان سا رہ گیا۔ زہرہ کا چہرہ تمتما رہا تھا۔ آنکھوں میں سرخ ڈورے سے اتر آئے تھے اور سانسیں بے ترتیب ہو رہی تھیں۔

آذر اس سے نظریں نہ ملا سکا۔ اس کی نظریں خود بخود جھک گئیں۔ بات تو اس کی سمجھ میں بالکل نہیں آئی مگر اسے یہ احساس ہو گیا کہ کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے۔ کبھی کبھی اس کی اپنی بھی یہی کیفیت ہو جاتی تھی۔ وہ بھی اس کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ جبلت نے اسے احساس دلا دیا کہ زہرہ کی بھی ویسی ہی کیفیت ہے۔

''کیا بات ہے، اتنا تو تم چھپنا چھپٹی میں بھی نہیں ہانپی تھیں؟'' اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

جواب میں زہرہ نے دونوں ہاتھوں سے اسے پرے دھکیل دیا۔ ''ہاتھ ہٹاؤ اپنے۔ مجھے نہ چھونا۔''

''میرے ننھے منے ہاتھ تمہیں تکلیف تو نہیں پہنچا سکتے۔'' اس نے صفائی پیش کی۔ ''تم تو مجھے ننھا منا کہتی ہو۔''

''تم ننھے منے نہیں ہو۔'' زہرے نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ ''...... ہو بھی اور...... اور ہرگز نہیں ہو۔''

''یہ کیا بات ہوئی؟ ہوں بھی اور ہرگز نہیں ہوں۔'' آذر کے لہجے میں الجھن تھی۔

وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ ماحول کا سارا کھنچاؤ ایک پل میں دور ہو گیا۔ ''تم نہیں سمجھو گے، چھوٹے سے مرد ہو نا۔''

''خیر چھوڑو۔ میں تمہیں فرق سمجھا رہا تھا۔'' آذر نے اس کی طرف ہاتھ بڑھائے۔

''مجھے کوئی فرق نہیں سمجھنا۔ تم اپنے ہاتھ دور رکھو۔'' زہرہ نے سخت لہجے میں کہا۔

آذر حیران سا اسے دیکھتا رہا۔ وہ چند لمحے آئینے میں اپنا سراپا دیکھتی رہی پھر دروازے کی طرف چل دی۔

''ناراض ہو کر جا رہی ہو؟'' آذر نے اسے پکارا۔

''نہیں تو، میں ننھے منھے سے ناراض کیسے ہو سکتی ہوں۔'' زہرہ نے پلٹ کر کہا۔

''اچھا...... میرا اسکیچ تو دیتی جاؤ۔''

زہرہ نے اپنے ہاتھ میں موجود اسکیچ کو دیکھا اور اٹھلا کر بولی۔ ''یہ تو میں نہیں دوں گی۔ اس کی مدد سے میں فرق کو سمجھوں گی۔''

''ٹھیک ہے۔ میں دوسرا بنا لوں گا مگر دیکھنا، کیسا خراب بناتا ہوں۔ اب ویسی تصویر بناؤں گا جیسی تم ہو۔''

زہرہ نے جواب میں اسے منہ چڑایا اور کمرے سے نکل گئی۔ آذر دیر تک اپنے ہاتھوں کو دیکھتا رہا۔ میرے ان چھوٹے چھوٹے ہاتھوں میں ایسی کیا بات ہے، وہ سوچ رہا تھا۔

☆☆☆

آذر چونکا۔ وہ اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا۔ مخروطی آرٹسٹک انگلیاں، جنہیں بڑھاپا چھو نہیں سکا تھا۔ اس نے چونک کر اسٹوڈیو کا جائزہ لیا۔ سائیڈ ٹیبل پر اس کا جام رکھا تھا۔ اس میں دو گھونٹ ابھی باقی تھے۔ اس نے ایک ہی سانس میں جام خالی کر دیا اور سوچنے لگا۔

اس بار وہ اپنے بارے میں سوچ رہا تھا۔

چند دہائیوں پہلے فن مصوری کے ایک ناقد نے اس کے بارے میں لکھا تھا۔ ''آذر جمیل پیدائشی مصور ہے۔ حسن تناسب کا جو شعور اسے قدرتی طور پر ودیعت ہوا ہے، وہ اسے اس کے ہم عصروں میں ممتاز کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس کے جینئس ہونے میں شک وشبہے کی کوئی گنجائش نہیں۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ وہ ابتدا ہی سے غیر معمولی بچہ رہا ہوگا۔ خاص طور پر اس صورت میں کہ اس کا بچپن بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں گزرا ہے۔ وہ لوگوں کو حیران کر دیتا ہوگا۔ کاش میں اسے اس کے بچپن میں دیکھ پاتا......''

یہ یاد کرتے ہوئے آذر مسکرا دیا۔ اس ناقد کو اندازہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اس نے کتنی بڑی حقیقت بیان کی ہے۔

ابھی چند لمحے پہلے آذر نے اپنے لڑکپن کی ایک یاد تازہ کی تھی۔ جیسے کوئی فلم دیکھی ہو۔ ذات کے نہاں خانے میں سب کچھ چھپا ہوا تھا...... لیکن تازہ تھا۔ وہ اپنا اور دوسروں کا کہا ہوا ایک ایک لفظ سن سکتا تھا اور چند لمحے پہلے اس نے سنا بھی تھا۔ اب وہ اسی حوالے سے سوچ رہا تھا۔

وہ خود بھی حیران ہوتا تھا کہ کتنی کم عمری میں وہ کتنی بڑی بڑی باتیں کرتا تھا۔ کیسے کیسے الفاظ استعمال کرتا تھا۔ اس کا ذخیرہ الفاظ کتنا وسیع تھا اور لہجے میں کیسی پختگی اور اعتماد تھا۔ آج کل یہ اتنی غیر معمولی بات نہیں۔ بچے بہت ذہین ہو رہے ہیں۔ ورثے میں ملی ہوئی اس دور کی آگہی انہیں قبل از وقت بڑا بنا دیتی ہے مگر جو کچھ اس نے چند لمحے پہلے دہرایا، وہ 1919ء کی بات تھی۔ اس عہد میں جب کہ تعلیم عام نہیں تھی۔ اس کے علاوہ وہ مکالے خود

اس کے لئے بھی غیر معمولی اور ناقابل یقین تھے مگر یہ بھی تھا کہ وہ تعلیم یافتہ اور بے حد دولت مند باپ کا بیٹا تھا۔

اور پھر پہلی نظر کی وہ محبت، جو اسے کم عمری میں ہوئی اور سترہ سال کی بھرپور لڑکی سے ہوئی۔ اس وقت تو بس وہ یہ جانتا تھا کہ زہرہ اسے اچھی لگتی ہے۔ اسے چھونے کو دل چاہتا ہے بلکہ کبھی کبھی اسے کھلونے کی طرح توڑ دینے کی خواہش ہوتی ہے لیکن بعد میں اس کی سمجھ میں پوری طرح آ گیا تھا کہ اس محبت کی اساس جسمانی محبت تھی اور وہ جسم سے نظریں چرا کر کبھی محبت کر ہی نہیں سکا۔

اور اس محبت نے کتنی کم عمری میں اس کی دنیا بدل کر رکھ دی...... اور وہ بھی ہمیشہ کے لئے۔ اگر اس کی زندگی میں زہرہ نہ ہوتی تو شاید وہ ایک بالکل مختلف آدمی ہوتا ہے۔ مصور تو وہ پیدائشی تھا۔ اسے مصور ہی بننا تھا لیکن وہ مختلف انسان ہوتا۔ اس کی زندگی میں اتنے خلا نہ ہوتے۔ اس سے باپ کی محبت اور شفقت نہ چھنی ہوتی اور شاید وہ اتنا بڑا مصور بھی نہ ہوتا۔ زہرہ نے...... ہاں! ایک عام سے خوش بدن لڑکی نے سب کچھ بدل کر رکھ دیا تھا۔ جیسے وہ اس کے لئے تقدیر تھی، جس کے سامنے کسی کا زور نہیں چلتا۔

آذر نے اپنے لئے جام بھرا۔ اس میں سے ایک گھونٹ لیا اور وہ یادوں کی کتاب کھول لی۔

☆☆☆

آذر کو زہرہ سے اور زہرہ کو آذر سے ابتدا ہی سے خاص انسیت تھی۔ امی بتاتی تھیں کہ بچپن میں جب بھی وہ ضد کرتا اور مچلتا تو صرف اور صرف زہرہ کے قابو میں آتا تھا۔ زہرہ کے پاس جانے کیسا جادو تھا کہ وہ اس کی گود میں جاتے ہی چپ ہو جاتا...... بلکہ ہنسنے کھیلنے لگتا۔ چار پانچ سال کی عمر کی باتیں تو اسے خود بھی یاد تھیں۔ وہ صرف اور صرف زہرہ کے ساتھ کھیل کر خوش ہوتا تھا۔ اس کی آغوش اسے سب سے زیادہ پسند تھی اور اس سے پہلے ہی سے وہ زہرہ کے ساتھ سونے لگا تھا۔

وہ زہرہ سے لپٹ کر سوتا تھا...... پوری معصومیت کے ساتھ، ننھے بچوں کی طرح۔ ڈرائنگ تو اس نے چار سال کی عمر سے ہی شروع کر دی تھی۔ تناسب کا شعور اسے ابتدا ہی سے تھا۔ اگلے برسوں میں یہ ہوا کہ اس نے شعوری طور پر ہر چیز پر غور کرنا شروع کر دیا کہ اس میں کہاں اور کس حد تک تناسب کی کمی ہے۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ اس کے اندر ایک شعلہ ہے جو اظہار چاہتا ہے لیکن اسے عجیب سی بے چینی رہنے لگی تھی۔ پھر وہ بے چینی جستجو کا روپ دھار گئی اور کیونکہ وہ زہرہ سے لپٹ کر سوتا تھا۔ اس لئے زہرہ غیر شعوری اور غیر محسوس طور پر اس جستجو کی منزل بن گئی۔

یہ اس وقت ہوا جب وہ نو سال کا تھا۔ وہ سردی کی ایک رات تھی اور وہ لحاف میں زہرہ سے لپٹ کر سویا ہوا تھا۔ اسے اب بھی یاد تھا کہ اس رات نے ایک خواب دیکھا تھا۔ خواب میں اس نے بہت ساری تتلیاں دیکھیں اور وہ ان تتلیوں کو پکڑنے کے لئے دیوانہ وار دوڑ رہا تھا مگر تتلیاں اس کے ہاتھ

نہیں آ رہی تھیں اور اس پر وحشت طاری ہو رہی تھی۔

بچے تتلیوں کے پیچھے دوڑتے ہیں۔ وہ بھی دوڑتا تھا بلکہ تتلیاں اسے زیادہ ہی اچھی لگتی تھیں۔ ان کے پیچھے دوڑتے ہوئے حقیقی زندگی میں اسے سرشاری کا لطف و انبساط کا احساس ہوتا تھا مگر خواب میں وہ متوحش تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ تتلیاں تناسب سے محروم تھیں اور اسے بہت خوفناک لگ رہی تھیں۔ کچھ تتلیوں کے دونوں پر چھوٹے بڑے تھے، کچھ کا سر اور وجود پروں کے مقابلے میں بہت بڑا تھا اور کچھ کے پر ان کے وجود اور سر کے مقابلے میں بہت بڑے تھے۔ ان سب میں بس ایک قدر مشترک تھی۔ وہ بہت بدصورت، بدنما اور بھیانک لگ رہی تھیں۔

وہ ہانپتا، دوڑتا انہیں پکڑنے کی کوشش کرتا رہا۔ اس پر خوف بھی طاری تھا۔ بالآخر ایک تتلی اس کے ہاتھ آ گئی لیکن جیسے ہی اس نے تتلی کو پکڑا، تتلی نے اپنا منہ پلٹا کر اس کی انگلی میں کاٹ لیا۔

دہشت سے اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اس کے حلق سے خوفناک چیخ نکلی۔ وہ جاگا لیکن اپنے حواس میں نہیں تھا۔ اسے ہوش اس وقت آیا، جب زہرہ نے جھنجھوڑ ڈالا۔ ''کیا ہوا ننھے منے...... کیا ہوا؟'' وہ کہے جا رہی تھی۔

اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھا مگر سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا۔ اس کے حلق سے عجیب عجیب آوازیں نکل رہی تھیں۔

پھر اسے احساس ہوا کہ وہ خواب گاہ میں ہے۔ اس کے دونوں ہاتھ ٹٹولنے والے انداز میں زہرہ کے پہلوؤں پر نیچے سے اوپر اور اوپر سے نیچے حرکت کر رہے تھے۔ چند لمحے وہ بول بھی نہیں سکا۔

زہرہ بدستور پوچھے جا رہی تھی۔ ''کیا ہوا ننھے منے...... کیا بات ہے؟''

''آپا...... آپا......'' بالآخر اس کی آواز نکلی۔

''کوئی خواب دیکھا ہے...... ڈراؤنا خواب؟'' زہرہ نے پوچھا۔

''ہاں آپا!''

زہرہ نے اسے سینے سے بھینچ لیا۔ ''کیا دیکھا ننھے منے؟''

''تتلیاں دیکھی تھیں آپا!''

''پگلے کہیں کے۔ تتلیاں دیکھ کر تو خوشی ہوتی ہے۔ ڈر تھوڑا ہی لگتا ہے۔'' زہرہ نے اسے سینے سے بھینچے بھینچے کہا۔

''وہ بہت خوفناک تتلیاں تھیں آپا!''

زہرہ نے اسے ذرا سا پیچھے ہٹا کر اس کے چہرے کو بہت غور سے دیکھا۔ ''تتلیاں خوبصورت ہوتی ہیں، خوفناک نہیں۔''

''مگر وہ خوفناک تھیں......'' اس نے کہا اور تفصیل سے بتانے لگا۔

زہرہ اس کی بات توجہ سے سنتی رہی پھر بولی'' وہ تو خواب تھا۔ ورنہ تتلیاں تو پریاں ہوتی ہیں...... تتلیوں کے بھیس میں۔ خیر بھول جاؤ اس خواب کو۔ لیٹو اور مجھ سے لپٹ کر سو جاؤ۔

''وہ لیٹ بھی گیا اور زہرہ سے لپٹ بھی گیا مگر دیر تک اسے نیند نہیں آئی۔ زہرہ لیٹتے ہی سو گئی مگر اس کے تصور میں تناسب سے محروم وہ خوفناک تتلیاں تھرکتی رہیں۔ غیر ارادی طور پر اس کا ہاتھ زہرہ کے پہلو پر حرکت کرنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی بہت غیر محسوس طور پر وہ پرسکون ہوتا گیا۔ تتلیوں کا خواب بتدریج اس کے ذہن سے محو ہوتا گیا۔

اس وقت تو وہ کچھ نہیں سمجھ سکا لیکن برسوں بعد اس کی سمجھ میں آ گیا کہ وہ سب کیا تھا اور کیوں ہوا تھا۔ اس رات زہرہ کو چھوتے رہنے سے اس کا خوف کیوں دور ہوا تھا۔ اسے سکون کیوں ملا تھا۔ خواب ڈراؤنا اس لئے تھا کہ اس میں خوبصورت تناسب کھو بیٹھنے کے بعد خوفناک بدصورتی میں تبدیل ہو گئی تھی لیکن زہرہ کے حسن تناسب نے اس کے خوف کو زائل کر کے اسے پرسکون کر دیا تھا۔

مگر اس رات پرسکون ہو جانے کے بعد ایک دور رس اور انقلابی تبدیلی بھی اس کے اندر رونما ہوئی۔ پرسکون ہو جانے کے بعد زہرہ کے جسم پر اپنے ہاتھوں کی حرکت سے اسے لذت کا احساس ہونے لگا اور وہ بڑی انوکھی لذت تھی...... اس کے لئے بالکل نئی۔ لذت کا وہ احساس لئے وہ نہ جانے کب سو گیا۔

اس کے بعد تو یہ معمول بن گیا۔ وہ اس کے لئے عرصہ تربیت تھا۔ اس کے مصور ہاتھ، جسمانی خطوط اور پیچ وخم کی آگہی حاصل کر رہے تھے۔ حسن تناسب کا سبق یاد کر رہے تھے۔

اس عرصے میں اس کی سمجھ میں اور بھی بہت سی باتیں آئیں۔ وہ لمس اور جذبوں میں فرق کرنا سیکھ گیا۔ لذت ماں کی آغوش میں بھی تھی اور زہرہ کی آغوش میں بھی تھی لیکن دونوں میں فرق کیا تھا۔ ماں کی آغوش میں ٹھنڈک اور ایک طرح کی مٹھاس تھی جبکہ زہرہ کی آغوش میں گرمی، گداز اور عجیب سا کھٹا میٹھا ذائقہ تھا۔ ماں کو چھونے سے اپنے اندر روشنی کا احساس ہوتا تھا جبکہ زہرہ کو چھونے سے اپنے اندر اندھیرے سرسراتے محسوس ہوتے اور وجود کی عمارت میں تاریک گوشوں کی موہوم سی موجودگی کا احساس ہوتا تھا۔ ماں کو چھو کر سکون ملتا تھا مگر زہرہ کو چھو کر لگتا تھا کہ جسم میں کوئی آگ سی بھڑک اٹھی ہے۔ وحشت سی سر اٹھانے لگتی تھی۔ لگتا تھا، کوئی خواہش مچل رہی ہے۔ وہ خواہش کیا ہے، یہ وہ نہیں سمجھ پاتا تھا۔ سب سے بڑی بات یہ

ہوئی کہ اس نے جان لیا کہ ماں کو وہ کسی بھی وقت کسی بھی طرح پوری بے تکلفی سے چھو سکتا ہے۔ زہرہ کو وہ اس بے تکلفی سے نہیں چھو سکتا اور اس کی جبلت نے بتا دیا تھا کہ زہرہ کو کسی بھی طرح چھونا اس کے لئے معیوب ہے۔ ہاں چھپ کر ایسا کیا جا سکتا ہے مگر اس وقت یہ محض ایک موہوم سا احساس تھا۔ بعد میں زہرہ کے طرز عمل نے اس کی تصدیق کر دی۔ کچھ بھی ہو، اس کے وجود میں موجود آگہی کا بیج نمو پا کر پھوٹ نکلا تھا اور ممنوعات کے ننھے سے کلے نے سر ابھار لیا تھا۔ وہ ایک غیر معمولی بچہ تھا، مستقبل کا ایک بے حد بڑا مصور۔

زہرہ کی نیند بہت پکی تھی۔ وہ بے خبر سوتی تھی۔ اس لئے کچھ عرصے تک یہ سلسلہ چلتا رہا مگر پھر آذر کی وحشت اور تجسس نے مل کر اسے اکسایا اور وہ براہ راست اور بے حجاب لمس کے لئے مچل گیا۔

مگر پہلے ہی موقع پر زہرہ کی آنکھ کھل گئی۔ شروع میں تو اسے صرف کسی غیر معمولی بات کا احساس ہوا۔ نیند میں ڈوبا ذہن کچھ سمجھ نہیں سکا لیکن بالآخر اسے آذر کے بے حجاب ہاتھ کی موجودگی کا احساس ہو گیا۔ اس نے آذر کو کئی بار پکارا لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ آذر کو جبلت نے بتا دیا کہ اس کے لئے سوتا بنے رہنے ہی میں عافیت ہے۔ زہرہ اسے پسند نہیں کرے گی۔

یوں نو سال کی عمر میں اسے علیحدہ کمرہ مل گیا۔ وہ الگ سونے لگا۔ یہ بات اسے اچھی نہیں لگی لیکن دل میں چور تھا اور یہ خوف تھا کہ زہرہ ابا جان کو اس حرکت کے متعلق بتا نہ دے اس لئے اس نے احتجاج نہیں کیا۔ ابا جان سے وہ ڈرتا بہت تھا۔ شاید اس لئے کہ ان سے واسطہ کم ہی پڑتا تھا حالانکہ وہ بہت شفیق باپ تھے۔

مگر وہ دوری اسے تکلیف دہ لگی۔ وہ کمی بہت بڑی تھی۔ وہ دن بھر زہرہ سے قریب رہنے کے بہانے تلاش کرتا۔ مختلف حیلوں سے اسے چھوتا لیکن تسلی نہ ہوتی۔ اس عرصے میں اس پر منکشف ہوا کہ اسے زہرہ سے محبت ہو گئی ہے۔ اس وقت محبت کا بس یہ مطلب اس کی سمجھ میں آیا کہ آدمی کسی کی ضرورت محسوس کرے اور اس کے لئے تڑپے تو اسے محبت کہتے ہیں۔

اس جدائی اور محرومی میں اس کے اندر کا مصور یک لخت بڑا ہو گیا۔ ایک رات اسے نیند نہیں آ رہی تھی اور وہ یونہی کاغذ پنسل لئے بیٹھا تھا۔ اچانک اس کا ہاتھ پنسل کو لے کر جسمانی خطوط اور پیچ و خم کے اس راستے پر چل پڑا جو اسے ازبر ہو چکا تھا۔ یہ تو اسے بعد میں پتا چلا کہ اس نے زہرہ کا اسکیچ بنا دیا تھا۔

اس کے بعد تو یہ اس کی محروم راتوں کا مشغلہ بن گیا پھر اسے زہرہ کے اسکیچ دیکھتے ہوئے تشنگی اور کسی کمی...... یا یوں کہئے کہ زیادتی کا احساس ہونے لگا۔ وہ اسے سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کا فطری حسن تناسب اس کی رہنمائی کر رہا تھا۔ اس کے نتیجے میں گیارہ سال کی عمر میں اس نے زہرہ کو

Improve کرتے ہوئے وہ اسکیچ بنایا جسے دیکھ کر زہرہ کو احساس ہوا کہ وہ خوبصورت تو ہے لیکن حسین ترین بھی بن سکتی ہے۔

مگر اس دوران میں اس نے تنہائی میں زہرہ کو تم کہہ کر مخاطب کرنا اور زہرہ اور آپا میں بے تعلقی کی حد تک فاصلہ پیدا کرنا سیکھ لیا تھا۔ زہرہ اس بات سے چڑتی بھی تھی لیکن محبت سے مجبور تھی۔ آخر اس نے آذر کو گود میں کھلایا تھا۔

☆☆☆

آذر نے جام اٹھا کر دو گھونٹ لئے۔ کیسا دن ہے! اس نے سوچا۔ آج تو مئے خوش رنگ میں تلخی کے سوا کچھ نہیں۔ ہر گھونٹ اندر کی تلخی کو اور بڑھا رہا ہے اور پھر اس ماضی کو دہرانا کتنا تکلیف دہ ہے۔ اس سے تو وہ ہمیشہ بچتا تھا۔ اس کی تنہائی...... راجا اندر کی سبھا تو بہت رنگین تھی۔ تنہائی کا تو وہ ہمیشہ منتظر اور خواہاں رہا تھا۔

اس نے اس امید پر آنکھیں موندیں کہ اس کے سامنے اس کی رنگین محفل آجائے گی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ شاید اس لئے کہ اس نے راج رنگی کو دھتکار دیا تھا۔ اس کی پاداش میں وہ ماضی کا اسیر ہو کر رہ گیا تھا۔ وہ جو ماضی کو حال سے ہم آہنگ کر کے رنگینیوں سے آراستہ کرنے کا عادی تھا۔

اس نے جان لیا کہ آج اسے ماضی کا سفر کرنا ہے۔ اپنی محرومیوں کی یاد تازہ کرنی ہے۔ سو اس نے سپر ڈال دی۔

☆☆☆

آذر نے زہرہ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کی ایک تصویر بنائے گا اور بہت خراب بنائے گا۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا لیکن اسے اس کی بہت بھاری قیمت ادا کرنا پڑی۔ اس تصویر نے اس کی زندگی کو بدل ڈالا۔ یہ الگ بات کہ زہرہ کو اس تصویر کا کبھی پتا نہیں چلا۔ یہ بھی اچھا ہی ہوا۔

اس بار وہ پنسل اسکیچ تک محدود نہیں رہا۔ اس نے بڑی مہارت سے زہرہ کی تصویر کو رنگوں کا لباس پہنایا۔ یہ الگ بات کہ تصویر بے لباس تھی۔ اس وقت اسے معلوم بھی نہیں تھا کہ مصوری کی دنیا میں Nude تصویروں کا وجود ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔

زہرہ کی اس تصویر پر اس نے کئی ماہ کام کیا لیکن اس طرح کہ کسی کو پتا نہیں چلا۔ زہرہ کو بھی نہیں۔ زہرہ کو اس نے کس طرح دیکھا، کب دیکھا...... یہ صرف وہی جانتا تھا۔

اس روز زہرہ کی طبیعت خراب تھی۔ بخار تھا، جس کی وجہ سے اس کا بدن ٹوٹ رہا تھا۔ سر میں بھی درد تھا۔ سردی کا احساس بھی تھا اسی لئے اس نے سر سے پاؤں تک لحاف اوڑھ رکھا تھا۔

زہرہ کے کمرے کے برابر ہی آذر کا کمرہ تھا۔ آذر دروازہ بند کئے زہرہ کی تصویر پر کام کر رہا تھا۔ وہ اس تصویر کو ہر لحاظ سے بے داغ اور مکمل دیکھنا

چاہتا تھا۔ اچانک اس کے جی میں کیا آئی کہ اس نے تصویر کو اپنی کتاب میں رکھا اور زہرہ کے کمرے میں چلا آیا۔

زہرہ کو لحاف اوڑھ کر لیٹے دیکھ کر اسے تشویش ہوئی مگر اس نے شرارت بھرے انداز میں لحاف الٹ دیا۔

''کیا کرتے ہو چھوٹے سے مرد؟'' زہرہ نے بھرائی ہوئی آواز میں احتجاج کیا۔ لہجے میں جھنجلاہٹ تھی۔

''ہوا کیا ہے زہرہ...... آپا؟'' آذر نے پوچھا۔

''سردی لگ رہی ہے۔ بخار ہے مجھے۔ سر میں اور پورے بدن میں شدید درد ہے۔'' زہرہ نے جواب دیا، اس کا جسم کانپ رہا تھا۔

آذر نے جلدی سے اسے لحاف اڑھا دیا پھر بچوں کے سے لہجے میں التجا کی۔ ''چہرہ تو باہر نکال لو زہرہ...... آپا۔''

زہرہ نے چہرہ لحاف سے باہر نکال لیا۔ اس عالم میں بھی وہ مسکراہٹ نہ روک سکی۔ ''کیوں چھوٹے سے مرد؟''

''عجیب سا لگتا ہے۔ چہرہ تو سامنے رہنا چاہئے۔''

زہرہ نے آنکھیں بند کر لیں۔ آذر اسے بہت غور سے دیکھتا رہا۔ اس لمحے زہرہ کو تکلیف میں دیکھ کر اسے اس پر عجیب طرح سے پیار آیا۔ اسے ایسا لگا، جیسے وہ ایک جوان مرد ہے اور زہرہ چھوٹی سی بچی۔ اس لمحے وہ تصویر کو بھی بھول گیا جو عرصے سے اس کے دماغ پر چھائی ہوئی تھی۔ اس کا خیال کبھی محو نہیں ہوتا تھا۔

اچانک زہرہ کراہنے لگی۔ اس کی آنکھیں اب بھی بند تھیں۔ ''بہت درد ہو رہا ہے آپا؟'' اس بار آذر فکر کے مارے اسے زہرہ کہنا بھول گیا۔

زہرہ نے چونک کر آنکھیں کھولیں اور اسے یوں دیکھا، جیسے اب تک اس کی موجودگی سے بے خبر رہی ہو پھر اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

آذر نے جھک کر اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا اور بوکھلا گیا۔ وہ تو آگ ہو رہی تھی۔ ''تمہیں تو بہت تیز بخار ہے آپا۔''

زہرہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

''میں امی کو بلا کر لاتا ہوں۔''

''تائی اماں کو معلوم ہے۔ انہوں نے دوا بھی دی ہے۔'' زہرہ نے نقاہت بھرے لہجے میں کہا۔ ''تم پریشان نہ ہو چھوٹے سے مرد۔ بس درد کم ہو جائے تو میں بالکل بھلی چنگی ہو جاؤں گی۔''

''آپا، ذرا اس طرف کھسکو۔''

''کیوں؟''

''کھسکو تو۔''

''زہرہ تخت پر دوسری طرف لیٹی اور آذر اس کے برابر بیٹھ گیا۔''میں تمہارا سر دباتا ہوں آپا! ابھی سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

وہ زہرہ کا سر دبانے لگا۔ زہرہ نے کوئی تعرض نہیں کیا۔ شاید اس میں سکت بھی نہیں تھی۔ آذر بھی بہت خلوص سے اس کا سر دباتا رہا۔ اس وقت وہ اس کے لئے بس محبت کرنے والی آپا تھی۔ اسے بس یہ خیال تھا کہ اس کی آپا تکلیف میں ہے۔ وہ آپا، جس نے ہمیشہ اس کے آرام کا خیال رکھا تھا۔

زہرہ وقفے وقفے سے کراہ بھی رہی تھی۔ ایک بار جو کراہی تو آذر نے پوچھا۔''کیا بات ہے آپا؟''

''پورا جسم دکھ رہا ہے، بہت درد ہے۔'' زہرہ نے کراہتے ہوئے کہا۔

آذر کا ایک ہاتھ پیشانی پر رکا اور دوسرا لحاف کے اندر چلا گیا۔ وہ پورے خلوص سے اس کا درد اپنے ہاتھوں سے کھینچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ زہرہ نے اس بار بھی کوئی تعرض نہیں کیا۔ درحقیقت اسے بہت آرام مل رہا تھا۔

لیکن چند منٹ بعد صورتحال بدل گئی۔ آذر کے ہاتھوں کو نہ محبت کرنے والی آپا یاد رہی نہ اس کی تکلیف، لیکن یہ سلسلہ چلنے والا نہیں تھا۔ زہرہ کا ردعمل نہایت تند تھا۔ اس نے لحاف الٹا اور آذر کا ہاتھ بری طرح جھٹک دیا۔ لگتا تھا، اسے سردی، بخار اور درد کا احساس نہیں رہا۔

آذر شرمندہ تھا۔ زہرہ سے بھی اور خود سے بھی۔ وہ نظریں نیچے کئے بیٹھا رہا۔

''ہٹ جاؤ میرے پاس سے۔'' زہرہ نے تند لہجے میں کہا اور دونوں ہاتھوں سے اسے دھکیل دیا۔''تم سمجھتے کیا ہو اپنے آپ کو؟'' زہرہ دہاڑی۔ ''میں تمہیں چھوٹا سمجھ کر طرح دیئے جاتی ہوں لیکن آج تم حد سے گزر گئے۔''

آذر اس کے دھکیلنے سے تخت سے گر گیا تھا۔ کچھ تکلیف کا اور کچھ توہین کا احساس۔ اس پر مستزاد شرمندگی کے نتیجے میں پیدا ہونے والی بے بسی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

زہرہ ان آنسوؤں کو دیکھ کر نرم پڑ گئی۔''چھوٹے بھائی...... کیوں خود کو اور مجھے تکلیف پہنچاتے ہو۔ کیا شیطان گھس گیا ہے تم میں؟'' اس کی آواز دھیمی اور لہجہ نرم ہو گیا۔

یہ دیکھ کر آذر کو حوصلہ ہوا۔''زہرہ......'' اس نے کہنا چاہا۔ زہرہ کے تیور دیکھ کر ہمیشہ کی طرح اس نے خاصے فاصلے پر آپا کا اضافہ کیا۔''میں تم سے محبت کرتا ہوں۔''

''بس خاموش ہو جاؤ۔'' زہرہ کی آواز دھیمی رہی لیکن لہجہ سخت ہو گیا۔''تم نے مجھے میری نظروں میں ہی گرا دیا۔ مجھے احساس ہو رہا ہے کہ میں نے

تمہیں غلط ڈھیل دی۔ صرف اسی لئے کہ تم سے محبت ہے مجھے، لیکن تم تو محبت جانتے ہی نہیں۔ میرا کوئی سگا چھوٹا بھائی ہوتا تو میں اس سے بھی اتنی محبت نہیں کرسکتی تھی اسی لئے میں تم سے لاڈ کرتی رہی اور اس میں تمہیں تباہ کر دیا۔''

''زہرہ...... میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں۔'' اس نے گھگیائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''آج کے بعد تم نے مجھے تم کہا یا بڑوں کی طرح بے تکلفی سے میرا نام لیا تو میں عمو جان سے شکایت کردوں گی۔'' زہرہ نے تنبیہ کی۔

یہ دھمکی سن کر آذر کے ہوش اڑ گئے۔

''اور رہی محبت تو تم کیا جانو کیا سمجھو کہ محبت کیا ہے۔'' زہرہ اپنی کہے جا رہی تھی۔ ''تم تو بس وقت سے پہلے بڑے ہو گئے ہو اور تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟ کیا سمجھتے ہو مجھے؟ تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا اور وہ مجھے یوں چھوتا تو خدا کی قسم، ہاتھ کاٹ کر پھینک دیتی اس کا۔ خون پی جاتی۔ تم مجھے ذلیل کرتے ہو میری اپنی نظر میں۔''

''لیکن آپا، میں آپ سے محبت کرسکتا ہوں۔ مجھے آپ سے اچھا کبھی کوئی نہیں لگے گا۔ میں آپ سے......''

زہرہ نے اس کی بات کاٹ دی لیکن اس کا لہجہ بہت نرم تھا۔ ''آخر ہو تو چھوٹے ہی۔ وہی راگ الاپے جا رہے ہو۔ دیکھو...... میں کوئی بھی ہوں، سب سے بڑی حقیقت یہ ہے کہ میں تم سے عمر میں بہت بڑی ہوں......''

اس موقع پر آذر کو کوئی دور کی سی آواز سنائی دی۔ کوئی اسے پکار رہا تھا۔ شاید اس کے کمرے کے سامنے لیکن اس نے پکار پر کوئی توجہ نہیں دی۔ گفتگو اس نہج پر تھی کہ وہ زہرہ کے ہمہ تن سماعت بن گیا تھا۔ وہ کچھ اور سن ہی نہیں سکتا تھا۔

زہرہ کی بات جاری تھی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ''تم پیدا ہوئے تو میں ہوش مند لڑکی تھی۔ تم میرے وہ نومولود بھائی تھے، جو مجھے کبھی نہیں مل سکا تھا۔ میں نے تمہیں گودوں میں کھلایا ہے۔ تمہارا گو موت کیا ہے میں نے۔ اس لئے تم میری نظر میں چھوٹے ہو اور ہمیشہ چھوٹے ہی رہو گے۔ اب توبہ کرو میرے سامنے۔''

آذر کو وہ پکار اب بھی سنائی دے رہی تھی لیکن اب آواز دھیمی تھی۔ اس نے ذرا دھیان دیا تو اسے احساس ہوا کہ پکارنے والا اب اس کے کمرے میں ہے پھر وہ آواز بھی پہچان گیا۔ وہ ابا جان تھے۔ اس پر خوف طاری ہو گیا۔

وہ لپک کر کمرے سے نکلا۔ اسی لمحے ابا جان اس کے کمرے سے نکلے۔ وہ اس کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ اس نے کہا۔ ''جی ابا جان!''

لیکن ابا جان چہرے پر چٹان کی سی سختی لئے اس کی طرف دیکھے بغیر گزر گئے۔ وہ چند لمحے انہیں جاتے دیکھتا رہا اور الجھتا رہا۔ ابا جان ناراض کیوں لگ

رہے ہیں۔ اسے خیال آیا کہ شاید وہ دیر سے اسے پکار رہے تھے۔ اس نے ان کی پکار یاد کی تو خیال آیا کہ اس وقت ان کی آواز اور لہجے میں غصہ نہیں تھا تو پھر اب کیا ہو گیا؟ اس کا دل خوف اور اندیشوں سے بھر گیا۔ اسے معلوم کچھ بھی نہیں تھا لیکن یہ یقین تھا کہ کوئی بہت بری بات ہوئی ہے۔

اس پریشانی میں اسے پتہ بھی نہیں چلا کہ وہ زہرہ کے کمرے کے بجائے اپنے کمرے میں آ گیا ہے۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ کمرے کا جائزہ لیا۔ کمرا ویسا ہی تھا، جیسا وہ چھوڑ کر نکلا تھا۔ اب وہ زہرہ کے اور اس کی گفتگو کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

یہ کہتے ہوئے زہرہ کے لہجے میں قطعیت تھی کہ وہ ہمیشہ اسے چھوٹا سمجھے گی۔ وہ جھنجلانے لگا۔ چھوٹا تو وہ اب بھی نہیں ہے۔ چھوٹے بچے ایسی تصویریں نہیں بناتے جیسی وہ بنا رہا ہے......

تصویر کا خیال آتے ہی اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا اور تصور میں ابا جان کا ناراض چہرہ لہرا گیا۔ ساتھ ہی اس پر تھرتھری چڑھ گئی۔ اس نے لرزتے ہاتھوں سے اس کتاب کو اٹھایا، جس میں وہ زہرہ کی تصویر رکھ گیا تھا۔

تصویر کتاب کے نیچے میز پر رکھی تھی!

اس نے سکون کی سانس لی مگر وہ لمحہ بھر کی بات تھی۔ اگلے ہی لمحے وہ پہلے سے زیادہ خوف زدہ ہو گیا۔ تصویر اس نے میز پر، کتاب کے نیچے نہیں، کتاب میں رکھی تھی اور اب تصویر کتاب میں نہیں...... کتاب کے نیچے ملی تھی۔

اس کا مطلب ہے کہ تصویر ابا جان نے دیکھ لی ہے۔

یہ خیال ہی اس کے لئے لرزا دینے والا تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ یہ محض خیال نہیں حقیقت ہے۔ ابا جان جس غصے میں گئے تھے، وہ ظاہر کرتا تھا کہ انہوں نے تصویر دیکھ لی ہے ورنہ پہلے تو وہ اسے نرمی سے پکار رہے تھے۔

جاری ہے...

اب وہ ابا جان سے کیسے نظریں ملائے گا۔ وہ تو ان کا سامنا بھی نہیں کر سکے گا۔ وہ سوچتا رہا اور ہولتا رہا۔ عشق کا بھوت اس کے سر سے ایسا اترا کہ اسے زہرہ کا خیال بھی کئی دن تک نہیں آیا۔

ایک ہفتہ ایسا گزرا، جیسے سزائے موت پانے والا مجرم اپنے وقت کا انتظار کرتا ہے۔ اس ایک ہفتے میں ابا جان کا کوئی ردعمل سامنے نہیں آیا۔ بات وہ ویسے بھی کم ہی کرتے تھے۔ لیکن اس دوران میں جب بھی سامنا ہوا، ابا جان نے منہ پھیر لیا۔ ان سے بات کرنے کی اسے ہمت بھی نہیں ہوئی۔

دسویں دن امی نے اسے بلایا۔ ان کے چہرے پر بڑی گھمبیرتا تھی۔ ''بیٹے...... میں نے تمہیں یہ کہنے کے لئے بلایا ہے کہ ولایت جانے کی تیاری کر لو۔''

آذر کے تو پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ اسے سنبھلنے میں چند منٹ لگے۔ ''یہ اچانک......''

''اچانک نہیں۔ تمہارے ابا جان مہینوں...... اور بعض اوقات برسوں سوچتے ہیں۔ ہاں اعلان اچانک کرتے ہیں۔''

آذر نے احتجاج سے پہلے اپنا حوصلہ مجتمع کیا، ''لیکن امی، میں یہیں پڑھنا چاہتا ہوں۔ میں انگلینڈ نہیں جانا چاہتا۔'' بالآخر اس نے کہا۔

تم جانتے ہو کہ تم چاہو یا نہ چاہو، تمہیں کرنا یہی ہے۔'' امی نے اسے ہمدردانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''یہ تو زیادتی ہے امی!''

''غلط سمجھ رہے ہو۔ تمہارے ابا جان نے تمہاری بہتری کی خاطر فیصلہ کیا ہوگا۔ تم تو ابھی اپنا برا بھلا نہیں سمجھ سکتے۔''

''میں اتنا نا سمجھ نہیں ہوں جتنا آپ اور ابا جان سمجھتے ہیں۔''

''بہر حال بیٹے، یہ تمہارے ابا جان کا حکم ہے اور تم جانتے ہو کہ یہ ٹل نہیں سکتا۔''

آذر کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ جانتا تھا کہ ابا نے اسے سزا دی ہے لیکن یہ سزا کتنی سخت ہے، یہ ابا جان بھی نہیں جانتے تھے۔ اپنے گھر سے دور جانا اور دور رہنا، اور خاص طور پر زہرہ سے دور رہنا بہت بڑی سزا تھی۔ اسے یقین نہیں تھا کہ وہ زندہ رہ سکے گا۔

اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر امی کی آنکھیں بھی ڈبڈبا گئیں۔ ''تمہارے ابا جان کے اس فیصلے سے مجھے جو تکلیف پہنچی ہے، وہ تمہاری تکلیف سے بہت بڑی ہے بیٹے!'' انہوں نے اسے سینے سے لگا کر کہا۔ ''لیکن تمہارے ابا جان کی خوشنودی اور تمہاری بہتری کے خیال سے دل پر پتھر رکھ لیا ہے۔''

آذر سے کچھ نہیں کہا گیا۔ باپ کے سامنے دم مارنے کا وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ بے بسی اور دکھ کے احساس سے نڈھال ہو کر وہ رو پڑا۔ امی کا ضبط بھی

جواب دے گیا۔ دونوں دیر تک روتے رہے۔

اس رات وہ زہرہ کے پاس بھی گیا۔ ''آپا...... ابا جان مجھے انگلینڈ بھیج رہے ہیں۔'' اس نے کہا۔

''ہاں چھوٹے مرد، میں جانتی ہوں۔'' زہرہ کے لہجے میں اداسی تھی۔

''میرے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے آپا!''

زہرہ اس کی تبدیلی پر مسکرائی۔ وہ اس کا نام نہیں لے رہا تھا، آپا کہہ رہا تھا۔ ''یہ زیادتی نہیں ہے آذی۔ بہتری کے لئے قربانی تو دینی پڑتی ہے۔ کچھ کھو کر ہی کچھ بن سکتا ہے آدمی۔ یہ کوئی سزا نہیں، انعام ہے عمو جان کی طرف سے۔''

آذر نظریں چرانے لگا۔ وہ کیسے بتاتا کہ یہ واقعی سزا ہے۔ یہ کہتا تو اسے جرم بھی بتانا پڑتا۔ جو اسے گوارا نہیں تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ میں نے آپکو بہت ستایا ہے آپا، مجھے معاف کر دیجئے گا۔''

زہرہ اور بھی خوش ہو گئی۔ وہ اسے آپ کہہ رہا تھا۔ ''ایسی کوئی بات نہیں ننھے منے۔ چھوٹے کیا، غلطیاں تو بڑے بھی کر دیتے ہیں بس غلطی کا احساس ہو جائے اور اس کی اصلاح کر دی جائے یہی بہت ہے۔''

آذر نے ایک جھٹکے سے اپنے آنسو پونچھ ڈالے۔ ''انگلینڈ جانے میں فائدہ بھی ہے آپا! میرا کام آسان ہو جائے گا۔'' اس نے کہا۔

''کون سا کام؟'' زہرہ نے پوچھا۔

''مجھے مر جانا ہے۔ وہاں میں آسانی سے مر جاؤں گا۔''

زہرہ نے ملامتی نظروں سے اسے دیکھا۔ ''چھی، چھی کیسی گندی باتیں کرتے ہو۔ جینا شروع کیا نہیں اور مرنے کی باتیں کرنے لگے۔''

''آپ نہیں سمجھیں گی آپا! میں آپ سے محبت کرتا ہوں اور آپ مجھے ڈانٹتی ہیں۔ میں تو یوں بھی آپ کے بغیر مر جاؤں گا۔ اتنی دور جا کر یہ کام آسانی سے ہو جائے گا۔ دیکھ لیجئے گا آپا، میں مر جاؤں گا آپ کے بغیر۔''

زہرہ نے چاہتے ہوئے بھی اس کی سرزنش نہیں کی۔ اتنی دور جانے والوں کا خیال تو رکھنا پڑتا ہے۔ الٹا اس نے اپنے زانو پر اس کا سر رکھ لیا اور اسے تھپکنے لگی۔

☆......☆......☆

آذر نے جام سے ایک اور گھونٹ لیا اور تلخی سے مسکرایا۔ اس مرنے والی بات کو 76 سال ہو چکے تھے۔ زہرہ جوانی میں ہی مر گئی تھی۔ اب تو اس کی

ہڈیاں بھی خاک ہو گئی ہوں گی اور وہ اس کے بغیر بھی اب تک زندہ تھا۔ اس نے طویل عمر پائی تھی۔ اور وہ بھی صحت اور تندرستی کے ساتھ۔
بارہ سال کی عمر میں آدمی ایسا ہی رومینٹک ہوتا ہے۔ اس نے سوچا۔ بات بات پر مرنے کی تیاری کرتا ہے۔ زہرہ نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ کچی عمر کے لڑکے جینا شروع کئے بغیر مرنے کی باتیں کرنے لگتے ہیں۔
اس نے جام میز پر رکھا اور دوبارہ ماضی کی کھڑکی سے جھانکنے لگا۔

☆......☆......☆

خان بہادر جمیل الرحمان کے لئے اپنے بیٹے کو انگلینڈ بھجوانا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ انگریزوں سے اس کے مراسم بہت گہرے تھے۔ کیوں نہ ہوتے۔ ان کے اور انگریزوں کے درمیان رشتہ ہی ایسا تھا۔ وفاداری کا رشتہ۔ 1857ء میں ان کے والد نے اور اس کے بعد جمیل الرحمان نے اپنے انگریز رہنماؤں کے لئے گراں قدر اور بیش بہا خدمات انجام دی تھیں۔ اس کے صلے میں نہ صرف انہیں بڑی بڑی جاگیریں ملیں بلکہ وائسرائے اور دیگر بارسوخ انگریزوں سے ان کے ذاتی تعلقات بھی قائم ہوئے۔ سو بیٹے کو انگلینڈ بھجوانا ان کے لئے کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ بس مسئلہ یہ تھا کہ پہلی جنگ عظیم شروع ہو چکی تھی۔ بہرحال جنگ میں زندگی کہاں رہتی ہے۔ آذر جمیل کا جانا بھی نہ رک سکا۔ بالآخر وہ انگلینڈ چلا گیا۔
شروع شروع میں آذر کو بہت پریشانی ہوئی۔ اس کی کئی وجوہات تھیں۔ وہ انڈیا کے بہترین اسکول میں تعلیم پا رہا تھا۔ انگریزی بڑی روانی سے بولتا تھا لیکن یہاں تو ماحول ہی مختلف تھا۔ آکسفورڈ کے لہجے کی شستگی سے تو بیشتر انگریز بھی محروم رہتے ہیں۔ وہ تو پھر کالا ہندوستانی تھا۔ دوسری وجہ اس کی اداسی اور گرفتگی تھی۔ گھر چھوڑ کر اتنی دور پردیس آنا کوئی معمولی بات نہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ آدمی بارہ سال کی عمر میں اپنی پہلی محبت سے بہ جبر دور کر دیا گیا ہو۔ وہ انگلینڈ پہنچا تو بہت دل شکستہ تھا۔
پھر اسے یہ احساس دلایا گیا کہ یہاں وہ خان بہادر کا بیٹا نہیں، محض ایک غلام زادہ ہے۔ اس کے باپ اور دادا نے اپنے ہم وطنوں کے لہو کا سودا کر کے اپنے اور اپنی اولاد کے لئے ایک خطاب اور بے شمار مراعات اور انعامات ضرور حاصل کر لئے ہیں، لیکن وہ اول و آخر غلام ہیں۔ طبقہ امرا میں شامل ہونا تو دور کی بات ہے، وہ عام انگریزوں کی برابری بھی نہیں کر سکتے۔
سو آذر جمیل گھٹ کر رہ گیا۔ اسکول جانے کے بعد اس کے دو ہی کام رہ گئے...... گھر خط لکھنا اور تصویر بنانا۔ گھر خط لکھنے کا معاملہ بھی عجیب تھا۔ زیادہ تر خط وہ زہرہ کو لکھتا تھا...... اور لکھ کر خود ہی پڑھتا تھا اور پڑھ کر پھاڑ دیتا تھا۔ اس کے علاوہ کبھی امی کو خط لکھ دیا تو اسے پوسٹ بھی کر دیتا۔ کئی بار اسے خیال آیا کہ ابا جان کو خط لکھے اور ان سے معافی مانگے مگر اس خیال کے ساتھ ہی اس کے اندر ایک سرکشی سر ابھارتی۔ ابا جان کے لئے اس کے ذہن

میں ایک لفظ گونجنے لگتا تھا۔غدار......غدار۔اس کے اندر باپ کی محبت مزاحمت کی شکل میں ابھرتی لیکن غدار کی پکار کے سامنے اس کی ایک نہ چلتی۔ وہ کبھی ابا جان کو خط لکھ سکا۔ابا جان نے بھی کبھی اسے خط نہیں لکھا۔شاید وہ اسے معاف نہ کرنے کا تہیہ کر چکے تھے۔

ان سب باتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ سارا زور مصوری پر پڑ گیا۔اس نے آخری پناہ کے طور پر مصوری کا سہارا لیا تھا۔لیکن مصوری نے اس پر انگلینڈ کی سوشل لائف کے دروازے کھول دیئے۔

یورپ وہ خطہ زمین ہے، جہاں کی ثقافت مصوری کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ ہندوستان میں اسے مصوری کے حوالے سے کوئی پوچھتا بھی نہیں تھا۔لیکن انگلینڈ میں یہ حوالہ بہت معتبر ٹھہرا۔اس کے روم میٹ کے ذریعے اس کی مصوری کی شہرت رات کی رانی کی خوشبو کی طرح پھیلنے لگی۔

سب سے پہلے اسکول کے ایک ٹیچر نے اس سے مصوری کے بارے میں استفسار کیا۔پھر پرنسپل نے اسے بلا کر پوچھا۔پرنسپل نے اس کا کام بھی دیکھا اور بہت متاثر ہوا۔پہلی بار کسی نے اس کی حوصلہ افزائی کی اور ہر ممکن مدد اور رہنمائی کی پیشکش کی۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ اسکول میں کالے غلام زادے کی بجائے ایک اہم آرٹسٹ کی حیثیت اختیار کر گیا۔

کچھ عرصے کے بعد اسے پارٹیوں میں مدعو کیا جانے لگا۔آہستہ آہستہ اس کا لیول بڑھا اور وہ طبقہ امراء تک جا پہنچا پھر اسے آرتھر کنگسلے نے اپنی شاگردی میں لے لیا۔آرتھر کوئی بڑا مصور نہیں تھا لیکن جہاں تک مصوری کی تاریخ اور فن مصوری کی باریکیوں کا تعلق ہے تو وہ بلاشبہ بڑا عالم تھا۔وہ ہر بڑے مصور کے اسٹائل سے واقف تھا اور ان کے عیوب ومحاسن سے بھی باخبر تھا۔دوسری طرف آذر میں مصوری کی فطری صلاحیت تھی۔ آرتھر سے اسے بہت کچھ حاصل ہوا بلکہ سچ یہ ہے کہ آج وہ جو کچھ بھی تھا اس میں آرتھر کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔

آذر کی ذہنی نشو ونما کی رفتار بھی بہت تیز تھی۔ وہ بہت صحت مند اور زندگی کی توانائیوں سے بھرپور لڑکا تھا۔سولہ سال کی عمر میں وہ ایک خوبرو نوجوان تھا۔اسے جنس مخالف کی توجہ کی کبھی کمی محسوس نہیں ہوئی بلکہ اسے توجہ کی زیادتی کی شکایت تھی۔ ہندوستان کے گھٹے گھٹے ماحول کے مقابلے میں اسے انگلینڈ میں بہت زیادہ آزادی نظر آئی۔ حالانکہ انگریز بے حد قدامت پرست تھے لیکن آذر کی سمجھ میں یہ قدامت پرستی نہیں آتی تھی۔ بہرکیف جب وہ چھٹیاں گزارنے پیرس اور روم گیا تو اسے اندازہ ہوا کہ انگریز آزادی کے معاملے میں یورپ سے کتنا پیچھے ہیں۔

وطن میں جو کچھ ہوا تھا، اس کے حوالے سے اپنے بارے میں آذر کا ایک امیج بن گیا تھا اور وہ امیج بہت خراب تھا۔اپنی نظر میں وہ نفسانی وحیوانی خواہشات کا اسیر ایک بگڑا ہوا بچہ تھا لیکن اس بچے نے انگلینڈ اور یورپ میں اسے حیران کر دیا۔وہیں اس کا خود سے پہلا تعارف ہوا۔ جہاں جلوے خود نگاہوں پر مہربان ہوتے ہوں، وہاں نگاہوں کی بے نیازی معمولی بات نہیں ہوتی۔ یہاں حسن دامن گیر تھا اور وہ دامن بچا کر گزرتا تھا۔کچھ ہی

عرصے اس میں کا خود پر اعتماد بحال ہوگیا۔ وہ حسن پرست ضرور تھا، بوالہوس نہیں تھا۔ اس کے تصور پر زہرہ کی حکمرانی تھی۔ زہرہ جیسا حسین دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ اعضاء کا وہ تناسب جو زہرہ میں تھا، جسے اس نے تصویر میں اور بہتر بنانے کی کوشش کی تھی، دنیا میں کسی کے پاس نہیں تھا مگر یہ صرف اسی کی نظریں دیکھ سکتی تھیں۔

زہرہ کی وہ NUDE تصویر، جو فساد کا باعث بنی تھی، اس کی رفیق تھی۔ وہ اپنے سامان میں اس تصویر کو رکھنا نہیں بھولا تھا۔ وقتاً فوقتاً وہ اس تصویر کو دیکھتا اور تصور میں گھر پہنچ جاتا۔ جس کا تصور اب اسے خواب سا لگتا تھا۔ حقیقت سے کوسوں دور۔

انگلینڈ میں اسے سات سال ہوگئے۔ نفسانی خواہشیں اور جسمانی تقاضے تو اس کے وجود میں بہت پہلے سر اٹھا چکے تھے۔ اب ماحول بھی سازگار تھا اور آوارگی کے مواقع بھی حاصل تھے مگر حیرت انگیز طور پر اس نے ان سے استفادہ نہیں کیا۔ وہ بس زہرہ کے تصور سے حظ اٹھاتا رہا۔ لندن میں عورتوں کے حلقوں میں اسے برف کا انسان اور لاوے کا مصور کہا جاتا تھا۔ اس کے فن میں جذبوں کی حدت اور جذبات کی تپش تھی۔

اکیس سال کی عمر میں اس نے تعلیم مکمل کر لی۔ پرنسپل کا کہنا تھا کہ اسے پیرس کی آرٹ اکیڈمی میں بھی تعلیم حاصل کرنی چاہئے لیکن اس نے ابا جان کو اس سلسلے میں خط لکھنے سے صاف انکار کر دیا۔ پرنسپل نے خان بہادر صاحب کو خط لکھا اور اجازت لے لی۔ پیرس کی آرٹ اکیڈمی سے دو سال بعد اسے سند مل گئی۔ اب اسے وطن واپس جانا تھا۔

وطن واپس جاتے ہوئے اس کا وجود ابا جان کے لئے محبت اور شکر گزاری سے لبریز تھا۔ ابا جان نے اسے انگلینڈ یوں بھیجا تھا، جیسے کالے پانی کی سزا دی ہو لیکن درحقیقت وہ اس کے لئے بہت بڑا انعام ثابت ہوا تھا۔ اس نے خود کو اور اپنی صلاحیتوں کو پہچانا تھا۔ اب وہ اپنے بارے میں زیادہ جانتا تھا......سب سے بڑی بات یہ کہ وہ ایک بڑا مصور بننے کے مرحلے میں داخل ہوگیا تھا۔ یورپ کے تجربات نے بھی اسے بہت کچھ سکھایا تھا۔

☆......☆......☆

آذر نے چونک کر دیکھا۔ اسٹوڈیو میں جانے کب سے اندھیرا تھا۔ وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا تھا۔ رات ہو چکی تھی۔ اس نے اٹھ کر مختلف سوئچ دبائے اور اسٹوڈیو بقعہ نور بن گیا۔ وہ اپنی جگہ آ کر بیٹھا اور جام اٹھا کر ایک گھونٹ لیا اور دوبارہ یادوں میں کھو گیا۔

☆......☆......☆

ایئرپورٹ پر اسے ریسیو کرنے کے لئے صرف اختر بھائی آئے تھے اور آتا بھی کون۔ ابا جان کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ وہ بڑی محبت سے اختر بھائی سے لپٹ گیا۔ اختر بھائی سے کبھی اس کی قربت نہیں رہی تھی۔ مگر گیارہ سال کی جدائی نے ان کی دبی ہوئی محبت کو ابھار دیا تھا۔

وہ گلے مل کر پیچھے ہٹا تو اختر بھائی رو رہے تھے۔ ''خدا کا شکر ہے کہ تم آ گئے۔'' انہوں نے آنسو پونچھتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

وہ حیرت سے بھائی کو دیکھتا رہا۔ وہ اس سے اتنی محبت کرتے ہیں، یہ تو اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔

گھر جاتے ہوئے راستے میں وہ بار بار اختر بھائی کو غور سے دیکھتا رہا۔ وہ اس سے چار سال بڑے تھے۔ اس حساب سے وہ صرف 27 سال کے ہوئے لیکن وہ اتنے بڑے لگ رہے تھے جیسے ایک دم ادھیڑ عمر ہو گئے ہوں۔ شاید اس لئے کہ اتنے برسوں میں اس نے ان کی ایک جھلک بھی نہیں دیکھی تھی۔

گھر پہنچ کر اسے اور بڑا شاک لگا۔ امی تو بالکل ہی بوڑھی ہو گئی تھیں۔ ان کے سارے بال سفید ہو گئے تھے۔ چہرہ جھریوں سے بھر گیا تھا۔ ان کی نظر بھی کمزور ہو گئی تھی۔ تبھی تو وہ اس کے چہرے کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھ رہی تھیں۔ پھر انہوں نے اسے سینے سے بھینچا اور بلک بلک کر رونے لگیں۔

آذر کو پہلی بار انگلینڈ میں گزارے برسوں کا ملال ہوا۔ اس عرصے میں گھر کے لوگ کتنے بدل گئے تھے۔ جس وقت نے اسے سنوارا تھا، اس نے اس کے گھر کے تمام لوگوں کے ساتھ بہت سختی برتی تھی جیسے وہ انہیں روندکر گزرا ہو۔

امی دیر تک روتی رہیں۔ وہ بھی روتا رہا۔ انہیں سنبھلنے میں خاصی دیر لگی۔ بالآخر امی نے شکستہ لہجے میں کہا ''اپنے کمرے میں جاؤ اور نہا دھو کر تازہ دم ہو جاؤ۔''

نوکر نے اس کا سامان کمرے میں پہنچا دیا تھا۔ اس نے کمرے میں جا کر اپنے لئے کپڑے نکالے، غسل خانے جانے کے ارادے سے وہ کمرے سے نکلا تو دل مچل گیا۔ اب تک اس نے کسی سے زہرہ کے بارے میں نہیں پوچھا تھا، مگر اب اس کے کمرے کو دیکھ کر ضبط جواب دے گیا۔

اس نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی، دروازہ دھکیلا اور اندر داخل ہو گیا۔

وہ اس کے لئے ایک اور بڑا شاک تھا۔ جو کچھ وہ دیکھ رہا تھا، وہ مکمل طور پر اس کی توقع کے برعکس تھا۔ زہرہ کمرے میں نہیں تھی۔ اس میں تو ایسی کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی بشرطیکہ اسے یہ خیال آتا کہ زہرہ شاید امی کے پاس ہے یا باورچی خانے میں کام کر رہی ہے۔ ابھی آ جائے گی لیکن گیارہ برس کے بعد اس کمرے میں بے تابانہ داخل ہونے والے کے دل میں ایک لمحے کو بھی یہ خیال نہیں آیا۔ اس کا تو دل دھک سے رہ گیا۔

کمرہ ویسا ہی تھا، کچھ بھی نہیں بدلا تھا لیکن ہر چیز پر گرد کی اتنی دبیز تہہ تھی کہ کسی چیز کی اصل صورت دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ دیواروں پر اور چھت پر مکڑیوں نے بڑے بڑے جالے بُن دیئے تھے۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ مہینوں ...... بلکہ سالوں سے کسی نے کمرے میں قدم بھی نہیں رکھا ہے۔

اس کا دل خوف اور اندیشوں سے بھر گیا۔ اسے لگا کہ وہ کسی آسیب زدہ مقام پر کھڑا ہے۔ یہ سب کیا ہے۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

اچانک باہر کسی نے اسے پکارا۔ پھر آواز سے ایسا لگا، جیسے پکارنے والا اس کے کمرے میں چلا گیا ہے۔ ایک دم سے وہ بارہ سال کا لڑکا ہوگیا۔ ابا جان نے بھی تو اس دن اسے ایسے ہی پکارا تھا۔ اس نے سننے میں دیر کردی تھی اور اس کا نتیجہ کتنا بھیانک نکلا تھا۔ آج پھر ابا جان اسے پکار رہے ہیں، اس مرتبہ دیر نہیں ہونی چاہئے۔

وہ لپک کر کمرے سے نکلا۔ اسی لمحے اس کے کمرے سے ابا جان نکلے۔ اسے یقین ہوگیا کہ اس بار بھی ابا جان اس سے منہ پھیر کر کچھ کہے بغیر نکل جائیں گے اور پھر ایک لمبی سزا اس کا مقدر ہوگی لیکن نہیں ...... اس بار وہ ایسا نہیں ہونے دے گا۔ یہ تو ظلم ہے لیکن ابا جان اس کی طرف بڑھتے۔ عجیب سی نظروں سے اسے دیکھتے رہے تھے پھر بولے۔ ''کیا بات ہے؟ میں کب سے آوازیں دے رہا ہوں۔''

وہ آواز بھی اس کے لئے شاک کا باعث بنی۔ یہ آواز ...... یہ ابا جان تو نہیں۔ اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ آنکھوں کے سامنے چھائی ہوئی دھند صاف ہونے لگی۔ اس نے حیرت سے دیکھا۔ وہ تو اختر بھائی تھے۔

''کیا بات ہے؟ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے۔؟'' اس بار اختر بھائی کے لہجے میں تشویش تھی۔

''یہ سب کیا ہے بھیا؟'' آذر نے زہرہ کے کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''زہرہ آپا کہاں ہیں؟''

اختر بھائی کے چہرے پر حیرت نظر آئی۔ ''تمہیں معلوم تو ہے۔ آپا اپنے گھر میں ہیں۔ شادی کے بعد لڑکیاں اپنے گھر میں ہی رہتی ہیں۔''

آذر نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ ''کب ہوئی ان کی شادی؟''

''تم تو ایسے بات کر رہے ہو، جیسے تمہیں معلوم ہی نہیں۔ ان کی شادی کو تو دس سال ہوگئے۔ تمہیں انگلینڈ گئے ایک سال بھی نہیں ہوا تھا کہ ان کی شادی ہوگئی۔''

''مجھے واقعی نہیں معلوم بھیا!'' اس نے جیسے فریاد کی۔

''یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ابا جان نے تمہیں خط لکھا تھا۔''

''ابا جان نے مجھے کبھی خط نہیں لکھا تھا۔''

''حیرت ہے۔ ابا جان کا حکم تھا کہ گھر میں کوئی اور تمہیں خط نہیں لکھے گا۔ وہی تمہیں خط لکھتے رہیں گے۔ کیا واقعی تمہیں آپا کی شادی کا پتا نہیں؟''

''صرف یہی نہیں۔ مجھے کبھی کسی نے ایک خط بھی نہیں لکھا۔ ابا جان نے بھی نہیں۔''

اختر بھائی کی آنکھوں سے الجھن جھانکنے لگی۔ ''حیرت ہے۔ ابا جان نے ایسا کیوں کیا؟ خیر اب ان سے کوئی پوچھ بھی نہیں سکتا؟''

یہ سچ تھا۔ ابا جان سے کون پوچھتا کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا۔ یہ بات آذر بھی جانتا تھا لیکن اس لمحے اس کے سینے میں جو لاکھی سا دہک اٹھا۔ ابا جان کی محبت اور شکر گزاری جو وہ انگلینڈ سے لے کر آیا تھا، جل کر بھسم ہو گئی۔ ابا جان کو دیکھنے اور ان سے لپٹنے کی تڑپ سرد پڑ گئی۔ سب اچھے جذبوں کی جگہ غصے اور نفرت نے لے لی۔ اس وقت وہ اس کے سامنے ہوتے تو وہ یقیناً ان سے بدتمیزی کر بیٹھتا۔ اب وہ ان کا سامنا کرنا بھی نہیں چاہتا تھا۔

''جاؤ......تم جا کر نہا لو۔'' اختر بھائی نے کہا۔

''بھیا پلیز، اس کمرے کی صفائی کرا دیں۔ میں اسے پہلے جیسا دیکھنا چاہتا ہوں۔''

اختر بھائی مسکرائے۔ ''یہ کام ابھی ہو جائے گا۔ تم جاؤ۔''

وہ غسل خانے میں چلا گیا لیکن ٹھنڈا پانی بھی اس کے غصے اور نفرت کی آگ کو سرد نہ کر سکا۔

نہا کر لباس تبدیل کرنے کے بعد وہ باہر نکلا تو ڈیوڑھی میں چلا گیا۔ وہاں جاگیر کا بڑا کارندہ نعمت علی بیٹھا تھا۔ اسے دیکھ کر وہ ہڑبڑا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

آپ کیسے ہیں چھوٹے سرکار؟ اس کے لہجے میں احترام تھا۔

''ٹھیک ہوں نعمت علی!'' اس نے کہا۔ ''تم سناؤ کیسے ہو؟''

''اللہ کا شکر ہے چھوٹے سرکار۔ آپ کے سائے میں عزت سے جی رہے ہیں۔''

''کیسے آئے ہو؟''

''بڑے سرکار سے ملنے آیا ہوں۔''

''وہ تو گھر نہیں ہیں۔''

نعمت علی الجھا ہوا نظر آنے لگا۔ ''انہوں نے مجھے بلوایا ہے چھوٹے سرکار۔ ابھی دو منٹ پہلے مجھے ان کا پیغام ملا تو میں دوڑا آیا ہوں۔''

تو کیا ابا جان گھر میں موجود ہیں؟ اور مجھ سے نہیں ملے! خیر میں بھی کب ان سے ملنا چاہتا ہوں۔......

وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اختر بھائی ڈیوڑھی میں آئے۔ نعمت علی نے لپک کر ان کی دست بوسی کی۔ ''کیا حکم ہے بڑے سرکار؟'' اس نے عاجزی سے پوچھا۔

آذر نے چونک کر اختر بھائی کو دیکھا۔ اس لمحے وہ بالکل بدل کر رہ گئے تھے۔ ان کے چہرے پر، ان کے انداز میں عجیب سا جاہ و جلال اور تمکنت تھی۔

پھر وہ بولے تو ان کا لہجہ بھی ابا جان کا سا تھا۔ ''نعمت علی، تمہیں فوری طور پر جہانگیر پور جانا ہے، فصلوں کا حساب کر کے لے آؤ۔''

''جو حکم سرکار کا۔'' نعمت علی نے کہا اور فوراً ہی چلا گیا۔

آذر کی سمجھ میں پہلے تو کچھ نہیں آیا مگر اس کا دل اندیشوں سے بھر گیا۔ وہ حیران تھا کہ گھر واپسی پر یہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ یہ کیس ذہنی اٹھا پٹخ ہے جو اس کے اعصاب توڑے ڈال رہی ہے۔

''یہ سب کیا ہے بھیا؟''

''کیا...... میں سمجھا نہیں۔'' اختر بھائی بولے۔

پہلے تو آذر خود بھی نہیں سمجھا تھا کہ وہ کس بات پر ہراساں ہے مگر ٹوٹتی زبان میں لفظ اس کی زبان سے نکلے تو بات اس کی سمجھ میں آ گئی۔ اس کا پورا جسم کسی کمزور سوکھے پتے کی طرح لرزنے لگا۔ ''بھیا آپ...... اور بڑے سرکار۔''

اس کے دیکھتے ہی دیکھتے اختر بھائی کا چہرہ پچکنے لگا۔ ان کے کندھے جھک گئے۔ ایک دم سے وہ ادھیڑ عمر اور پژمردہ نظر آنے لگے۔ انہوں نے اس کے کندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ''آؤ میرے ساتھ۔''

اندیشے آذر کے شعور میں حقیقت کا روپ دھارتے جا رہے تھے۔ اس نے اختر بھائی کا ہاتھ جھٹک دیا۔ ''آپ بتاتے کیوں نہیں مجھے؟''

''کہہ تو رہا ہوں۔ آؤ میرے ساتھ۔'' اختر بھائی کی آواز رندھ گئی تھی۔ ''آؤ...... امی کے پاس چلیں۔''

اختر بھائی اس کا ہاتھ تھام کر امی کے کمرے میں لے گئے۔ امی نماز پڑھنے کے بعد جا نماز سمیٹ رہی تھی۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ نماز پڑھنے کے دوران میں روتی رہی ہیں۔ ان کی آنکھیں متورم ہو رہی تھیں۔

''امی...... اب آپ ہی بتا دیں اسے۔'' اختر بھائی نے ٹوٹتی آواز میں کہا۔

امی نے سر اٹھا کر پہلے اختر اور پھر آذر کے چہروں کو دیکھا۔ ان کے چہرے پر اور آنکھوں میں ایک طرح کی استقامت ابھری۔ انہوں نے بڑی نرمی سے آذر کا ہاتھ تھاما اور اسے اپنے تخت کی طرف لے چلیں۔ تخت پر بیٹھنے کے بعد انہوں نے اس سے کہا۔ ''اوپر آ کر لیٹ جاؤ۔ میری گود میں سر رکھ کر۔''

اس وقت آذر کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ نہ اسے کچھ سجھائی دے رہا تھا۔ وہ گم صم سا تخت پر بیٹھ گیا۔ ''امی...... کیا بات ہے، مجھے بتائیں تو۔ ابا جان کی موجودگی میں بھیا بڑے سرکار کیسے بن گئے؟''

امی نے زبردستی اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔ ''اللہ کی یہی مرضی ہے بیٹے!'' وہ لرزیدہ آواز میں بولیں۔

آذر ان لفظوں کے مفہوم سے آشنا تھا مگر اس کے اندر انہیں قبول کرنے کے لئے آمادگی نہیں تھی۔ ''امی..... مطلب کیا ہے آپ کا؟''

آذر کے چہرے پر گرم گرم آنسو گرے تو وہ تڑپ کر اٹھ بیٹھا۔ ''تمہارے ابا جان اس اب دنیا میں نہیں ہیں۔'' امی نے بڑی مشکل سے کہا۔

آذر نے بڑی بے یقینی سے انہیں دیکھا۔ وہ بے آواز رو رہی تھیں۔ اس نے اختر بھائی کو دیکھا۔ وہ بھی خاموشی سے رو رہے تھے۔ آذر جان گیا تھا کہ یہ سچ ہے مگر پھر بھی اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ ''یہ کب کی بات ہے؟'' اس کے لہجے میں ٹھہراؤ تھا۔ ایک دم سے وہ بہت بڑا ہو گیا تھا۔..... شاید اختر بھائی کی طرح!

''سوا سال ہو گیا۔'' امی نے دھیمی آواز میں کہا۔

آذر کے اندر جیسے دھماکہ ہوا۔ وہ پھٹ پڑا۔ ''اور کسی نے مجھے اطلاع نہیں کی۔ جیسے میں اس گھر کا فرد ہی نہیں ہوں۔'' اب وہ شیر کی طرح دھاڑ رہا تھا۔ ''اب مجھے معلوم ہوا کہ یہ میرا گھر نہیں ہے۔ پہلے پتا چل گیا ہوتا تو میں یہاں آتا ہی نہیں۔ خیر، اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔''

وہ اٹھنے لگا لیکن امی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس نے چھڑانا چاہا لیکن امی کی گرفت بہت سخت تھی۔ ''کہاں جا رہے ہو۔؟'' انہوں نے پوچھا۔

''کہیں بھی چلا جاؤں گا۔ یہاں نہیں رہوں گا۔''

''بیٹھ جاؤ ورنہ میرا ہاتھ اٹھ جائے گا تجھ پر۔'' امی بپھر گئیں۔

''مجھے تو جیتے جی مار دیا آپ لوگوں نے۔'' وہ بھی بپھرا ہوا تھا۔

جواب میں امی کا تھپڑ اس کے رخسار پر نشان چھوڑ گیا۔ چٹاخ کی آواز بہت خوفناک تھی۔ اختر بھائی نے امی کا ہاتھ تھام لیا۔ ''امی..... یہ تو خیال کریں کہ اس کے لئے یہ صدمہ کتنا بڑا ہے۔ خدا کے لئے امی!''

تکلیف سے آذر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ امی نے کھینچا تو وہ دوبارہ تخت پر بیٹھ گیا۔ ''بیٹھو..... میں تمہیں بتاتی ہوں۔ تمہارے ابا جان کی زندگی میں اس گھر میں کبھی ان کے حکم کے خلاف کچھ نہیں ہوا۔ ہم نے یہ روایت ان کے مرنے کے بعد بھی نبھائی ہے۔ انہوں نے تمہیں خط لکھنے کو منع کیا تھا۔ ہم تمہیں خط نہیں لکھ سکتے تھے.....''

''لیکن امی، یہ اور بات تھی۔ اتنی بڑی بات.....''

''میرے بھائی، میری جان، ابا جان کا حکم تھا کہ تمہیں ان کی بیماری کی خبر دی جائے نہ موت کی۔'' اختر بھائی نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔ ''ہم کیا

کرتے بلکہ میں تو تمہارے بغیر خود کو بہت اکیلا محسوس کرتا رہا۔''

آذر جانتا تھا کہ امی اور اختر بھائی دونوں سچ بول رہے ہیں۔ ابا جان یہ حکم دے سکتے تھے۔...... اور انہوں نے دیا تھا۔ سوال یہ تھا کہ کیا اس حکم کی تعمیل ہونی چاہئے تھی۔ امی تو خیر نصف صدی کی عادت سے مجبور تھیں مگر بھیا......

اس نے شکایتی نظروں سے اختر بھائی کو دیکھا۔ اختر بھائی نے اس کی نگاہوں کا مفہوم پالیا۔ انہوں نے اسے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔ ''بھائی، تم سے تو میں معافی مانگ سکتا ہوں اور مانگ رہا ہوں لیکن ابا جان سے تو مجھے قیامت تک معافی نہیں مل سکتی تھی۔ تم تو مجھے معاف کر دو گے نا۔''

آذر نے ان کے سینے سے لپٹ کر اس کا جواب اثبات میں دے دیا۔

امی اور اختر بھائی دیر تک اسے ابا جان کی بیماری اور موت کے متعلق بتاتے رہے۔ آنکھیں برستی رہیں۔ پھر آذر نے کہا۔ ''بھیا! مجھے ابا جان کی قبر نہیں دکھائیں گے؟''

''آؤ چلو۔'' اختر بھائی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

دونوں بھائی قبرستان کی طرف چل دیئے۔ راستے میں آذر نے کہا ''بھیا...... آپ مجھے قبر دکھا کر واپس آجایئے گا۔''

اختر بھائی نے اسے عجیب سی نظروں سے دیکھا۔ ''کیوں بھائی؟ دیکھو آذی......''

''بھیا...... مجھے ابا جان سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔'' اس کے لہجے میں قطعیت تھی۔

اختر بھائی نے کچھ نہیں کہا۔ وہ اسے ابا جان کی قبر پر لے گئے اور خود فاتحہ پڑھ کر قبرستان سے نکل آئے۔

اب وہ تھا اور باپ کی قبر۔ وہ متضاد جذبوں کا اسیر تھا۔ ایک طرف اسے باپ پر غصہ تھا...... اس سے شکایت تھی۔ دوسری طرف جانے والے کی محبت جوش مار رہی تھی۔ ان متضاد اور متصادم جذبوں کا اظہار اس کے تیزی سے بدلتے لہجے اور آواز کے زیر و بم سے ہوتا۔ کبھی وہ سرگوشی میں بات کرتا اور کبھی ایک دم سے چلانے لگتا۔ وہ ان سے باتیں کرتا رہا، جیسے وہ اس کے سامنے موجود ہوں۔ ''یا تو آپ اتنے شفیق باپ تھے یا ایک غلطی کی سزا دینے میں اتنے بے رحم ہو گئے۔ مجھے آپ نے گیارہ سال اپنی دید سے، اپنی آواز تک سے محروم رکھا۔'' وہ اچانک چلانے لگا۔ ''یہ کہاں کا انصاف ہے۔ آپ نے مجھے گھر سے، گھر کے رشتوں سے محروم کر دیا۔ کیا حق پہنچتا تھا آپ کو اس کا اور انتہائی سزا دینے میں غلطی آپ کی تھی۔ آپ مجھے...... اپنے بیٹے کو جانتے ہی نہیں تھے۔ غلطی تو میری تھی مگر اتنا بڑا گناہ نہیں تھا وہ۔ ہوتا تو میں انگلینڈ میں گیارہ سال گزار کے اتنا پاک صاف واپس نہ آتا۔ آپ نے ظلم کیا مجھ پر۔'' وہ اچانک رونے لگا۔ بچوں کی طرح بلک بلک کر۔ اب تک وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ ابا جان، اس کے سامنے ہیں۔ قبر اس کی

آنکھوں کے سامنے تھی لیکن اسے نظر نہیں آ رہی تھی پھر اسے احساس ہوا کہ وہ تو قبر سے ہم کلام ہے اور ابا جان اس دنیا میں جا چکے ہیں، جہاں جانے کے بعد کوئی کسی سے نہیں ملتا۔ وہ ابا جان سے کبھی بات نہیں کر سکے گا۔

''آپ نے مجھے معافی مانگنے کا موقع بھی نہیں دیا۔ صفائی پیش کرنے کا موقع بھی نہیں دیا۔ یہ کہاں کا انصاف ہے۔'' وہ پھر بپھر گیا۔ ''آپ میری بات سنتے کیوں نہیں۔ جواب کیوں نہیں دیتے؟'' اس ابتر ذہنی کیفیت میں اسے ایک بار پھر احساس ہوا کہ ابا جان تو مر چکے ہیں۔ اس بار اس احساس کی چوٹ براہ راست دل پر پڑی۔ پہلی بار موت کی مکمل اہمیت اور احساس اس کے شعور تک بغیر روک ٹوک کے پہنچا۔

باپ کی موت کا غم بہت بڑا ہوتا ہے پھر اس باپ کی موت جو بیٹے سے دس سال ناراض رہا ہو اور اسی ناراضی کو لیے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گیا ہو۔ موت تو یوں بھی پچھتاوے لاتی ہے لیکن آذر کا پچھتاوا بہت بڑا تھا...... اور تلافی بھی کوئی نہیں تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ سینے پر کوئی بہت بھاری چٹان آ پڑی ہے، جو اسے ہلنے بھی نہیں دے گی، لگتا تھا، سینہ پھٹ جائے گا۔ سانس رکنے لگی تھی۔ وہ رونا چاہتا تھا لیکن اس سے رویا بھی نہیں جا رہا تھا۔ ایسی کیفیت اس پر پہلے بھی نہیں گزری تھی مگر ایسی صورت حال بھی کبھی پیش نہیں آئی تھی۔

پھر قدرت نے اس کی مشکل آسان کر دی۔ قبر اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی اور وہاں ابا جان لیٹے نظر آئے۔ وہ گھٹنوں کے بل بیٹھا اور ان کے سینے پر سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔ اس نے ابا جان کا سینہ جل تھل کر دیا۔ اسے پتا بھی نہیں چلا کہ آنسوؤں کا ذخیرہ کب ختم ہوا۔ وہ اس سے پہلے ہی بے ہوش ہو چکا تھا۔

ایک گھنٹے بعد اختر بھائی پریشان ہو کر آئے تو اسے قبر پر بے ہوش پایا۔ وہ اسے ملازموں کی مدد سے گھر لے گئے۔ وہاں بظاہر تو اسے تھوڑی دیر بعد ہوش آ گیا۔ لیکن درحقیقت سنبھلنے میں اسے کئی دن لگے۔ وہ آنکھیں کھولتا، بیگانگی سے ہر شخص...... گھر کے در و دیوار کو دیکھتا اور آنکھیں بند کر لیتا، جیسے کچھ بھی نہیں پہچانتا ہو۔ آپا آ گئی تھیں اور وہ انہیں بھی نہیں پہچانتا تھا۔

ہوش و حواس کی دنیا میں اسے زہرہ ہی واپس لائی۔ یہ اسے بعد میں پتا چلا کہ زہرہ کا سسرال سے آنا آسان نہیں تھا۔ اسے اس بات کی اجازت ہی نہیں ملتی تھی۔ یہ بات سب سمجھتے تھے اس لئے خاص طور پر اسے بلوایا نہیں جاتا تھا۔ کوئی تقریب ہوتی تو پورے گھر کو دعوت نامہ بھیج دیا جاتا لیکن زہرہ کم ہی آتی تھی اور ایک دن سے زیادہ وہ کبھی رکی ہی نہیں تھی۔

مگر اس بار زہرہ کو رہنے اور ٹھہرنے کے لئے بلوایا گیا تھا۔ امی آذر کے لئے بہت پریشان تھی۔ ڈاکٹر بھی اپنی سی کر کے ہار گئے تھے مگر اس کا ذہنی جمود نہیں ٹوٹتا تھا۔ اس پریشانی میں اچانک امی کو زہرہ کا خیال آیا۔ انہیں حیرت بھی ہوئی کہ یہ خیال پہلے کیوں نہیں آیا۔ انہوں نے اختر بھائی سے بات کی

کہ اس جمود کو توڑ کر اسے ہوش کی سرحد میں صرف زہرہ ہی لا سکتی ہے۔ بچپن میں بھی جب وہ کسی ضد پر مچلتا تو صرف زہرہ ہی کے قابو میں آتا تھا۔

بات اختر بھائی کی سمجھ میں آ گئی۔ وہ خود زہرہ کو لینے اس کی سسرال چلے گئے۔ زہرہ کی سسرال میں کھلبلی مچ گئی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ زہرہ کا میکے سے بلاوا آیا تھا اور اسے کچھ دن میکے میں رہنا تھا۔ باقی لوگ ایک طرف، لیکن زہرہ کا شوہر اسے ہرگز بھیجنا نہیں چاہتا تھا لیکن خان بہادر صاحب سے انکار کی جرات بھی نہیں تھی۔ سو زہرہ میکے چلی آئی۔

''اختر...... خیریت ہے تو ہے؟'' زہرہ نے راستے میں اختر سے پوچھا۔ اختر نے آذر کی آمد اور اس کی کیفیت کے متعلق بتایا۔ زہرہ بھی پریشان ہو گئی۔

گھر پہنچتے ہی امی زہرہ کو آذر کے کمرے میں لے گئیں۔ آذر آنکھیں بند کئے لیٹا تھا۔ لگتا تھا سو رہا ہے۔ زہرہ اسے بہت غور سے دیکھتی رہی۔ درمیان میں گیارہ برس کا فاصلہ تھا۔ اسے جانے کیا کیا یاد آیا...... آذر کے بچپن سے اس کے انگلینڈ جانے تک مگر یہ جوان مرد جو بستر پر لیٹا تھا، اس کے لئے اجنبی تھا۔ وہ اس کے چہرے میں پرانا چہرہ ڈھونڈ رہی تھی۔ چند لمحے بعد وہ اسے اپنا پرانا والا آذر لگنے لگا۔ شاید اس لئے کہ وہ بہت کمزور ہو گیا تھا اور اپنے شعور کو تلاش کر رہا تھا۔ وہ اپنے سب لوگوں کو...... شاید خود کو بھی بھول گیا تھا۔ اسے راہ بھولے ہوئے اس ننھے منے بچے پر پیار آنے لگا۔

''آذی...... آنکھیں کھولو۔ دیکھو، کون آیا ہے۔'' امی نے آذر کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

لیکن آذر نے کئی بار پکارنے پر بھی آنکھ نہ کھولی۔ ''عجیب ہو گیا ہے۔'' امی نے زہرہ کو بے بسی سے بتایا۔ ''کچھ بولتا نہیں۔ سنتا ہے نہ پہچانتا ہے۔''

''آذی...... ننھے منے...... خفا ہو گیا۔'' زہرہ نے جھکتے ہوئے اسے پکارا۔

آذر بری طرح چونکا۔ اس نے آنکھیں کھول کر ادھر ادھر دیکھا۔ امی کو دیکھتے ہوئے اس کی نگاہوں میں اجنبیت تھی پھر اس کی نگاہیں زہرہ کے چہرے پر ٹکیں۔ ایک لمحے ان نگاہوں میں اجنبیت رہی پھر عجیب سی چمک نظر آئی۔ اس کے ہونٹ دھیرے دھیرے ہلے۔

زہرہ اور جھکی۔ اپنا کان اس کے ہونٹوں کے قریب لے گئی۔ ''آپا...... آپا......'' وہ ہولے ہولے پکار رہا تھا۔ لہجے میں بے یقینی تھی۔

''ہاں ننھے منے، میں یہ ہوں زہرہ۔ تمہاری آپا۔''

وہ بدستور اسی لہجے میں آپا...... آپا...... پکارتا رہا۔

زہرہ نے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ دیا۔ ''آذی...... مجھے نہیں پہچانتے، میں تمہاری آپا ہوں۔''

آذر کی آنکھوں میں شناسائی جھلکی۔ ''آپا...... کہاں چلی گئی تھیں تم؟ یہ سب کیا ہو گیا؟''

امی خوشی سے رونے لگیں۔ کتنے دن بعد وہ ہوش کی باتیں کر رہا تھا۔

''کیا ہو گیا ننھے منے؟'' زہرہ نے اسے پکارا

''ابا جان چلے گئے آپا اور کسی نے مجھے بتایا بھی نہیں۔'' اس نے شکوہ کیا۔

وہ شکوے کرتا رہا اور زہرہ اسے بچوں کی طرح بہلاتی رہی۔ وہ نارمل زندگی کی طرف اس کا پہلا قدم تھا۔ اگلے چند دنوں میں اس کے قدم بڑھتے رہے۔ وہ زہرہ کا ہاتھ تھامے بڑھ رہا تھا۔ زہرہ بھی اسے پورا پورا وقت دے رہی تھی۔ اسے پوری طرح نارمل ہونے میں ایک ہفتہ لگا۔

''آپا تمہیں پتا ہے، ابا جان مجھ سے ناراض تھے۔'' ایک دن اس نے زہرہ سے کہا۔

''یہ کیسے کہہ سکتے ہو تم؟''

''دیکھو نا، انہوں نے کبھی مجھے خط نہیں لکھا۔ کسی اور کو بھی نہیں لکھنے دیا۔ مجھے اپنی بیماری کی ...... بلکہ موت کی بھی خبر نہیں ہونے دی۔''

''یہ بات نہیں۔'' زہرہ نے کہا۔ ''وہ نہیں چاہتے تھے کہ تمہاری پڑھائی پر کوئی برا اثر پڑے۔ وہ تم سے اتنی محبت کرتے تھے کہ تمہیں دکھ سے بچانا چاہتے تھے۔''

''آپا، تمہیں نہیں معلوم، ابا جان مجھ سے بہت ناراض تھے۔''

اس بار زہرہ نے اسے عجیب سی نظروں سے دیکھا۔ تم مجھے بے خبر سمجھ رہے ہو، حالانکہ تم خود بے خبر ہو۔ تمہیں ان کی محبت کا اندازہ ہی نہیں اس لئے کہ انہوں نے کبھی اس کا اظہار نہیں کیا۔''

اب کے وضاحت طلب کرنے کی باری آذر کی تھی۔ ''یہ کیسے کہہ سکتی ہو تم؟''

''یہ تو روز روشن کی طرح عیاں ہے۔'' زہرہ نے کہا۔ ''عمو جان کو تم نے ان کی زندگی کے آخری دس برسوں میں دیکھا ہی نہیں۔ میں جانتی ہوں، وہ ویسے ہی محبت کرنے والے انسان تھے۔ مجھے انہوں نے اتنی محبت دی کہ ابو جان کی کمی محسوس نہیں ہونے دی لیکن وہ محبت کا اظہار نہیں کرتے تھے۔''

وہ کہتے کہتے رکی۔ ''مگر جب انہوں نے تمہیں انگلینڈ بھیجا تو تمہاری محبت نے انہیں کمزور کرنا شروع کر دیا۔ شروع کے تین چار سال تو وہ ضبط کرتے رہے پھر ان کا ضبط جواب دے گیا۔ میری شادی تو تمہارے جانے کے کچھ ہی عرصے بعد ہو گئی تھی۔ میں شادی کے بعد یہاں آئی ہی کم ہوں بلکہ رہنے کے لئے تو اب پہلی بار آئی ہوں۔ کبھی ایسے ضرور آ جاتی تھی کہ صبح آئی اور شام کو چلی گئی۔ عمو جان میں تبدیلی یہ آئی کہ وہ میرے ساتھ زیادہ وقت گزارنے لگے۔ صرف اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ میں تم سے کتنی قریب تھی۔ وہ مجھ سے صرف تمہاری باتیں کرتے تھے۔ اور ان کے لہجے میں بے

پناہ محبت ہوتی تھی۔ تم جانتے ہو کہ وہ بیٹی کے گھر جانے کو کتنا برا سمجھتے تھے لیکن وہ ہمارے ہاں آتے اور گھنٹوں تمہاری باتیں کرتے۔''

آذر حیرت زدہ سا یہ سب کچھ سن رہا تھا۔ یہ سب اس کے لئے ناقابل یقین تھا۔

''پھر ایک دن وہ آئے تو بہت خوش تھے۔'' زہرہ کہے جا رہی تھی۔ ''مجھ سے کہنے لگے۔ ''میری توقع کے برعکس میرا آذر قابل فخر بیٹا ثابت ہوا ہے۔ جانتی ہو، وہ انگلینڈ میں پوری آزادی حاصل ہونے کے باوجود نہیں بھٹکا۔ میری نگاہوں میں حیرت دیکھ کر انہوں نے وضاحت کی کہ انہوں نے تمہیں ولایت بھیج کر ایسا آزاد بھی نہیں چھوڑا۔ ان کا کہنا تھا کہ انہیں تمہارے پل پل کی خبر رہتی ہے۔''

آذر سناٹے میں آ گیا۔ یہ تو اس نے کبھی ایک لمحے کے لئے بھی نہیں سوچا تھا۔

''یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا۔ وہ ہمیشہ تمہارے کردار کے بارے میں فخریہ لہجے میں باتیں کرتے مگر جانے کیا بات تھی کہ بات کرتے کرتے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہتے...... کاش...... کاش اس نے......، لیکن انہوں نے کبھی جملہ پورا نہیں کیا۔ ہمیشہ یہی ہوتا تھا۔ بات ادھوری چھوڑ کر وہ افسردہ ہو جاتے پھر وہ مجھے پیار بھری نظروں سے دیکھتے اور کہتے......، تم نہیں جانتیں زہرہ، آذر بھی نہیں جانتا کہ تم مجھے کتنی عزیز ہو۔ تم آبرو ہو میرے گھر کی...... میرے بھائی کی نشانی ہو۔ میری سمجھ میں ان کی افسردہ کاش کا اس آخری بات سے تعلق کبھی نہیں آیا۔'' وہ کہتے کہتے خاموش ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں اداسی تھی۔

وہ تعلق جو زہرہ کی سمجھ میں نہیں آیا، اسے آذر سمجھ سکتا تھا اور سمجھ گیا۔ زہرہ کی باتیں سنتے ہوئے ابا جان کے اس تضاد کی وجہ سے الجھتا رہا تھا کہ ایک طرف وہ اس سے اتنی محبت کرتے تھے اور دوسری طرف انہوں نے اتنی بڑی سزا دی کہ اسے اپنے جنازے میں بھی شریک نہیں ہونے دیا اور گھر بھر سے کاٹ کر رکھ دیا مگر اس آخری اشارے نے اسے سب کچھ سمجھا دیا۔ ابا جان اس سے بہت محبت کرتے تھے لیکن اس نے غلطی ہی اتنی بڑی کی تھی کہ وہ چاہنے کے باوجود اور اتنی محبت کے باوجود اسے معاف نہیں کر سکتے تھے۔ ان کی دانست میں اس نے ان کے گھر کی آبرو پر ہاتھ ڈالا تھا۔ شاید وہ ان کا بیٹا نہ ہوتا تو وہ اسے زندہ ہی نہ چھوڑتے۔ کاش۔ کاش وہ انہیں سمجھا سکتا...... بتا سکتا کہ وہ غلط سمجھے تھے۔

اگلے روز زہرہ اپنے گھر چلی گئی۔ زندگی معمول کی طرف رواں دواں ہو گئی۔ وہ مصوری میں ہو گیا۔

☆......☆......☆

آذر جمیل نے جام خالی کیا اور میز پر پٹک دیا۔ اس کا سر اور سر کے اندر دماغ یوں دکھ رہا تھا جیسے وہ سر کے بل میلوں دوڑا ہو۔ کچھ نشہ بھی تھا، جس نے اس کے اندر کی جھنجلاہٹ کو اور بڑھا دیا تھا۔ جھنجلاہٹ اس بات کی تھی کہ وہ زندگی کی کتاب کے ابتدائی صفحے کھولنے اور انہیں پڑھنے پر مجبور ہو گیا

تھا۔ وہ صفحے ایسے نہیں تھے جنہیں وہ شوق سے دہراتا، یاد کرتا۔ اس نے ان صفحات کو ذہن کے کسی نامعلوم نہاں خانے میں چھپا رکھا تھا۔ وہ یہ سب کچھ بھول جانا چاہتا تھا لیکن آج پورا انتظام درہم برہم ہوگیا تھا، اس کی محفل نشاط برہم ہوچکی تھی۔ جن محرومیوں کو وہ چھپاتا تھا...... خود سے بھی...... تاکہ دنیا کے سامنے مضبوط انسان بن کر رہے، وہ تن برہنہ سامنے آکر کھڑی ہوگئی تھیں اور پھر ماضی نے خود کو اس پر تھوپ کر اسے دکھی کردیا تھا۔ اس نے اپنی آنکھوں میں نمی محسوس کی تو جلدی سے ہتھیلی کی پشت سے آنکھیں پونچھیں لیکن آنکھوں میں نمی نہیں تھی۔ گویا اس کی مضبوطی کا حصار ماضی کی اس شورش کے نتیجے میں اندر سے چٹخا تھا مگر باہر سے ثابت وسالم تھا۔

وہ اٹھ کر گیا، نیند کی دو گولیاں نکالیں اور پانی کی مدد سے حلق سے اتارلیں۔ پھر وہ نیند کے انتظار میں کاؤچ پر دراز ہوگیا۔ نیند ہی اسے ماضی اور اس کی محرومیوں کی یلغار سے بچاسکتی تھی۔

☆......☆......☆

ٹھیک اسی وقت اداکارہ نیا کی اسٹوڈیو میں ایک رقص فلمبند کرا رہی تھی۔

کیمروں کی رینج سے باہر کرسی پر بیٹھے ہوئے فلم فن کے نمائندے ریاض تبسم نے گہری سانس لے کر گھڑی میں وقت دیکھا۔ اس سیٹ پر بیٹھے اسے دو گھنٹے ہوچکے تھے۔ کافی عرصے سے وہ انٹرویو کے لئے نیا کے پیچھے پڑا ہوا تھا، لیکن نیا کے پاس وقت نہیں تھا۔ بڑی کوشش کے بعد وہ اس بات پر رضامند ہوئی کہ فلم زندگی کے سیٹ پر شوٹنگ کے دوران میں جب بھی موقع ملے گا، وہ اس کے سوالوں کے جواب دے گی مگر دو گھنٹے ہوچکے تھے اور اب تک ریاض کو ایک سوال کا موقع بھی نہیں ملا تھا۔ ریاض کو کوفت تو ہورہی تھی لیکن اس کا کام ایسا تھا کہ اس میں یہ سب کچھ معمول کے مطابق تھا پھر یہ بھی تھا کہ یہاں وہ انجوائے کررہا تھا۔ رقص اور وہ بھی نیا کا۔ اس کے لئے تو سیٹ پر انتشار ہوجاتا تھا کہ لوگوں کو ہٹانا پڑتا تھا مگر ریاض یہاں نیا کا مہمان تھا۔ اس کی تو تواضع بھی ہورہی تھی۔

ریاض تبسم شوٹنگ کی طرف متوجہ ہوگیا۔

نیا اس وقت رقص کا ایک ایکشن دے رہی تھی۔ بالآخر ہدایت آکاش ورما مطمئن ہوگیا۔ وہ اس پورے ایکشن کو ایک ہی شاٹ میں فلمبند کرنا چاہتا تھا اور وہ خاصا طویل شاٹ تھا۔ اسی لئے اتنی ریہرسل کی ضرورت پڑی ورنہ نیا اتنی ماہر رقاصہ تھی کہ ایک ریہرسل کے بعد ہی شاٹ اوکے دیتی تھی۔

''اب ہم ٹیک کریں گے۔'' آکاش ورما نے بلند آواز میں کہا پھر وہ کیمرہ مینوں کو ہدایات دینے میں مصروف ہوگیا۔

ریاض تبسم برسوں سے فلمی صحافت سے وابستہ تھا۔ اس کی سوجھ بوجھ کے سب ہی قائل تھے۔ اس وقت بھی یہ بات اس سے چھپی نہ رہ سکی کہ اس طویل

شاٹ کے لئے اتنی زیادہ ریہرسل نیا کی وجہ سے نہیں کی گئی تھی۔ اس نے تو ہر ریہرسل میں درست ایکشن دیا تھا۔ درحقیقت آکاش ورما کو فکر اس بات کی تھی کہ کیمرہ مین اپنے کیمروں کو موو کرنے میں نیا کی رفتار کا ساتھ بھی دے سکیں گے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ریہرسل کے دوران میں کیمرہ مینوں پر نظر رکھے ہوئے تھا۔

شاٹ اوکے ہو گیا۔ سیٹ پر موجود ہر شخص مطمئن نظر آنے لگا۔ نیا ریاض کی طرف چلی آئی۔ ''سوری۔'' اس نے مترنم آواز میں کہا۔ ''میں آپ کو بالکل وقت نہیں دے پا رہی ہوں۔ بہت شرمندگی ہے مجھے آپ سے۔''

ریاض کو حیرت ہوئی۔ ایسے موقعوں پر اسٹار معذرت نہیں کرتے تھے بلکہ ڈپلومیسی سے کام لے کر بہلاتے تھے اور نیا تو سپر اسٹار تھی پھر بھی وہ معذرت کر رہی تھی۔ ''کوئی بات نہیں۔'' اس نے کہا۔ ''میں پھر بھی انجوائے کر رہا ہوں۔''

''آپ کا یہ انتظار بے ثمر نہیں ہوگا۔'' نیا بولی۔ ''مجھے دو شاٹ اور دینے ہیں پھر شوٹنگ پیک اپ ہو جائے گی اور میں آپ کو پورا انٹرویو دوں گی۔ ایک مکمل نشست میں۔'' ریاض کی باچھیں کھل گئیں۔ یہ تو عنایت خسروانہ تھی اس کے لئے۔

آخری دو شاٹس میں دیر نہیں لگی۔ نیا تھوڑی دیر بعد اس کے پاس آ گئی۔ ''آیئے میرے ساتھ۔''

ریاض اس کے ساتھ باہر آ گیا۔ نیا نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ ''آ جایئے۔''

ریاض کو پھر حیرت ہوئی۔ تاہم اس نے اگلی سیٹ سنبھال لی۔ ''کہاں لے جا رہی ہیں آپ مجھے؟''

''کہیں بھی لے جاؤں۔ آپ کو انٹرویو چاہئے یا نہیں۔'' نیا کے لہجے میں شوخی تھی۔

''آپ سے انٹرویو کے لئے تو میں کہیں بھی جا سکتا ہوں۔''

چند لمحوں بعد گاڑی سڑکوں پر بہہ رہی تھی۔ نیا مشاق ڈرائیور بھی ثابت ہو رہی تھی۔ ریاض خاموش بیٹھا ڈرائیو سے لطف اندوز ہوتا رہا۔

دس منٹ بعد نیا نے گاڑی ایک بنگلے کے گیٹ پر روکی اور ہارن دیا۔ چوکیدار نے گیٹ کھولا اور نیا گاڑی اندر لے گئی۔

ڈرائنگ روم کی آرائش دیکھ کر ریاض کی آنکھیں پھیل گئیں۔ وہ بالکل انوکھی آرائش تھی۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ نیا کو واقعی رقص سے عشق ہے۔ دیواروں پر مجسمے تھے اور ہر مجسمہ رقص کے ایکشن میں تھا۔ ریاض ان مجسموں میں ایسا کھویا کہ اسے نیا کی موجودگی کا احساس بھی نہیں رہا۔

''میں دس منٹ لوں گی۔'' نیا کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ ''بس چینج کر کے آتی ہوں پھر کھانا کھائیں گے۔'' وہ اسے جواب دینے کا موقع دیے بغیر زینوں سے اوپر چلی گئی۔

ریاض بیٹھ گیا مگر وہ ان مجسموں میں ہی الجھا رہا۔ یہاں تک کہ نیلا واپس آ گئی۔ ''بہت اچھے لگے ہیں یہ مجسمے؟'' اس نے پوچھا۔

ریاض نے چونک کر نظریں اٹھائیں۔ اس کے چہرے پر نظر پڑی تو وہ اسے دیکھتے کا دیکھتا رہ گیا۔ یہ تو اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ نیلا اتنی حسین ہے اور میک اپ اس کے حسن میں اضافہ نہیں کرتا بلکہ کمی واقع ہوتی ہے۔ اس کا حسن تو صحیح معنوں میں بے داغ تھا۔

اس کی محویت دیکھ کر نیلا نے شوخ لہجے میں کہا۔ ''آپ نے جواب نہیں دیا میری بات کا۔''

''آپ بہت خوبصورت ہیں۔'' ریاض نے بے ساختہ کہا پھر اسے خیال آیا کہ نیلا کیا پوچھ رہی تھی۔ ''آپ کا ڈرائنگ روم بہت خوبصورت ہے۔''

''آیئے...... کھانا کھالیں۔''

وہ ریاض کو ڈائننگ روم میں لے گئی۔ کھانے کے دوران میں ریاض نے جب بھی کوئی بات کرنا چاہی، نیلا نے اسے روک دیا۔ ''کھانا سکون سے کھائیں۔ انٹرویو بعد میں کر لیجئے گا۔'' وہ بولی۔

کھانے کے بعد وہ ڈرائنگ روم میں چلے آئے۔ ملازمہ کافی لے آئی۔ نیلا نے کافی کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔ ''ہاں...... اب سوال کریں۔ اب یہ خصوصی انٹرویو ہوگا۔ میرا ایسا انٹرویو کبھی نہیں چھپا ہوگا۔ اب تو خوش ہیں۔''

''میں بہت شکر گزار ہوں آپ کا۔'' ریاض نے پوری سچائی سے کہا۔ نیلا اس کے انتظار کی وہ تلافی کر رہی تھی، جو اس کے گمان میں بھی نہیں تھی۔

ریاض سوال کرتا رہا اور نیلا جواب دیتی رہی۔ ریاض کو اعتراف کرنا پڑا کہ وہ خطرناک حد تک صاف گو ہے۔ اس میں اپنے ساتھی اداکاروں اور اداکاراؤں کی سی ڈپلومیسی نہیں تھی۔ لگتا تھا کہ اسے فلم انڈسٹری میں اپنے مستقبل کی پرواہ نہیں ہے بلکہ ریاض نے یہ رائے قائم کی کہ نیلا تمام تر آثار اور امکانات کے باوجود فلم انڈسٹری میں زیادہ عرصہ نہیں رہے گی۔ حالانکہ بہت کم وقت میں وہ سپر اسٹار بن چکی تھی۔ اس جیسی کوئی اداکارہ جو رقص میں بھی ایسی مہارت رکھتی ہو، نہ تو فلم انڈسٹری میں موجود تھی اور نہ ہی یہ امکان تھا کہ طویل عرصے تک سامنے آ سکے گی۔ پروڈیوسر اس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے لیکن وہ اندھا دھند فلمیں سائن کرنے کی قائل نہیں تھی۔ معاوضہ بھی وہ ایسا لے رہی تھی کہ بڑی سے بڑی اداکارہ کا معاوضہ اس کے نصف سے بھی کم تھا۔ اس کے باوجود ریاض تبسم کے خیال میں اسے فلمی صنعت سے تھوڑے عرصے میں جدا ہو جانا تھا۔ خواہ فلمی صنعت اسے خیر باد کہے یا وہ فلمی صنعت کو۔ وہ جانتا تھا کہ ایسے صاف گو اور سچے لوگ جھوٹ اور مصلحت کی اس دنیا میں زیادہ دن نہیں چلتے تھے، خواہ کتنے ہی باصلاحیت ہوں۔

''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ سپر اسٹار بن چکی ہیں۔'' ریاض نے کہا۔ ''لیکن یہ بھی ہے کہ ابھی تک آپ بڑی اداکارہ ثابت نہیں ہوئی ہیں بلکہ ابھی

تک آپ محض ایک رقاصہ ہیں۔"

"مجھے اس کا اعتراف ہے۔ ابھی تک مجھے کوئی ایسا کردار نہیں ملا جس میں میری اداکاری کی صلاحیتیں سامنے آتیں۔ وجہ یہی ہے کہ میں بہت اچھی رقاصہ ہوں پھر یہ بھی ہے کہ باکس آفس پر فلم ہٹ ہونا ضروری ہے۔ فلمیں ناکام ہوں گی تو پیسہ کون لگائے گا...... فلم کون بنائے گا۔ یہ کاروبار ہے، آرٹ کی خدمت کوئی نہیں کرتا۔ آپ جانتے ہیں کہ کثرت سے فلمیں فلاپ ہونے کے نتیجے میں ہماری فلم انڈسٹری کس حال کو پہنچ گئی تھی لیکن اب اس میں جان پڑ رہی ہے۔ مجھے فخر ہے کہ اس میں میرا بھی کنٹری بیوشن ہے۔" وہ کہتے کہتے رکی اور اس نے گہری سانس لی۔ "لیکن اب زندگی میں مجھے موقع ملا ہے۔ یہ رول بہت پاور فلم ہے۔ اس میں، میں خود کو بڑی اداکارہ ثابت کرسکوں گی۔"

"بہت خوب۔ یہ بتائیں کہ رقص کی آپ نے باقاعدہ تربیت لی ہے؟"

"جی ہاں اور ریاض بھی باقاعدگی سے کرتی ہوں۔"

"کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آپ کی فلموں میں ڈانس ڈائریکٹر کی ضرورت ہی نہیں؟"

"وہ غلط کہتے ہیں۔" نیا نے بے حد سکون سے کہا۔

"وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ رقص کے ہر ایکشن میں کچھ اسٹیپ آپ کے اپنے ہوتے ہیں اور ان پر اچھے سے اچھا ڈانس ڈائریکٹر بھی اعتراض نہیں کرپاتا بلکہ وہ آپ کی صلاحیتوں کو سراہنے پر مجبور ہوتا ہے۔"

"یہ ایک الگ بات ہے۔" نیا مسکراتے ہوئے بولی۔ "میں رقص کی گرامر سے واقف ہوں اس لئے اضافی اسٹیپ دیتی ہوں۔ ڈانس ڈائریکٹر سچے فنکار ہیں اس لئے انہیں سراہتے ہیں۔ یہ ان کی عالی ظرفی ہے۔ جہاں تک رقص کا تعلق ہے میں آزادانہ رقص کرسکتی ہوں لیکن فلم کا رقص مختلف چیز ہے۔ ڈانس ڈائریکٹر کے بغیر بات نہیں بن سکتی ہے۔ لہٰذا ایسی کوئی بات کہنا ڈانس ڈائریکٹرز کے ساتھ زیادتی ہے۔"

ریاض اس کی منصف مزاجی اور راست گوئی کا اور قائل ہوگیا۔ اسے احساس ہوگیا کہ وہ ایک شاہکار انٹرویو کر رہا ہے اور اس میں نیا کا بڑا دخل ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ نیا نے اس سے پہلے کوئی انٹرویو دیا ہی نہیں تھا۔ وہ سوال کرتا رہا اور اسے بے ساختہ جواب ملتے رہے۔

پھر وہ محبت کی طرف آگیا۔ "محبت کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟"

نیا پہلی بار ہچکچائی۔ "محبت انسان کی بنیادی ضرورتوں میں سے ہے۔" بالآخر وہ بولی۔ "لیکن ہر محبت محبت نہیں ہوتی۔ وہ لوگ بہت خوش نصیب ہوتے ہیں جنہیں سچی محبت مل جائے ورنہ محبت کسی ضرورت کے تحت بھی کرلی جاتی ہے اور کسی اور جذبے پر بھی لوگ محبت کا نقاب ڈال دیتے ہیں۔

وہ محبت بہر حال نہیں ہوتی۔''

''یعنی آپ کے خیال میں محبت بڑی کم یاب چیز ہے؟''

''جی ہاں اور ہم فلمی لوگوں کے لئے تو نایاب ہی سمجھیں۔''

''اس کی وجہ؟''

نیا کچھ دیر سوچتی رہی پھر بولی۔ ''دراصل ہم لوگوں کی شخصیت کے گرد گلیمر کا ہالہ ہوتا ہے۔ ہماری شخصیت کے اصل خدو خال کسی کو نظر نہیں آتے۔ کوئی دیکھنے کی کوشش بھی نہیں کرتا۔ سب ہمارے ظاہر پر مرتے ہیں۔ باطن کی خوبیوں اور خامیوں سے بے نیاز ہو کر اور محبت کا نتیجہ شادی کی صورت میں نکلے تو پھر خامیاں بری اور بڑی لگنے لگتی ہیں۔ یہ میں اس محبت کی بات کر رہی ہوں، جو سچائی سے قریب تر ہوتی ہے۔ ورنہ زیادہ تر لوگوں کی محبت، محبت نہیں کچھ اور ہوتی ہے۔ خاص طور پر دولت مند لوگ جو محبت کے نام پر کسی اداکارہ کو پروپوز کرتے ہیں تو درحقیقت وہ اس اداکارہ کو اس کی شہرت سمیت فتح کرنے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں تاکہ انہیں دیکھ کر لوگ کہیں...... دیکھو یہ ہے اداکارہ نیا کا شوہر۔ اس نے ناممکن کو ممکن کر دکھایا۔ ذرا سوچو نیا سے شادی کر لی اس نے۔''

''اس کی بھی کوئی وجہ ہوگی۔'' ریاض کو اب اس انٹرویو میں لطف آ رہا تھا۔

''میرا خیال ہے، شہرت کی آرزو ہر انسان کو ہوتی ہے، کسی کو کم کسی کو زیادہ لیکن جنہیں دولت مل جائے، انہیں شہرت کی کمی بہت بری لگتی ہے۔ یہ احساس انہیں کچوکے دیتا ہے کہ اتنی دولت کے ہوتے ہوئے بھی انہیں کوئی نہیں جانتا، کوئی اہمیت نہیں دی جاتی انہیں۔ انہیں پتا چلتا ہے کہ دولت کوئی بہت بڑا حوالہ ہیں اور یہ تلخ حقیقت ان سے ہضم نہیں ہوتی۔ جب وہ کچھ نہیں کر پاتے تو کسی اداکارہ سے اظہار محبت کرتے ہیں اور تحفے تحائف کے ذریعے اسے تسخیر کرنے کی کوششوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ ایسی شادیاں چار چھ ماہ چلتی ہیں۔ کسی فریق کو افسوس بھی نہیں ہوتا۔ زیادہ تر ایسی محبت ملتی ہے ہم اداکاراؤں کو۔''

ریاض تبسم حیران رہ گیا۔ یہ جواب ایسا تھا، جیسے انٹرویو پہلے سے طے شدہ ہو اور سوال نیا کو ایک ہفتہ پہلے دے دیئے گئے ہوں اور اس نے اس پر ہوم ورک کیا ہو لیکن ایسا نہیں تھا اور اس کا مطلب واضح طور پر یہی تھا کہ نیا ان باتوں پر غور کرتی رہتی ہے۔ اس سے اس کی شخصیت کی گہرائی سامنے آتی تھی۔ ریاض کا واسطہ ایسی کسی ایکٹریس سے کبھی نہیں پڑا تھا۔ بلکہ اسے گمان بھی نہیں تھا کہ حسن کی یہ دیویاں سوچ بھی سکتی ہیں۔

''آپ کو کبھی محبت ملی؟'' ریاض کا سوال بہت شارپ تھا۔

جاری ہے......

''جی نہیں۔ البتہ اظہار محبت کرنے والوں کی کبھی کمی نہیں رہی۔'' نیلا نے بلا جھجک جواب دیا۔

''آپ نے کسی کو قبول بھی کیا؟''

''جی نہیں۔ میں نے ایسے ہر اظہار کو سمجھنے، پرکھنے کی کوشش کی اور آخر میں رد کر دیا۔ میرے خیال میں ہر اداکارہ کو یہی کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ سب سے زیادہ ہمیں ہی جھوٹے اظہار محبت سے واسطہ پڑتا ہے۔ میں ذاتی طور پر محبت کے نام پر دھوکا کھانے کی قائل نہیں۔ غرض کی تجارت کرنی ہوئی تو اسے تجارت سمجھ کر ہی کروں گی، اس پر محبت کا جھوٹا لیبل کبھی نہیں لگاؤں گی۔''

''تو کبھی یوں بھی ہوتا ہوگا کہ کوئی اداکارہ سچی محبت سے محرومی کے ساتھ پوری زندگی گزار دے؟''

''کبھی نہیں، زیادہ تر یہی ہوتا ہے۔ ہمیں ہر طرح کے فریب سے واسطہ پڑتا ہے۔ جذباتی طور پر ہم اداکارائیں سب سے زیادہ عدم تحفظ کا شکار ہوتی ہیں۔ دیکھیں نا، ہمارے پرستار بھی ایک عام عورت کی طرح ہماری عزت نہیں کرتے۔ ہمیں وقتی طور پر دل بہلانے والا کھلونا سمجھا جاتا ہے، پھر ہمارے پاس دولت بھی ہوتی ہے۔ اس کے شکاری الگ ہماری گھات میں رہتے ہیں۔ ایسے میں سچی محبت کی گنجائش کہاں نکلتی ہے۔''

وہ اداکاراؤں کے نفسیاتی مسائل بہت اچھی طرح بیان کر رہی تھی۔ ریاض نے کہا ''تو گویا یہ کوئی کمپلیکس ہوا۔''

''ہاں...... عدم تحفظ کمپلیکس تو پیدا کرتا ہی ہے۔''

''تو کسی اداکارہ کے سامنے سچی محبت آئے تو زیادہ امکان یہی ہوگا کہ وہ اس پر شک کر کے اسے مسترد کر دے گی۔''

وہ کچھ دیر کے لئے گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ ''جی ہاں، یہ تو ہوگا۔ دیکھیں، میرے نزدیک محبت بھی ایک طرح کا رزق ہے اور رزق مقدر سے ملتا ہے۔ لیکن شاید زیادہ تر اداکارائیں ایک دو تجربے کے بعد محبت کا خیال ہی دل سے نکال دیتی ہیں۔ انہیں محبت کی پرواہ نہیں رہتی۔ مگر میں اپنے بارے میں کہہ سکتی ہوں کہ مجھے سچی محبت ملی تو میں اسے پہچان لوں گی اور اسے کمپلیکس کی نذر کر کے ضائع نہیں کروں گی۔ میں محبت کی طلب سے دست بردار نہیں ہوئی ہوں۔''

''یہ بتائیں، آپ محبت کی اہلیت رکھتی ہیں؟''

''محبت کی اہلیت تو ہر انسان میں ہوتی ہے بلکہ اس کی ضرورت بھی سبھی کو ہوتی ہے۔ جو لوگ اس کی طلب سے دست بردار ہو جائیں، وہ نرمی اور گداز سے، لطافت سے، زندگی کی بہت بڑی خوبصورتی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ میں اپنے لئے یہ پسند نہیں کروں گی۔''

''آپ نے کبھی محبت کی؟''

''میری تو زندگی ہی محبت کرتے ہوئے گزری ہے۔'' نیما نے ہنستے ہوئے کہا۔

''آپ جانتی ہیں، میں کس محبت کی بات کر رہا ہوں؟''

''وہ سنجیدہ ہوگئی۔'' ہاں......ایک بار کی تھی۔ مگر دکھ اور جدائی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آیا۔ اب بھی مجھے کسی سے محبت ہوئی تو میں اسے ضائع نہیں کروں گی۔''

''آپ کو کس قسم کے لوگ اچھے لگتے ہیں؟''

''مجھے مردوں میں جو خوبی سب سے زیادہ پسند ہے وہ ذہانت ہے۔'' نیما نے جواب دیا۔'' مجھے یقین ہے کہ مجھے جس شخص سے محبت ہوگی، وہ جینئس ہو گا اور اس کی شخصیت باوقار ہوگی۔ جامہ زیب وہ ایسا ہوگا جو لباس بھی پہنے لے، وہ اس پر سجے۔'' اس کا لہجہ خوابناک ہوگیا'' اور وہ بہت مضبوط مرد ہوگا۔''

''آئے دن آپ کے سکینڈل بنتے رہتے ہیں۔ کبھی کسی اخبار میں کسی کے ساتھ بھی آپ کی شادی کی خبر چھپ جاتی ہے۔''

''لیکن میں اب بھی غیر شادی شدہ ہوں۔'' نیما نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''آپ تردید کرتی ہیں نہ تصدیق۔ اس کی کیا وجہ ہے؟''

''سادہ سی وجہ ہے۔ تصدیق اس لئے نہیں کرتی کہ غلط بات کی تصدیق نہیں کی جا سکتی۔ تردید اس لئے نہیں کرتی کہ ہر اگلی افواہ پچھلی افواہ کی تردید کر دیتی ہے۔ آپ جانتے ہیں۔ اٹ از پارٹ آف دی گیم۔ اسکینڈل سے پبلسٹی ملتی ہے۔''

''شادی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟''

''میں واضح طور پر کہہ رہی ہوں کہ میری شادی خفیہ نہیں ہوگی۔'' نیما نے مضبوط لہجے میں کہا۔ میرے شادی کرنے سے پہلے ایک سال پہلے پوری دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ میں شادی کر رہی ہوں۔ اس لئے میں فلمیں سائن کرنا بند کر دوں گی۔ اور اپنے فلم سازوں کو نوٹس دے دوں گی کہ میری شادی سے پہلے ایک سال کے اندر میرا کام مکمل کر لیں۔''

''کیوں؟''

''میں صرف شادی نہیں کرنا چاہتی، ازدواجی زندگی گزارنا چاہتی ہوں اور میرے خیال میں یہ فل ٹائم جاب ہے۔ شادی کے بعد میں خالص گھریلو عورت بن کر رہوں گی۔ میں بہت اچھی بیوی اور بہت اچھی ماں ثابت ہوں گی۔''

''بہت بہت شکریہ نیما جی۔'' ریاض تبسم نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''وش یو گڈ لک......''

ریاض باہر نکلا تو اس کے پاؤں زمین پر نہیں پڑ رہے تھے۔ ایک تہلکہ مچا دینے والا انٹرویو اس کے پاس تھا۔ اسے یقین تھا کہ اس انٹرویو کی اشاعت سے اسے بہت فائدہ ہوگا لیکن اس سے کہیں زیادہ فائدہ نیما کو پہنچے گا۔ اس کا امیج ایسا بنے گا...... مگر وہ اس کی مستحق بھی تھی۔ اتنی مختلف، پڑھی لکھی اور سلجھے ہوئے ذہن کی ہیروئن فلمی صنعت کو کبھی میسر نہیں آئی تھی۔ اس کے ذہن میں ایک سرخی گونجی...... جھوٹ کی نگری میں سچ کی روشنی!

☆......☆......☆

نیما نے دودھ کا گلاس خالی کر کے سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور بستر پر دراز ہو گئی۔ اس کے ہونٹوں پر طمانیت بھری مسکراہٹ تھی۔

وہ بہت خوش تھی۔ یہ انٹرویو اس کے لئے بہت بڑی کامیابی تھی۔ یہ کوئی اتفاقی امر نہیں تھا کہ اس نے اس قدر تفصیلی انٹرویو دے ڈالا تھا۔ اس سے پہلے وہ سیٹ پر سرسری سے انٹرویو دیتی رہی تھی۔ وہ بے حد ذہین تھی، پڑھی لکھی بھی تھی۔ جانتی تھی کہ صحیح وقت پر درست قدم اٹھانے کی کتنی زیادہ اہمیت ہوتی ہے اور نامناسب وقت پر صحیح قدم اٹھانا بھی نقصان دہ ہوتا ہے۔

اب تک وہ اداکارہ سے زیادہ رقاصہ تھی جو کم سے کم لباس میں ہیجان انگیز رقص فلم بند کرانے کے لئے تیار رہتی تھی۔ وجہ یہ تھی کہ اسے کوئی اچھا رول نہیں ملا تھا۔ اسے اچھے رول کا انتظار تھا اور اس انتظار کے دوران میں اسے انڈسٹری میں وقت گزارنا تھا۔

آٹھ ماہ پہلے اسے وہ رول مل ہی گیا جس کی وہ منتظر تھی۔ نرتکی کا ٹائٹل رول ایک رقاصہ کا تھا لیکن اس میں اداکاری کا اسکوپ بہت زیادہ تھا اور وہ جانتی تھی کہ اس نے بہت اچھی پرفارمنس دی ہے۔ فلم تقریباً مکمل ہو چکی تھی۔ دو تین ماہ کے بعد اسے ریلیز ہونا تھا۔ نیما جانتی تھی کہ نرتکی ہٹ ہو گئی تو وہ نمبرون کہلائے گی اور فلم کا ہٹ ہونا قسمت سے ہوتا ہے۔ لیکن نیما صرف قسمت پر انحصار کرنے کی قائل نہیں تھی۔ اس فلم کو ہٹ کرانے کے لئے وہ سب کچھ کر سکتی تھی اور کر رہی تھی۔ یہ انٹرویو بھی اسی سلسلے کی کڑی تھا۔

نیما نے اس انٹرویو کے معاملے میں ایک تیر سے دو نہیں، کئی شکار کئے تھے۔ ریاض تبسم یہ سمجھ رہا تھا کہ سرسری انٹرویو کی جگہ تفصیلی انٹرویو کا موقع اسے خوش قسمتی سے ملا ہے پھر وہ نیما کے حسن اخلاق کا بھی ہمیشہ کے لئے معترف ہو گیا تھا۔ اس کے خیال میں نیما نے اس کے انتظار کی تلافی کی تھی حالانکہ نیما کو ہر قیمت پر وہ انٹرویو دینا تھا۔ اس کے لئے اس نے بساط بچھائی تھی اور ہر چال بہت سوچ سمجھ کر چلی تھی ورنہ ایک بار ریاض کی طرح ایک اور صحافی چھ گھنٹے تک نیما کے سرسری انٹرویو کے لئے خوار ہوا تھا اور آخر میں نے نیما نے اسے سوری کہہ کر ٹال دیا تھا۔

نیما نے حساب لگایا تھا کہ اب تفصیلی انٹرویو کا وقت آ چکا ہے۔ وہ ایک بہت اچھے کردار میں بہت اچھی پرفارمنس دے چکی تھی۔ فلم کی ریلیز سے پہلے

اس کی پاور فلم پبلسٹی کے لئے ایک ایسا انٹرویو ضروری تھا جو پڑھنے والوں کے ذہن سے کبھی محو نہ ہو اور جو اس انٹرویو کو پڑھے وہ فلم زنگی دیکھنے پر مجبور ہو جائے۔ پہلا اہم فیصلہ یہ تھا کہ انٹرویو کسے دیا جائے۔ بہت غور و خوض کے بعد نیا نے ریاض تبسم کا انتخاب کیا۔

ریاض تبسم فلمی پرچے فلم فن کا نمائندہ تھا لیکن نیا جانتی تھی کہ صحافتی حلقوں میں اس کی بڑی وقعت ہے۔ ملک کے سب سے بڑے اخبار میں اس کے کئی انٹرویو چھپ چکے تھے۔ وہ جانتی تھی کہ ریاض اس غیر معمولی انٹرویو کو فلم فن تک محدود نہیں رکھے گا۔ بلکہ یہ انٹرویو روزنامہ نمسکار میں بھی ضرور شائع ہو گا اور روزنامہ نمسکار ہر گھر میں پڑھا جانے والا اخبار تھا۔

یعنی نیا طے کر چکی تھی کہ ریاض کو یہ انٹرویو دینا ہے!

پھر نیا نے حساب لگایا کہ اسے پڑھنے والوں پر اور اپنے پرستاروں پر آف دی اسکرین شخصیت کا کیا اثر مرتب کرنا ہے۔ اس نے بہت سوچ بچار کے بعد عام اداکاراؤں سے مختلف اپروچ آزمانے کا فیصلہ کیا۔ وہ چاہتی تھی کہ ایک بے لاگ تبصرہ کرنے والی سیدھی، سچی اور صاف گو لڑکی کے روپ میں ان کے سامنے آئے۔ اسی اپروچ کے تحت اس نے ریاض تبسم کے ہر سوال کا بظاہر بے ساختہ، لیکن درحقیقت بہت سوچا سمجھا اور محتاط جواب دیا تھا۔ خصوصاً محبت اور شادی کے بارے میں جواب بہت سوچے سمجھے تھے۔ وہ جانتی تھی کہ یہ سوال ضرور کئے جائیں گے۔ تمام اداکارائیں انٹرویو دیتے ہوئے یہیں تو مار کھاتی ہیں۔

اس انٹرویو میں سچ بھی تھا اور جھوٹ بھی۔ سچ بہت بڑے لیکن غیر اہم تھے اور جھوٹے بہت چھوٹے چھوٹے لیکن اس اعتبار سے بہت اہم تھے کہ انہیں اس کا بہت اچھا امیج بنانا تھا۔ مثلاً محبت اور شادی کے بارے میں اس نے جو کچھ کہا تھا، سچ تھا۔ ہر اداکارہ محبت کی طلب کرتی، لیکن محبت سے ڈرتی ہے۔ عدم تحفظ اور استعمال ہونے کا خوف ہر اداکارہ کو ستاتا ہے۔ یہی معاملہ شادی کا ہے۔ یہی بڑی سچائیاں تھیں۔ پڑھنے والا ان کے حوالے سے اسے بہت شدت کے ساتھ سچی، کھری اور صاف گو اداکارہ سمجھے گا اور فطری طور پر پورے انٹرویو کو، اس کی ہر بات کو سچ سمجھے گا۔

جھوٹ چھوٹے چھوٹے لیکن اہم تھے مثلاً ڈانس ڈائریکٹرز والا سوال، درحقیقت وہ خوش ہوتی تھی اس بات پر کہ اس کے معاملے میں ڈانس ڈائریکٹر کو غیر ضروری سمجھا جانے لگا۔ یہ رقص کے معاملے میں اس کی عظمت کا اعتراف تھا لیکن اس کے جواب سے تمام ڈانس ڈائریکٹرز اس سے خوش ہو جائیں گے۔ وہ اس کا اور زیادہ احترام کریں گے اور اس کے رقص پر اور زیادہ محنت کریں گے۔ اسی طرح سے اس نے صاف گوئی کا امیج بنا کر تمام اہم لوگوں کو خوش کیا تھا۔

زنگی کے بارے میں اس نے جو کچھ کہا تھا، سچ تھا لیکن اس میں اس کی غرض بھی شامل تھی۔ اس فلم ہی کی خاطر تو اس نے یہ انٹرویو دیا تھا۔ اس سے پہلے

وہ اس طرح کا انٹرویو دینے سے پچتی رہی تھی کہ ناقدین کی نظر میں وہ چھوٹی اداکارہ کا بڑا انٹرویو ٹھہرتا لیکن اب وہ مستقبل کی نمبرون اداکارہ تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اس نے جو جھوٹ بولے ہیں، انہیں کوئی جھوٹ نہیں سمجھے گا۔ لوگ جب کسی کو سچا مان لیں تو اس کے منہ سے نکلنے والی ہر بات سچ بھی جاتی ہے۔ اہم ترین بات یہ ہے کہ اس نے انٹرویو لینے والے صحافی کو متاثر کر دیا تھا۔ ایک ایسے صحافی کو جو فلمی ستاروں کے جھوٹ سننے اور پکڑنے کا عادی تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اب ریاض تبسم ہمیشہ اس کی مدح سرائی کرے گا اور اپنی تحریروں میں اس کی تعریف کرے گا۔ قارئین کا متاثر ہونا تو لازمی ہے۔

ایسا ہوتا ہے کہ کوئی عقل مند اور ذہین آدمی لوگوں کو اپنے چھوٹے اور بے ضرر راز بے ساختگی کے ساتھ بتا کر یہ تاثر قائم کرتا ہے کہ وہ منہ پھٹ ہے اور خود کو چھپا کر رکھنا اسے نہیں آتا لیکن کسی کو یہ خیال بھی نہیں آتا کہ اس شخص نے اپنے بڑے اور اہم رازوں کو ہمیشہ کے لئے ان کے تجسس تک سے محفوظ کر لیا ہے۔

نیما کو یاد تھا، ریاض نے اس سے پوچھا تھا...... ’’آپ کی زندگی کا سب سے بڑا خواب؟‘‘

اور اس نے بے ساختہ جواب دیا تھا۔ ’’میرے پاس خواب دیکھنے کی فرصت ہی نہیں۔ بڑی مشکل سے سونے کے لئے وقت ملتا ہے تو بے سدھ ہو کر سوتی ہوں اور نیند پوری ہونے سے پہلے اٹھنا پڑتا ہے۔ خواب کیسے دیکھوں؟‘‘

حالانکہ اس کا ایک خواب تھا۔ وہ خواب شاید فلمی دنیا کی ہر ہیروئن دیکھتی ہے۔ ان میں جو بے وقوف ہوتی ہیں، وہ اسے ٹی وی پر یا صحافیوں کے یا پبلک کے سامنے بیان کر دیتی ہیں۔ یہ نہیں سوچتیں کہ صرف خواب دیکھنا کافی نہیں۔ جس خواب کی تعبیر ناممکن ہو، اسے بیان کرنا اپنا مذاق اڑوانے کے برابر ہوتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں یہ منہ اور مسور کی دال۔ نیما یہ نہیں سننا چاہتی تھی اس لئے اس نے اپنا خواب چھپا کر رکھا تھا۔

نیما کا خواب بھی وہی تھا جو شاید ہر فلمی ہیروئن کا ہوتا ہے۔ ہالی ووڈ! لیکن اس کے لئے وہ محض خواب نہیں تھا۔ وہ اس خواب کو سچ ہوتے دیکھنا چاہتی تھی۔ بس اسے ایک موقع کی تلاش تھی اور پہلا مرحلہ ملک میں نمبرون ہیروئن کا مقام حاصل کرنا تھا۔ اس نے اس سمت میں پہلا قدم اٹھا لیا تھا۔

اس نے تکیے پر سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں اور بڑبڑائی...... آہ ہالی ووڈ۔ سویٹ ہالی ووڈ۔ ویٹ فار می۔ آئی ڈ بی کمنگ۔

☆......☆......☆

انور کی امریکا روانگی کے تمام انتظامات مکمل ہو چکے تھے۔ اب اگلے روز اسے چلے جانا تھا مگر وہ بہت پریشان تھا۔ جس دن اس نے پاپا سے امریکا جانے کے سلسلے میں بات کی تھی اور مضبوط انسان بننے کے عزم کا اعلان کیا تھا، اس دن سے پاپا بالکل بدل کر رہ گئے تھے۔ یہ تبدیلی ظاہری طور پر تو

اتنی نمایاں نہیں۔ کسی اور کو تو پتا بھی نہ چلتا لیکن وہ پاپا کا چہیتا بیٹا تھا اور بچپن سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ سمجھ سکتا تھا کہ کوئی بڑی گڑبڑ ہے۔

ظاہری تبدیلی یہ تھی کہ پاپا کی آنکھیں متورم رہنے لگی تھیں اور آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے پڑ گئے تھے۔ انور جانتا تھا کہ اس کی دو ہی وجوہ ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ پاپا کی مے نوشی بڑھ گئی ہے۔ دوسرے یہ کہ ان کی نیند پوری نہیں ہو رہی ہے۔ شاید انہیں اچھی اور گہری نیند بھی نہیں آ رہی تھی۔

تو کیا اس کا سبب میرا دور جانا ہے؟ اس نے سوچا۔ یہ بہت خوش کن خیال تھا لیکن اس نے فوراً ہی اسے مسترد کر دیا۔ اسے پاپا سے آخری گفتگو بہت اچھی طرح یاد تھی۔ پاپا نے زندگی میں کبھی کسی کو اتنی اہمیت نہیں دی تھی۔ اسے بھی نہیں۔ حالانکہ دنیا میں سب سے زیادہ وہ اسی کو چاہتے تھے لیکن وہ عقل سے سوچنے والے آدمی تھے۔ جذباتی نہیں تھے۔ ہر معاملے کو عقل کی کسوٹی پر پرکھتے تھے۔ اسی لئے وہ اس کے امریکا جانے کے حق میں تھے۔ ملک کی فضا ایسی تھی اور بے یقینی ایسی شدید تھی کہ ان کے خیال میں یہاں کوئی یکسوئی سے اپنے مستقبل کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔

پاپا کی مے نوشی معمول کے خلاف نہیں تھی لیکن وہ ہمیشہ فائدہ مند ثابت ہوئی تھی۔ ذرا ترنگ میں آتے تو پاپا خوش مزاج ہو جاتے۔ ان کی شخصیت تبدیل ہو کر رہ جاتی، جیسے ان کے اندر سورج طلوع ہو گیا ہو۔ شراب پی کر وہ بہکے کبھی نہیں تھے۔ خیر بہکتے تو وہ اب بھی نہیں تھے لیکن اب پینے کے بعد خوش مزاجی نہیں آتی تھی بلکہ وہ اور بجھ جاتے تھے۔

انور پریشان تھا تو غلط نہیں تھا۔ باپ کی عمر 88 سال تھی اور وہ اسے چھوڑ کر امریکا جا رہا تھا جبکہ اس کے جانے کی بات ہونے کے بعد سے باپ کے مزاج میں نمایاں تبدیلی آئی تھی اور وہ تبدیلی منفی تھی۔ ایسے میں وہ یہی سوچ سکتا تھا کہ باپ کو تنہائی کے احساس نے پریشان اور پژمردہ کر دیا ہے۔ یہ غیر فطری بات نہیں تھی۔ 88 سال کی عمر میں تنہائی راجا اندر کی محفل نہیں ہو سکتی، کوئی لاکھ دعویٰ کرتا رہے۔ وہ تو صرف خوفناک تنہائی ہوتی ہوگی۔ جیسے روئے زمین پر صرف ایک انسان رہ گیا ہو۔

انور یوں کب تک پریشان ہوتا۔ اس سے رہا نہیں گیا۔ وہ باپ کے پاس چلا گیا۔ صبح کا وقت تھا۔ آذر جمیل بہت سویرے اٹھنے کا عادی تھا۔ اسے بیدار ہوئے دیر ہو چکی تھی لیکن ابھی وہ خواب گاہ میں ہی تھا۔

انور نے دروازے پر دستک دی۔ ''کم ان'' اندر سے آذر نے بھاری آواز میں کہا۔

انور نے دروازہ کھولا اور کمرے میں چلا گیا۔

آذر بیڈ پر ہی بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے رائٹنگ پیڈ رکھا تھا اور ہاتھ میں پنسل تھی۔ اس نے سر اٹھا کر انور کو دیکھا اور مسکرا دیا لیکن وہ بے جان مسکراہٹ تھی۔ جیسے وہ زبردستی مسکرایا ہو۔ ''آؤ انور بیٹھو'' اس نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

انور نے کرسی اٹھائی، بیڈ کے پاس لا کر رکھی اور اس پر بیٹھ گیا۔ ''شکریہ پاپا۔'' اس نے آہستہ سے کہا پھر اس نے آذر کو غور سے دیکھا۔ آج اس کی آنکھیں اور زیادہ متورم لگ رہی تھیں۔ آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے اور گہرے ہو گئے تھے۔

''تو کل تم جا رہے ہو؟'' آذر نے کہا۔ انداز ایسا تھا، جیسے اسے یاد دلا رہا ہو۔

''جی پاپا!''

''اور اپنی ضد پر قائم ہو؟''

''یہ ضد نہیں پاپا، آپ کو خوش کرنے کی کوشش ہے۔ آپ کی ایک خواہش کا احترام ہے۔''

''میں سمجھا نہیں، تم میری کس خواہش کی بات کر رہے ہو؟''

''آپ مجھے مضبوط دیکھنا چاہتے ہیں، آپ کی خواہش ہے کہ میں تنہائی جیسی فطری چیز سے نہ ڈروں۔ میں مضبوط بننے کی، آپ کی خواہش پوری کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔''

آذر جھنجلا گیا۔ ''کسی کے لفظ پکڑنا اور ان کا اصل مفہوم سمجھے بغیر پکڑنا ذہانت کی کمی کی دلیل ہے لیکن میرے بیٹے کے پاس ذہانت کی کمی نہیں ہو سکتی۔ اس کا مطلب ہے کہ تم ذہانت سے فائدہ نہیں اٹھا رہے ہو۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ تم مضبوط ہو مگر جذباتیت کے ہاتھوں مجبور ہو کر حقائق سے نظریں چرانا کمزوری ہے اور یہ کمزوری دور ہونی چاہئے۔ دوسری بات یہ کہ پردیس کی تنہائی کا تمہیں تجربہ نہیں۔''

''اب ہو جائے گا۔'' انور نے ہٹ دھرمی سے کہا۔ ''اور میں نے جذباتیت والی کمزوری سے بھی نجات حاصل کر لی ہے۔ آپ پھر مجھ سے شکایت کر رہے ہیں۔ میں تو امریکا بھی مضبوط بننے کے لئے جا رہا ہوں۔'' پاپا کی نظروں میں سوال دیکھ کر اس نے وضاحت کی۔ ''دیکھیں نا، یہاں میں اوسط درجے کا ڈاکٹر ہوں اور اوسط درجہ کمزوری کی دلیل ہے اس لئے مجھے امریکا جا کر سپیشلائزیشن کرنے کا خیال آیا ہے۔''

آذر یہ سن کر مسکرایا۔ وہ اس کی مخصوص مسکراہٹ تھی، جس میں آنکھیں چمکنے لگتی تھیں۔ ''مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی۔'' اس نے کہا۔ ''لیکن ڈاکٹر کبھی اوسط درجے نہیں ہوتا۔ وہ خدمت جو کرتا ہے انسانوں کی اور وہ کمزور بھی نہیں ہوتا۔ میں تمہیں روک اس لئے نہیں رہا ہوں...... بلکہ تمہارے جانے پر اس لئے اصرار کر رہا ہوں کہ تم بہت بڑے ڈاکٹر بن جاؤ گے۔ یہ میرا خواب ہے اس لئے میں نے تمہیں اصرار کر کے میڈیکل میں داخلہ دلایا تھا۔''

انور نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ''پریکٹیکل لوگوں کے پاس خواب بھی ہوتے ہیں؟'' اس کے لہجے میں خفیف سا طنز تھا۔

''ہاں ہوتے ہیں، بلکہ خواب دیکھنے کا حق بھی انہی کو ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ تعبیر کی فکر کرتے ہیں اور تعبیر پاتے بھی ہیں۔''

انور لاجواب ہوگیا۔ ''لیکن میرا ڈاکٹر بننا آپ کا خواب کیسے تھا...... اور کیوں تھا؟''

آذر چند لمحے سوچتا رہا جیسے یادیں تازہ کرتا رہا ہو پھر وہ بولا۔ ''میری والدہ...... تمہاری دادی کا انتقال ہوا تو میں چالیس سال کا تھا۔ میرا خیال ہے تمہاری دادی کی موت ڈاکٹر کی نااہلی کی وجہ سے ہوئی۔ اس کے ساتھ میرا جی چاہا کہ کاش میں نے ڈاکٹری کی ہوتی اور امی کا علاج میں خود کرتا۔ سینے میں آگ بھڑک اٹھی تھی مگر پریکٹیکل آدمی ہوں۔ جانتا تھا کہ میں ڈاکٹر نہیں بن سکتا۔ مجھ میں اہلیت ہی نہیں ہے اس کی۔ سو میں نے اس خواب کو اپنے سب سے پسندیدہ بیٹے کے لئے محفوظ کرلیا۔'' وہ کہتے کہتے رکا۔ ''اولاد ہوتی ہی اس لئے ہے۔'' اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ ''آدمی اپنی ہر محرومی کی تلافی اولاد کے ذریعے کرسکتا ہے۔ یہی ایک صورت ہوتی ہے محرومی سے نجات حاصل کرنے کی۔ تم نے میری محرومی دور کردی۔''

انور کے لئے وہ انکشاف تھا پاپا نے پہلی بار یہ بات بتائی تھی لیکن اسے یاد تھا کہ پاپا جو اپنے فن اور اپنی مصروفیات کے علاوہ ہر چیز سے بے نیاز تھے، اس کی تعلیم پر خصوصی توجہ دیتے رہے تھے۔ یہ ایک غیر معمولی بات تھی۔ اب اس کی وجہ بھی معلوم ہوگئی تھی۔

''تم ہمیشہ بات ادھر کی ادھر کردیتے ہو۔'' آذر نے جھنجھلا کر کہا۔ ''میں تمہیں یہ سمجھا رہا ہوں کہ میری ہر چیز پر تمہارا حق ہے۔ میرا ریفرنس تمہارے لئے باعث شرم نہیں ہونا چاہئے۔ میں نہیں چاہتا کہ تم پردیس میں اجنبی اور اکیلے رہو۔''

''ایسا نہیں ہوگا پاپا!'' میں اپنے لئے خود ماحول بناسکتا ہوں اور بناؤں گا۔ میں وہاں تنہائی کا شکار بھی نہیں ہوں گا۔ میں بچہ تو نہیں۔''

''ٹھیک ہے، جو جی چاہے کرو۔'' آذر نے غصے سے کہا۔

''شکریہ پاپا!'' انور نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''لیکن آج آپ نے مجھے بھٹکایا ہے۔'' میں آپ کے پاس یہ باتیں کرنے نہیں آیا تھا۔ مجھے کوئی اور بات کرنی تھی آپ۔''

''کرو۔'' آذر نے بےزاری سے کہا۔

''پاپا میں آپ کے لئے پریشان ہوں۔''

آذر نے چونک کر اسے دیکھا۔ ''تم پریشان ہو؟ میرے لئے، کیسی احمقانہ بات ہے۔ کیا تک ہے پریشانی کی؟ کوئی وجہ بھی تو ہو۔''

''وجہ تو ہے۔'' پچھلے دو ہفتوں سے آپ پریشان لگ رہے ہیں۔''

''میں پریشان نہیں ہوں۔''

''آپ پریشان ہیں اور اس کا اثر آپ کی صحت پر پڑ رہا ہے۔ نمایاں طور پر نظر آرہا ہے۔''

آذر ہنسنے لگا۔ ''اوہ تم ڈاکٹر ہونا۔''

''جی نہیں۔ یہ فرق تو عام آدمی کو بھی نظر آ جائے گا۔'' انور نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔ آپ نے شاید کئی دن سے آئینہ نہیں دیکھا۔''

''روز دیکھتا ہوں۔ خود سے بہت پیار ہے مجھے۔'' آذر نے شگفتگی سے کہا۔

''تو یہ کیسی حقیقت پسندی ہے کہ آپ کو اپنی متورم آنکھیں اور ان کے نیچے سیاہ حلقے نظر نہیں آتے۔''

''نظر آتے ہیں۔ میری عمر میں یہ اونچ نیچ، یہ دھوپ چھاؤں کوئی غیر معمولی بات نہیں۔''

''اس کا عمر سے کوئی تعلق نہیں۔'' انور کے لہجے میں جھنجلاہٹ آ گئی۔ ''آپ سدابہار آدمی ہیں، لیکن دنوں کوئی پریشانی آپ کو نڈھال کر رہی ہے اور وہ یقیناً کوئی بہت بڑی پریشانی ہوگی۔''

''تم ڈاکٹر رہو۔ علم قیافہ کے ماہر نہ بنو۔''

''یہ قیافہ نہیں، مشاہدہ ہے۔ آپ کی نیند بھی متاثر ہوئی ہے......''

''یہ درست ہے۔ بات صرف نیند کی کمی کی ہے۔'' آذر نے اس کی بات کاٹتے ہوئے جلدی سے کہا۔

''میں جانتا ہوں۔ میری پوری بات سن لیں۔ آج کل آپ کی مے نوشی بھی بڑھ گئی ہے اور آپ خوش مزاج بھی نہیں رہے۔ یہ بھی پریشانی کی علامت ہے۔ پھر میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آپ معمول سے زیادہ ٹرینکولائزرز لے رہے ہیں اور نیند آپ کو پھر بھی نہیں آتی۔''

''اتنے عالم و فاضل ہو تو پھر میری پریشانی سے بھی واقف ہو گے۔'' آذر جھنجلا گیا۔

''اندازہ لگا سکتا ہوں۔'' انور نے کہا۔ ''میرا خیال ہے کہ آپ میرے اتنی دور جانے سے اور اپنی تنہائی کے خیال سے پریشان ہیں۔''

آذر جوش اور غصے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ''کیا بک رہے ہو۔ ہزار بار بتا چکا ہوں کہ مجھے تنہائی سے کبھی ڈر نہیں لگا اور نہ ہی کبھی لگے گا اور رہی تمہارے جانے کی بات تو تم میرے خواب کی تعبیر کو آگے بڑھانے کے لئے جا رہے ہو۔ یہ میرے لئے خوشی کی بات ہے، پریشانی کی نہیں۔''

''تو پھر اپنی پریشانی بتائیے مجھے۔''

''مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے۔'' آذر نے پاؤں پٹختے ہوئے کہا۔

''پریشانی تو ہے لیکن آپ بتانا نہیں چاہتے۔ اب میرے سامنے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ میں اپنا جانا کینسل کر دوں۔ میں آپ کو اس حال میں چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ میں سکون سے کچھ کر ہی نہیں سکوں گا وہاں۔''

''یہ ممکن نہیں ہے۔ جانا تو تمہیں پڑے گا۔'' آذر نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔

''پاپا، میں بچہ نہیں ہوں۔'' انور نے احتجاج کیا۔

''میرے لئے تو بچے ہی ہو۔ آذر نے کہا پھر نرم لہجے میں بولا۔ ''تم جانتے ہو کہ تمہارے جانے کی میرے لئے کیا اہمیت ہے۔''

''لیکن میں اس طرح نہیں جا سکتا۔ آپ مجھے بتا دیجئے کہ آپ کو پریشانی کیا ہے؟''

''اس سے کیا فرق پڑے گا؟''

فرق پڑے یا نہ پڑے۔ میرے لئے یہ ضروری ہے۔''

''میں تمہیں صرف اتنا بتا سکتا ہوں کہ کوئی اہم بات نہیں۔'' آذر نے گہری سانس لے کر کہا۔ ''مجھے جو پریشانی ہے، وہ بے حد نجی نوعیت کی ہے۔ میں کسی کو بھی نہیں بتا سکتا۔ تمہیں بھی نہیں۔''

''تو پھر میں جاؤں گا بھی نہیں۔''

''اس لئے میں مضبوطی اور کمزوری کی بات کرتا ہوں۔'' آذر کو ایک دم غصہ آ گیا۔ ''آج پہلی بار میں نے تمہیں اپنے ایک خواب اور اس کی تعبیر کے بارے میں بتایا اور آج ہی میں کمزور بھی ہو گیا۔ مضبوط ہونا اس لئے ضروری ہے کہ انسان طبعاً بلیک میلر ہوتا ہے۔ فائدہ اٹھانے کے ہر موقع کی تاک میں رہتا ہے۔''

''تم جانتے ہو کہ تم مجھے بلیک میل کر رہے ہو۔''

''یہ بلیک میلنگ نہیں ہے پاپا! میں آپ کے لئے پریشان ہوں اور اس پریشانی کے ساتھ امریکا نہیں جا سکتا۔''

''تم مانو یا نہ مانو، یہ بلیک میلنگ ہے۔'' آذر نے سخت لہجے میں کہا۔ ''خواب آدمی کی کمزوری ہوتے ہیں اور کسی کے ہاتھ کسی کی کمزوری لگ جائے تو وہ اس سے کسی طرح فائدہ اٹھاتا ہے۔ اس لئے میں ہمیشہ مضبوط بن کر رہا۔ پہلی بار مجھ سے چوک ہوئی اور وہ بھی بیٹے کے معاملے میں۔ انجام خود دیکھ لو۔ تمہیں اندازہ ہو گیا کہ میں تمہارے امریکا جانے میں انٹرسٹڈ ہوں، تو تم نے شرطیں لگانا شروع کر دیں۔''

''یہ بات نہیں پاپا! آپ مجھے اپنی پریشانی بتا دیں نا۔''

''یعنی ایک اور کمزوری تمہارے ہاتھ میں دے دوں۔'' آذر نے زہریلے لہجے میں کہا۔ پھر اس نے لہجہ نرم کیا۔ ''میں تمہیں صرف یہ اطمینان دلا سکتا ہوں کہ میرا کوئی صحت کا مسئلہ نہیں جو تمہارے لئے کسی بھی طور پر پریشانی کا باعث ہو۔ میرا ایک ذاتی معاملہ ہے، جو میں تمہیں ہرگز نہیں بتا سکتا۔ اب

تمہاری مرضی، امریکا جاؤ یا نہ جاؤ۔ مجھے اتنی زیادہ پروا بھی نہیں۔''

انور بے بسی سے اسے دیکھتا رہا پھر اس کی نظروں میں ستائش ابھری۔ پاپا واقعی مضبوط آدمی تھے۔ وہ ہر قسم کی صورت حال سے نمٹ سکتے تھے۔ اس وقت انہوں نے اسے کتنی آسانی سے ہینڈل کیا تھا اور بے بس کر کے رکھ دیا تھا۔ اب وہ امریکا نہ جاتا تو ہمیشہ خود کو بلیک میلر سمجھتا رہتا۔ اس نے ہاری ہوئی جنگ کو ایک اور زاویے سے جیتنے کی کوشش کی۔ ''ٹھیک ہے پاپا، میں امریکہ جا رہا ہوں لیکن میں وہاں آپ کا ریفرنس کبھی استعمال نہیں کروں گا۔ میں آپ کو مضبوط بن کر دکھاؤں گا۔ میں اپنی انفرادیت بنانے کے لئے آپ کے نام کو بھی ترک کر دوں گا۔''

آذر نے اطمینان کی سانس لی۔ مشکل لمحہ خوش اسلوبی سے گزر گیا تھا۔ ''ٹھیک ہے بیٹے۔ میرے لئے تو یہ خوشی کی بات ہے۔ اپنے جانے کے سلسلے میں اور ایڈمیشن کے سلسلے میں تم نے اپنا ہر کام خود کیا ہے...... اپنے زور پر۔ مجھے تو تم پر فخر ہے۔''

''میں چلتا ہوں۔ پاپا! جانے کی تیاری بھی کرنی ہے۔''

''ٹھیک ہے انور۔''

انور جاتے جاتے پلٹا۔ ''پاپا...... اپنا خیال رکھیے گا۔''

''تم جانتے ہو کہ اپنا آپ مجھے کتنا پیارا ہے۔ میں ہمیشہ اپنا خیال رکھتا ہوں۔''

انور نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ ''ایک بات اور۔ آپ مجھے پوری سچائی سے یقین دلا دیں کہ یہ جو آپ کا ذاتی قسم کا مسئلہ ہے، جو پریشانی ہے آپ، یہ جلد ہی دور ہو جائے گی اور آپ پہلے جیسے ہو جائیں گے۔ ایسا ہو جائے تو میری بے اطمینانی کم ہو جائے گی۔''

''یقین کرو بیٹے، یہ سچ ہے۔ وہ کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ میں صرف ضد سے کام لے رہا ہوں ورنہ اب تک مسئلہ حل ہو گیا ہوتا۔''

''تو پاپا! اپنی ضد چھوڑ دیں۔'' انور نے کہا۔ پھر وہ مسکرایا۔ ''تھینک یو پاپا!''

انور کے جانے کے بعد آذر بھی مسکرا دیا۔ وہ بیٹے کو کیا بتاتا، کیسے بتاتا کہ وہ اپنے ماضی سے اور اس کی محرومیوں سے بھاگ رہا ہے۔ ماضی ہے کہ خود کو اس پر تھوپ رہا ہے۔ اسے خود کو دہرانے پر مجبور کر رہا ہے اور وہ لڑ رہا ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنی محرومی کی یاد تازہ نہیں کرنا چاہتا، لیکن اس ضد کے نتیجے میں اسے ایک اور محرومی مل گئی ہے۔ اس کی تنہائی اب راجا اندر کی سبھا نہیں رہی۔ وہ تنہا ہوتا ہے تو ماضی اسے ستاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں وہ جام پر جام لنڈھاتا ہے لیکن لذت اور سرور سے محروم رہتا ہے۔ نشہ اور اذیت دہ ہو گیا ہے پھر نیند کی گولیاں بھی بے اثر ہو گئی ہیں۔ نیند برائے نام آتی ہے ......اور اچھی نہیں آتی۔

اسے انور کا مشورہ یاد آیا۔ کیا اسے ضد چھوڑ دینی چاہیے۔ یوں تو اس کی صحت تباہ ہو جائے گی اور اس عمر میں وہ اس کا متحمل نہیں ہو سکتا لیکن وہ اتنی آسانی سے ہار ماننے والا نہیں تھا۔

☆......☆......☆

نرگس کا صرف پیچ ورک باقی رہ گیا تھا۔ نیا ایک عجیب طرح کی سنسنی محسوس کر رہی تھی۔ یہ فلم اس کے کیریئر کے لئے نہایت اہم تھی۔ وہ فلم سے اور اپنی پرفارمنس سے مطمئن تو تھی مگر یہ بھی جانتی تھی کہ اس کے باوجود فلم فلاپ ہو سکتی ہے۔ پچھلے برسوں میں فلاپ ہونے والی بہت معیاری فلموں کی فہرست بہت طویل اور حوصلہ شکن تھی۔ ان دنوں وہ سوچتی تھی کہ فلم کی کامیابی کے لئے کچھ کرنا ہوگا۔ اس کی پبلسٹی کے لئے اچھوتا آئیڈیا سوچنا ہوگا۔

اس دوران میں ایک اور بات بھی ہوئی تھی۔ ایک مرد اس کی زندگی میں داخل ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ ارب پتی صنعت کار جگدیش تھا۔ اس کی متعدد انڈسٹریز کامیابی سے چل رہی تھیں اور اب وہ فلم انڈسٹری میں داخل ہونا چاہتا تھا۔ نیا کا اندازہ تھا کہ درحقیقت جگدیش کو فلموں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ بس وہ اس تک پہنچنے کے لئے مصنوعی روشنیوں کی اس دنیا میں چلا آیا تھا۔

نیا کی جگدیش سے پہلی ملاقات ایک فائیو سٹار ہوٹل کی ایک پارٹی میں ہوئی تھی۔ یہ پارٹی جگدیش نے مشہور ہدایت کار امرجیت کے اعزاز میں دی تھی۔ امرجیت وہ شخص تھا، جس نے نیا کو فلمی دنیا سے متعارف کرایا تھا۔ نیا دنیا میں سب سے زیادہ لحاظ اسی کا کرتی تھی۔ اگر امرجیت نہ ہوتا تو شاید وہ اس پارٹی میں کبھی شریک نہ ہوتی۔ اس پارٹی میں شریک ہونے والے تمام افراد فلمی صنعت سے تعلق رکھتے تھے۔

نیا نے اس پارٹی میں جگدیش کو پہلی بار دیکھا تو حیران رہ گئی۔ اس کے تصور میں جگدیش کوئی موٹا توند والا بھدا سیٹھ تھا لیکن حقیقت اس کے برعکس نکلی۔ وہ تو بہت خوبرو اور وجیہہ آدمی تھا۔ عمر بھی زیادہ نہیں تھی۔ نیا دل میں یہ اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکی کہ فلمی دنیا کے کئی ہیروز سے بہتر ہے بلکہ سچ یہ ہے کہ اس میں روایتی ہیرو کی تمام خوبیاں موجود تھیں۔

تقریب ویسی ہی تھی، جیسی عام طور پر فلمی دنیا کی تقریبات ہوتی ہیں۔ شراب پانی کی طرح بہائی جا رہی تھی۔ ہر درجے کی اداکارائیں ادھر ادھر تھرکتی پھر رہی تھیں۔ پی آر کا سلسلہ زوروں پر تھا۔ نیا کو ایسی تقریبات میں کوفت ہوتی تھی چنانچہ وہ اس شخص کے ساتھ چپکی رہی جس کی وجہ سے تقریب میں شریک ہوئی تھی...... یعنی امرجیت۔

''لیڈیز اینڈ جنٹلمین'' بھاری آواز میں ایک اناؤنسمنٹ نے نیا کو چونکا دیا۔ اس نے آواز کی سمت دیکھا۔ جگدیش مائیک ہاتھ میں لئے کھڑا تھا۔

''میں چند لمحوں کے لئے آپ کی توجہ چاہتا ہوں۔''

ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ ہر نگاہ جگدیش کے چہرے پر جم گئی۔

''مجھے ایک اہم اعلان کرنا ہے۔ آج کی یہ تقریب بے سبب نہیں۔ میں آپ کو اس کا سبب بتانا چاہتا ہوں۔ ممکن ہے، میرا تاثر غلط ہو، لیکن میرے خیال میں آپ کی فلمی صنعت ایک فیملی کی طرح ہے، ہدایت کاروں اور فنکاروں سے لے کر تکنیک کاروں تک ہر شخص اس گھرانے کا فرد ہے اور گھر میں لاکھ اختلافات ہوتے رہیں لیکن گھر گھر ہی رہتا ہے۔''

مختلف سمتوں سے بے شک، بے شک کی آوازیں ابھریں۔

''آج اسی گھرانے میں اپنی شمولیت کے لئے التجا کر رہا ہوں اور اس شمولیت کے لئے میں نے اس گھرانے کے ایک بزرگ کی سفارش حاصل کی ہے۔ میرے محترم دوست امرجیت کو کون نہیں جانتا۔ ان کے فلمی صنعت پر بے حد احسانات ہیں۔ انہوں نے اس انڈسٹری کو ایسے ایسے روشن ستارے دیئے ہیں، جن سے یہ دنیا دمک رہی ہے۔'' یہ کہتے ہوئے جگدیش کی نظر ایک ثانئے کو نیا کے چہرے پر رکی اور پھر امرجیت کے چہرے پر جا ٹھہری۔ ''امر صاحب، کیا آپ میری سفارش کریں گے۔''

امرجیت نے ہاتھ میں موجود جام کو بلند کیا اور مسکراتے ہوئے کہا۔ ''اسٹرونگلی ریکومینڈیڈ۔''

''تھینک یو سر!'' جگدیش نے سر خم کرتے ہوئے کہا۔ ''اب خواتین و حضرات، یہ آپ کی مرضی پر منحصر ہے کہ مجھے قبول کریں یا مسترد کر دیں۔''

ہر طرف سے ویل کم، موسٹ ویل کم کی آوازیں آنے لگیں پھر ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔

جگدیش نے چاروں طرف رخ کر کے کئی بار سر خم کیا۔ ''شکریہ۔ میں آپ سب کا شکر گزار ہوں۔ میں آپ کی اس فیملی کا ایک اچھا ممبر ثابت ہوں گا۔ میں نے فی الحال بڑے پیمانے پر فلم سازی کا اور اس کے علاوہ فلم ڈسٹری بیوشن کا پروگرام بنایا ہے۔ بھگوان نے چاہا تو ہم سب مل کر کام کریں گے۔ مجھے امید ہے کہ مجھے آپ سب کا تعاون حاصل رہے گا اور آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں ہر تعاون کے لئے حاضر ہوں۔ اب آپ سب انجوائے کیجئے۔ شکریہ۔''

ایک بار پھر تالیاں بجیں اور بجتی رہیں۔

جگدیش کی اس اناؤنسمنٹ کے بعد محفل کا مزاج تبدیل ہو گیا۔ مہمان خصوصی ایک طرف رہ گیا اور میزبان جان محفل بن گیا۔ ہر شخص اس سے ملنا، اس سے بات کرنا چاہ رہا تھا۔ ظاہر ہے، وہ ایک ارب پتی تھا جو کئی زاویوں سے ہر ایک کے کام آ سکتا تھا۔ خاص طور پر وہ اداکارائیں اس کے پیچھے لگ گئیں، جو کوئی مقام بنانے کی جدوجہد کر رہی تھیں یا پھر وہ ہدایت کار تھے جو کبھی ایک مکمل فلم نہیں بنا سکے تھے اور نہ ہی بنانا چاہتے تھے۔ چھ آٹھ مہینے

وہ فلم بنانے کی اداکاری کرتے رہے۔ اس دوران میں ان کی مرغی روٹی سکون سے چلتی رہتی اور جب فنانسر خالی ہو جاتا تو وہ اسے لات مار کر پھر سے دال دلیے کی کوشش میں لگ جاتے۔

نیا جگدیش کو بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔ وہ سب سے بہت خوش اخلاقی سے مل رہا تھا۔ لیکن وہ بہت ریزرو بھی تھا۔ اس کا انداز عامیانہ نہیں تھا۔ وہ تیسرے درجے کی ادافروش اداکاراؤں سے بھی بہت احترام سے بات کر رہا تھا لیکن اس کے انداز میں ان کے لبھانے کی کوششوں کے لئے حوصلہ افزائی نہیں تھی۔

نیا کو نہ جانے کیوں ایسا لگا، جیسے وہ اداکاری کر رہا ہے۔ اسے اس کے انداز میں بناوٹ محسوس ہوئی۔

''فیلی کے گدھ نئے ممبر پر منڈلا رہے ہیں۔'' امرجیت نے نیا سے کہا۔ ''آؤ کسی پرسکون گوشے میں بیٹھیں۔''

نیا امرجیت کے ساتھ ایک خالی میز کی طرف چل دی۔ وہ بیٹھ گئے۔ ویٹر ان کے لئے مشروب لے آیا۔ ''تمہاری فلم زندگی کی اسٹوڈیو رپورٹ بہت اچھی ہے۔'' امرجیت نے کہا۔

''میرا خیال ہے وہ اچھی فلم ثابت ہوگی۔'' نیا نے محتاط لہجے میں کہا۔

''مجھ سے بات کرتے ہوئے اتنی احتیاط۔'' امرجیت نے اسے چھیڑا۔ ''میں جانتا ہوں، تم پوری طرح اس فلم پر تکیہ کر رہی ہو۔''

''جی ہاں!'' نیا نے کہا۔ پھر پوچھا۔ ''پھر آپ کی کیا رائے ہے اس فلم کے بارے میں؟ مجھے معلوم ہے، آپ اس کے رشز دیکھ چکے ہیں۔''

''ہاں، میرا خیال ہے کہ یہ فلم تمہاری اور آکاش ورما کی فلم ہے۔ دونوں نے ہی کمال کر دیا ہے۔''

نیا کا چہرہ تمتما اٹھا۔ استاد کے منہ سے یہ تعریف غیر معمولی تھی۔ ''آپ کا کیا خیال ہے، فلم کامیاب ہوگی۔''

''کامیابی کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔'' امرجیت نے خشک لہجے میں کہا۔ ''میری سب سے خوبصورت فلم نے مالی طور پر میری کمر توڑ دی تھی۔''

نیا نے سر جھکا لیا۔ امرجیت درست کہہ رہا تھا۔ اس لمحے اس نے فیصلہ کر لیا کہ کوئی آئیڈیا سوچنا اور کچھ کرنا ہوگا۔ فلم کو غیر معمولی پبلسٹی ملنی چاہئے۔

پارٹی ختم ہوتے ہوتے نیا کو اندازہ ہو گیا کہ جگدیش اسے دانستہ نظر انداز کر رہا ہے۔ وہ مسکرا دی۔ اسے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ لیکن یقین بھی ہو گیا کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔

ایک ہفتے بعد جگدیش نے ایک ساتھ چار فلمیں شروع کرنے کا اعلان کیا۔ ایک کا ہدایت کار امرجیت تھا اور دوسری فلم زندگی کے ڈائریکٹر آکاش ورما

کو ڈائریکٹ کرنا تھی۔ نیما کا حیرت ہوئی کہ اسے ان میں سے ایک فلم بھی نہیں۔ اس بات سے اسے دھچکا لگا لیکن وہ اسے زیادہ اہمیت اس لئے نہ دے سکی کہ اس کے سر پر زنگی کی پبلسٹی کا بوجھ تھا۔

بالآخر اسے ایک آئیڈیا سوجھ گیا۔

☆......☆......☆

انور کو امریکا گئے ایک ماہ ہو چکا تھا۔

آذر اپنے اسٹوڈیو میں بیٹھا جام مئے ناب سے شغل کر رہا تھا۔ وہ پریشان تھا۔ پچھلے دو ماہ سے وہ کوئی کام بھی نہیں کر سکا تھا۔ طبیعت اس طرف مائل ہی نہیں ہوتی تھی۔ بے زاری اس قدر تھی کہ لطف و کیف ایک ایسی لفظی ترکیب بن کر رہ گیا تھا، جس کا اس سے کبھی واسطہ ہی نہ رہا ہو۔

اس کیفیت میں وہ کام کر بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ تو بہت سکون سے، سرشاری کے عالم میں کام کرنے کا عادی تھا۔ ایسے میں اس کی رگوں میں جیسے خون کی جگہ سرور و نشاط رقصاں ہوتے تھے اور پھر کام کرتے ہوئے اسے گرد و پیش کا احساس بھی نہیں رہتا تھا۔

اس نے ایک گہری سانس لی اور جام خالی کر کے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔ یہ جنگ تو بہت طویل ہو گئی۔ اس نے آزردگی سے سوچا۔ اور اس میں اپنے جیتنے کا کوئی امکان ہی نظر نہیں آتا۔

اسے وہ دن یاد تھا، جب انور نے اس کے زخم محرومی کو کریدا تھا۔ جیسے بلاؤں کا بکس کھول دیا تھا۔ اس کی خوبصورت تنہائی مجروح ہو گئی تھی اور نہ چاہتے ہوئے بھی وہ اپنے ماضی کو دہرانے پر مجبور ہو گیا تھا اور وہ ماضی مصر تھا کہ وہ اپنے تمام مصائب، تمام محرومیوں کو یاد کرے۔ اور اس نے پوری قوت سے مزاحمت کی تھی لیکن اس مزاحمت کے نتیجے میں وہ سکون سے محروم ہو گیا تھا۔ نیند اس سے روٹھ گئی تھی۔ زندگی کی سب سے بڑی خوشی۔ اب وہ یہ سوچ رہا تھا کہ یہ تو سراسر خسارے کا سودا ہے۔

وہ بہت ضدی تھا۔ انور نے جانے سے ایک دن پہلے اسے ضد چھوڑنے کا مشورہ دیا تھا۔ اس نے مشورے کو در خور اعتنا نہیں سمجھا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ زندگی میں جب بھی اس نے ضد کی تھی، پوری ضرور کی تھی لیکن اب اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ اسے ہار ماننا ہو گی۔

اس نے آنکھیں بند کر کے پرسکون نیند کا تصور کیا۔ پہلی بار اسے احساس ہوا کہ نیند میں کیسی لذت ہوتی ہے اور اب پچھلے دو ماہ سے وہ نہ صرف اس لذت سے محروم تھا بلکہ بے خوابی کی اذیت بھگت رہا تھا۔

بس بہت ہو گئی۔ اس نے سوچا۔ اسکے اندر ایک عجیب سی آمادگی ابھری۔ میں ہار گیا، وہ بڑبڑایا، بس مجھے میری نیند اور میری تنہائی کی حسین محفلیں لوٹا

اے وقت، مجھے تجھ سے کچھ نہیں چاہئے۔ بس اتنا کر دے۔ اس کے لئے وہ اذیتیں ایک بار اور سہی۔

اس نے آنکھیں موند لیں۔ بند آنکھوں کے پیچھے اندھیرا تھا پھر اچانک روشنی ہوگئی۔ اس کے ساتھ ہی جیسے فلم سی چل پڑی۔ اب وہ اپنے آبائی مکان میں تھا۔

☆......☆......☆

گھر میں بڑی گہما گہمی، بڑی رونق تھی۔

اختر بھائی کی شادی ہو رہی تھی۔ ابا جان کی موت کے بعد وہ پہلی خوشی تھی، جو گھر میں آئی تھی ورنہ ہر طرف دکھ ہی دکھ تھا، پچھتاوے ہی پچھتاوے تھے۔

آذر اپنے کمرے میں بیٹھا زہرہ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ انگلینڈ سے آنے کے بعد جب اس نے پہلی بار زہرہ کو دیکھا تھا تو درحقیقت دیکھا نہیں تھا۔ اس وقت وہ ابا جان کے صدمے سے دوچار تھا۔ وہ زہرہ کی وجہ سے سنبھل تو گیا تھا لیکن زہرہ پر توجہ نہیں دے سکا تھا۔

اختر بھائی کی شادی میں شرکت کے لئے زہرہ ایک ہفتہ پہلے آگئی تھی۔ اس دوران میں آذر نے اسے غور سے دیکھا تھا اور اسے شاک لگا تھا۔ زہرہ بہت بدل گئی تھی۔ خوبصورت وہ اب بھی تھی مگر جس نے برسوں پہلے اسے دیکھا ہو، وہ فرق محسوس کر سکتا تھا۔ وہ اب مرجھائی ہوئی لگتی تھی۔ اسے اس حال میں دیکھ کر آذر کو حیرت بھی ہوئی اور افسوس بھی ہوا۔ کیا یہ ممکن ہے کوئی کسی سے اتنی محبت بھی کرے اور برسوں کے بعد دیکھنے پر اتنی بڑی تبدیلی بھی اسے نظر نہ آئے۔ یہ تو خود غرضی کا ثبوت ہے۔ اپنے دکھ میں گھر کر اس نے زہرہ کو دیکھتے ہوئے بھی نہیں دیکھا تھا۔

شادی کے ہنگاموں میں مصروف زہرہ کو وہ مسلسل دیکھتا رہا۔ وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ اس کے انداز میں شوخی تھی۔ وہ ہر رسم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی تھی لیکن اس بار آذر دھوکہ نہ کھا سکا۔ اس نے دیکھ لیا کہ وہ خوشی، خوش مزاجی اور شوخی محض ایک نقاب ہے۔ زہرہ خود کو خوش وخرم ثابت کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ کوئی دکھ ہے، جسے وہ چھپا رہی ہے اور وہ جو دکھ بھی ہے، وہی اس کے مرجھانے کا سبب بھی ہے۔

آذر اسے دیکھتا، اس کے بارے میں سوچتا اور الجھتا رہا۔ سوال یہ تھا کہ دکھ ہے تو اسے چھپایا کیوں جا رہا ہے۔ آدمی کسی عام دکھ کا پردہ نہیں رکھتا۔ کوئی بہت ذاتی دکھ ہو سکتا ہے جسے دوسروں سے چھپایا جائے اور اتنا ذاتی دکھ عام طور پر کسی محرومی کا ہی ہو سکتا ہے۔ لیکن زہرہ کو ایسا کون سا دکھ ہو سکتا ہے۔ کون سی محرومی ہے جو اسے ستاتی ہے۔

انسان اپنے معاملے میں بڑا خوش فہم ہوتا ہے۔ بہت محبوب لوگوں کے دکھ میں بھی اپنے لئے آسائش کا پہلو تلاش کرتا ہے۔ آذر نے بھی یہی کیا۔ اس

نے سوچا، کہیں زہرہ کے دکھ کا سبب میں تو نہیں۔ کہیں یہ مجھ سے دوری کا...... مجھ سے محرومی کا تو دکھ نہیں۔

اور جیسے جیسے وہ اس امکان پر سوچتا رہا، اسے یقین ہوتا گیا کہ یہی بات ہے۔ محبت...... اور سچی محبت خواہ اس کی اساس جسم پر ہو، اتنی بے اثر نہیں ہوتی کہ اس کی آنچ دوسرے فریق تک نہ پہنچے۔

اس پختہ یقین کے ساتھ اس نے فیصلہ کیا کہ اختر بھائی کی برات واپس آنے کے بعد زہرہ سے بات کرے گا۔

وہ اختر بھائی کا شہ بالا بنا لیکن پوری تقریب میں وہ کھویا کھویا سا رہا۔ وہ زہرہ کے منہ سے اپنی محبت کا اعتراف سننے کے لئے بے تاب ہو رہا تھا اور وہ بے تابی اس نوجوان کی سی تھی، جسے پہلی بار محبت ہوئی ہو۔

نکاح اور رخصتی کی پوری تقریب اس کے لئے خواب کی طرح تھی۔ وہ تو بس خواب کے بعد آنکھ کھلنے کا منتظر تھا۔

برات واپس آ گئی۔ رسموں کا سلسلہ چلتا رہا۔ بالآخر دلہا اور دلہن کو حجلہ عروسی میں پہنچا دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی رونقیں ختم ہو گئیں۔ ہنگامہ تھم گیا۔ جیسے اچانک رات ہو گئی ہو۔ ہر طرف سکوت چھا گیا اور وہ سکوت بتا رہا تھا کہ اس رات کی صبح بہت دیر سے ہو گی۔

وہ کچھ دیر اپنے بستر پر کروٹیں بدلتا رہا۔ وہ احتیاطاً سکوت کے اور گہرا ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کا دل اس عاشق کے دل کی طرح سینے میں رقص کر رہا تھا، جو پہلی بار اپنے محبوب سے ملاقات کا...... وصل کا منتظر ہو۔

اسی کیفیت میں آدھا گھنٹہ گزر گیا۔ گھر میں نہ کوئی چاپ تھی نہ سرگوشی۔ لگتا تھا رات نے بھی سانسیں روک لی ہیں۔ بالآخر وہ اٹھا اور دبے پاؤں اپنے کمرے سے نکل آیا۔ زہرہ کے کمرے کا دروازہ سامنے ہی تھا۔ فاصلہ دو قدم بھی نہیں تھا لیکن آج پہلی بار اس کا انداز چوروں کا سا تھا۔ زہرہ کے کمرے کے دروازے پر وہ چند لمحے جھجکتا رہا۔ اسے ڈر تھا کہ دستک سے کوئی اور نہ جاگ جائے اور بغیر دستک کے وہ کمرے میں جانا نہیں چاہتا تھا۔

جھجکتے جھجکتے اس نے دروازے پر ناخنوں سے بہت آہستگی سے دستک دی۔ اس کی دستک کی آواز خود اس نے بھی مشکل سے سنی۔ اس نے سوچا، اس دستک کا تو جواب نہیں مل سکتا

یہ سب ایک ثانئے کی بات تھی۔ وہ دوبارہ دستک دینے ہی والا تھا کہ اندر سے زہرہ نے کہا ”کون ہے؟ کیا بات ہے؟“

”زہرہ آپا، یہ میں ہوں آذر۔“

”آذی!“ لہجے میں حیرانی تھی۔ ”آ جاؤ ننھے منے۔“

وہ دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔ زہرہ بستر پر بیٹھی تھی۔ اس کی آنکھوں میں نیند کے آثار بھی نہیں تھے۔ اسی لئے اس نے ہلکی سی دستک پر بھی جواب

دے دیا تھا۔

آذر کے دل میں خوش فہمی اور زور پکڑ گئی۔ اتنی مصروفیت اور ہنگامے کے بعد وہی جاگ سکتے ہیں جو فرقت زدہ اور مجبور ہوں۔ اس نے سوچا...... اس وقت اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ یہ بات حقیقت سے کس قدر قریب، لیکن درحقیقت اس کی سوچ سے بہت بڑی ہے۔ وہ ہجر و فراق تو عمر بھر کا تھا، جو زہرہ کو جگا رہا تھا۔

''کیا بات ہے آذی، نیند نہیں آ رہی ہے؟'' زہرہ نے شفقت سے پوچھا۔

''نہیں لیکن مجھے حیرت ہے کہ آپ بھی جاگ رہی ہیں۔'' آذر نے کہا۔

''کیوں، میں نہیں جاگ سکتی؟'' زہرہ نے شوخی سے کہا۔ لیکن اس شوخی کی تہہ میں واضح دکھ تھا۔ ''تمہاری نیند اڑ سکتی ہے تو میری بھی اڑ سکتی ہے۔''

''میری نیند تو یہاں آنے کے بعد مستقل طور پر اڑ گئی ہے۔ ایک سال ہو گیا۔''

''صرف ایک سال۔'' زہرہ نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ ''یہاں تو صدیوں سے نیند اڑی ہوئی ہے۔''

آذر کا دل سینے میں اس زور سے دھڑکا کہ اس کا وجود ہل کر رہ گیا۔ منہ زور جذبے ایسے امنڈے کہ اسے خود کو روکنا مشکل ہو گیا۔ گھبرا کر اس نے شوخی کا سہارا لیا۔ ''کیوں زہرہ...... آپا۔ کسی سے محبت تو نہیں ہو گئی؟''

''محبت اور نفرت دونوں کی تاثیر ایک سی ہوتی ہے۔'' زہرہ کا لہجہ عجیب سا تھا۔ ''فرق صرف اذیت کی نوعیت کا ہوتا ہے۔ ایک دھیمی دھیمی آنچ ہوتی ہے، جس میں ہلکی ہلکی تڑپ اور اذیت میں بھی لذت ہوتی ہے۔ دوسری جہنم کی آگ کی طرح جھلساتی ہے۔''

''مجھے یقین ہے کہ آپ نے محبت ہی کا انتخاب کیا ہو گا۔''

''انتخاب کا موقع کہاں ملتا ہے۔ یہ تو رزق کی طرح ہے...... نصیب اپنا اپنا۔''

آذر کی دھڑکنوں کی لے بدل گئی۔ وہ خوف زدہ ہو گیا۔ کہیں زہرہ کو NUDE تصویر کا علم تو نہیں۔ اس نے سوچا۔ ورنہ نفرت کا اور کیا جواز ہو سکتا ہے۔ اس نے کہا۔ ''زہرہ...... آپا، نفرت تو بہت بری چیز ہے۔ آپ تو کسی سے نفرت نہیں کر سکتیں...... کسی سے بھی نہیں۔''

''یہ بے اختیار جذبے!'' زہرہ نے سرد آہ بھر کر کہا۔ ''ان پر اختیار کہاں ہوتا ہے۔''

اب وہ تجسس آذر کی برداشت سے باہر تھا۔ وہ تو بس یہ جانتا تھا کہ زہرہ کے پاس جو بھی جذبہ ہے، بس اس کے لئے ہے۔ ''آپا...... آپ نفرت کرتی ہیں؟''

''ہاں آذی، ننھے منے بچے۔'' زہرہ نے مجرموں کی طرح سر جھکا لیا۔

''آپ مجھ سے نفرت کرتی ہیں؟'' آذر کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

اس کے لفظوں نے زہرہ کو جھنجھوڑ ڈالا۔ اس نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ''تم سے...... نفرت! یہ خیال تمہیں کیوں آیا؟''

دل میں آس کا دیا سا جلنے لگا۔ ''میں...... میں بہت برا ہوں نا...... اس لئے۔''

''ارے نہیں ننھے منے، میں بھلا تم سے نفرت کر سکتی ہوں۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔'' زہرہ نے بے حد خلوص سے کہا۔

''تو پھر کس سے نفرت ہے آپ کو؟''

زہرہ جیسے اچانک ہوش میں آ گئی۔ ''یہ میں نے کب کہا۔'' وہ گڑبڑا کر بولی۔ ''مجھے کسی سے نفرت نہیں۔''

''تو اتنی دیر سے خواہ مخواہ نفرت کی بات کئے جا رہی ہیں۔ سچ سچ بتائیں، کس سے نفرت ہے آپ کو؟''

''کسی سے بھی نہیں۔'' زہرہ نے کہا پھر بے بسی سے بولی۔ ''مجھے نفرت ہے اپنے نصیب سے۔'' اچانک اس نے بات بدلی۔ ''یہ تو بتاؤ، تم اس وقت کیوں آئے ہو؟''

''آپ سے ایک بات پوچھنا تھی۔''

''اتنی رات کو، جاؤ صبح پوچھ لینا۔''

''نہیں زہرہ...... آپا، وہ بات اسی وقت کی جا سکتی ہے۔''

''تم سچ مچ پگلے ہو آذی! اچھا...... پوچھو۔''

''زہرہ...... آپا، آپ خوش نہیں ہیں نا؟''

زہرہ کا چہرہ فق ہو گیا۔ ''یہ کس نے کہا تم سے؟''

''آپ کے چہرے نے۔ یہ بات تو آپ کے پورے وجود پر لکھی ہے۔ آپ کا ہر انداز یہ بات کہتا ہے۔'' آذر نے اعتماد سے کہا۔ ''چھپانے کی کوشش کرنے کا یہ مطلب نہیں آپ چھپانے میں کامیاب بھی ہو گئیں۔''

''وہم ہے تمہارا۔ کسی اور نے تو کبھی نہیں کہی یہ بات۔''

''مجھ میں اور کسی اور میں بہت فرق ہے۔ میری نگاہ اور طرح کی ہے۔ آپ تو جانتی ہیں کہ میری نظر کمی بیشی بھی ڈھونڈ لیتی ہے اور اسے ظاہر میں

چھپی اصلیت بھی نظر آتی ہے۔'' آذر کا لہجہ معنی خیز ہو گیا۔

زہرہ کا چہرہ تمتما اٹھا۔ ''فضول باتیں مت کرو۔'' اس نے جھنجھلا کر کہا۔ ''میں ناخوش نہیں ہوں۔''

''آپ اپنی شادی سے...... اپنے شوہر سے خوش نہیں ہیں۔ یہی بات ہے نا؟''

اس بار زہرہ کا چہرہ یوں زرد ہوا جیسے جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی نہ رہا ہو۔ ''ایسی باتیں مت کرو آذی۔''

اس کے چہرے نے اس کے کمزور لہجے نے آذر کے دل میں پھر خوش فہمی جگا دی۔ زہرہ شوہر کے ساتھ خوش نہیں ہے تو اسی لئے کہ وہ اس سے محبت کرتی ہے۔ ''اب میں بچہ نہیں ہوں زہرہ!'' اس نے پہلی بار حد درجہ اعتماد کا مظاہرہ کیا۔ ''میں تمہیں تمہارے شوہر سے رہائی دلواؤں گا۔ اب مجھے تم سے دور کوئی نہیں کر سکتا۔''

''دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا۔'' زہرہ اچانک بھڑک گئی۔ ''یہ کیا بکواس کر رہے ہو۔ کیا سمجھتے ہو تم خود کو۔ بہت بڑے ہو گئے ہو۔''

اس کے یوں پھٹ پڑنے سے آذر کا انداز مدافعانہ ہو گیا۔ ''دیکھو زہرہ! تم اور میں دونوں جانتے ہیں کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔ اس محبت کو چھپا کر، گھل گھل کر جینے کا کیا فائدہ۔ جبکہ بات کچھ ایسی مشکل بھی نہیں۔''

''تم سچ مچ پاگل ہو گئے ہو۔'' زہرہ نے ترحم آمیز لہجے میں کہا۔ ''ننھے منے بچے، خود کو بڑا سمجھتے سمجھتے کیسی خطرناک غلط فہمیاں پال لی ہیں تم نے۔''

''تم کسے بہلانے کی کوشش کر رہی ہو زہرہ؟ مجھے یا خود کو۔'' آذر نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔ ''ممکن ہے میری محبت کو تم خود سے بھی چھپاتی رہی ہو لیکن میں حقیقت سے واقف ہوں۔ اب میں یہ سب کچھ......''

''تمہیں کچھ بھی پتا نہیں۔'' زہرہ نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''تمہیں کچھ بھی نہیں معلوم۔ تم سوچ بھی نہیں سکتے۔...... سمجھ بھی نہیں سکتے کہ میں کس آگ میں جل رہی ہوں۔''

''میں سب سمجھتا اور جانتا ہوں زہرہ!'' آذر نے کہا اور زہرہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔

زہرہ کا ردعمل ہلا دینے والا تھا۔ جیسے ہی آذر نے اس کا ہاتھ تھاما، زہرہ پر جیسے لرزہ چڑھ گیا۔ آذر اپنی بات بھول کر حیرت سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ یوں پوری جان سے کانپ رہی تھی، جیسے اپنے بدن پر اس کا اختیار ہی نہ ہو۔ یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ اسے دھکیلنا چاہتی ہے۔ وہ اپنا دوسرا آزاد ہاتھ اس کی طرف بڑھا کر اسے ہٹانا چاہتی تھی، لیکن لرزے کی وجہ سے یہ ممکن نہیں تھا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور پلکیں جھکنے لگیں تھیں۔

جاری ہے......

''خدا کے لئے آذر...... خدا کے لئے ...... خدا کے لئے۔'' زہرہ سے کچھ کہا بھی نہیں جا رہا تھا۔ وہ بس خدا کے لئے کی گردان کئے جا رہی تھی۔ آذر کو اس پر بھی حیرت تھی کہ وہ اسے ننھے منے یا آذی کی بجائے آذر کہہ کر پکار رہی ہے۔

آذر اس کے ردعمل کے طلسم میں ایسا اسیر ہوا کہ بت بن کر رہ گیا۔ چند لمحوں میں اسے احساس ہوا کہ اگر اس نے کچھ نہ کیا تو زہرہ کو کچھ ہو جائے لیکن الجھن یہ تھی کہ اس طلسم کو توڑنے کے لئے وہ کیا کر سکتا ہے اور یہ ضروری تھا۔

جو کچھ کرنا چاہئے تھا، وہ آذر سے خود بخود سرزد ہو گیا۔ اسے پتا بھی نہ چلا اور بے اختیار اس نے زہرہ کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ حالانکہ اس کی گرفت اتنی سخت نہیں تھی لیکن اس گرفت سے آزاد ہوتے ہی زہرہ بستر پر گری۔ اس کا جسم اب بھی لرز رہا تھا لیکن لرزش کم ہوتی جا رہی تھی۔

آذر حیرت سے کبھی اپنے ہاتھ کو دیکھ رہا تھا اور کبھی زہرہ کو لیکن در حیرت ابھی بند نہیں ہوا تھا۔ اچانک زہرہ پھنسی پھنسی آواز میں بولنے لگی۔ ''آذر خدا کے لئے مجھے ہاتھ نہ لگانا۔ مجھے نہ چھونا۔ کیوں میری اذیت بڑھاتے ہو۔ مجھے نہ چھونا آذر......''

وہ یہی کچھ دہرائے جا رہی تھی۔ اس کا لہجہ التجائیہ تھا لیکن لفظ کچھ اور کہہ رہے تھے اور انداز اور لہجہ کچھ اور کہہ رہا تھا۔ وہ اسے چھونے کو، ہاتھ لگانے کو منع کر رہی تھی لیکن آواز اور لہجے میں بھکاریوں کی سی پکار تھی ...... اپیل تھی کہ وہ اسے چھوئے ...... ہاتھ لگائے اور اس کا جسم بھی یہی پکار رہا تھا۔ وہ پکار بالکل واضح تھی۔

ابتدائی لمحے میں زہرہ کے ردعمل کو دیکھ کر آذر کے دل میں جس اندیشے نے سر اٹھایا تھا، وہ اس پکار کے بعد حقیقت میں بدل گیا۔ سب کچھ واضح ہو کر رہ گیا۔ وہ ایک مصور تھا۔ اس کے پاس زرخیز تخیل تھا۔ اور اس طرح معاملات کی اسے قدرتی طور پر سمجھ تھی۔

اس نے لفظوں اور لہجے کے اس نفاق کو محسوس کرنے کے بعد اس زمین کا تصور کیا، جس پر برسوں سے ابر رحمت کی عنایت نہیں ہوئی ہو۔ وہ سمجھ سکتا تھا کہ ایسی زمین پر پانی کے چند بھولے بھٹکے چھینٹے کیا قیامت جگائیں گے۔ زمین کیسے چیخے گی۔ گرم ہوا کے بھبکے اٹھیں گے، جیسے جہنم دہک اٹھا ہو۔

اس نے زہرہ کو دیکھا۔ وہ اب بھی وہی لفظ دہرا رہی تھی ...... آذر مجھے نہ چھونا۔ ہاتھ مت لگانا مجھے ...... لیکن آواز دھیمی ہوتے ہوتے سرگوشی کی حد تک پہنچ گئی تھی۔ مگر لہجے میں چھونے کی پکار اب اتنی ہی زیادہ بلند آہنگ ہو چکی تھی۔ وہ اب بھی ہوش و حواس میں نہیں تھی۔

''میں سمجھ گیا۔ پوری طرح سمجھ گیا۔'' آذر نے خود کلامی کی۔

اور وہ واقعی سمجھ گیا تھا۔ زرخیز زمین نظر انداز کر دی جائے تو اس میں خودرو جھاڑیاں اگنے لگتی ہیں۔ کانٹے نمو پانے لگتے ہیں۔ پھول تو جب کھلیں گے تا جب نگہداشت کرنے والے ہاتھ موجود ہوں۔ پھل تو جب آئیں گے جب کوئی پھل دار درخت کے بیج ڈالے اور پانی دے۔ فصل کے لئے تو بوائی

ضروری ہوتی ہے۔ نگہداشت نہ ملے تو زرخیز زمین بھی پھول کی طرح مرجھا جاتی ہے۔

☆......☆......☆

زہرہ کی لرزش اور سرگوشی دونوں معدوم ہو چکی تھیں۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ ''تم اپنے کمرے میں جاؤ آذر!'' اس نے کہا۔

آذر نے جیسے یہ بات سنی ہی نہیں۔ ''زہرہ...... میں تمہارا مسئلہ سمجھ گیا ہوں۔'' وہ بولا۔

زہرہ گھبرا گئی ''کیا سمجھ گئے ہو؟''

''یہی کہ تمہارا شوہر......''

زہرہ نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور سخت لہجے میں بولی۔ ''بس اب ایک لفظ نہ کہنا۔''

''مجھے نہ کچھ کہنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی تم سے تصدیق کرانا چاہتا ہوں اس لئے کہ میں پوری طرح سمجھ چکا ہوں۔''

زہرہ اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کی نگاہوں میں خوف تھا۔

''اب تو مجھے بس علاج کرنا ہے تمہارا اور وہ کچھ مشکل نہیں۔''

''کیا کرو گے تم؟'' زہرہ کے لہجے میں بھی خوف تھا۔

''آپریشن۔'' آذر نے کہا۔ ''پہلے تمہیں تمہارے شوہر سے رہائی دلاؤں گا پھر تمہارے ہر دکھ اور ہر محرومی کی تلافی کر دوں گا۔''

''تم ایسا کچھ نہیں کرو گے آذر!''

''مجھے ایسا کرنا ہوگا زہرہ! ابا جان زندہ ہوتے تو وہ بھی یہی کرتے۔'' اس کا لہجہ نرم ہو گیا۔ ''میں تمہیں بہت خوشیاں دوں گا زہرہ۔''

''تم نادان ہو۔ نہیں سمجھتے کہ میں تمہیں کیا سمجھتی ہوں۔ نہیں سمجھتے کہ تم میرے لئے ہمیشہ ننھے منے رہو گے۔ میں نے تمہیں گود کھلایا ہے۔''

''دیکھوں گا میں۔'' آذر کے لہجے میں چیلنج تھا۔

زہرہ نے اسے نظر انداز کر دیا۔ ''اس کے علاوہ دوسری بات یہ ہے کہ تم مداخلت کر کے میری گیارہ برس کی تپسیا غارت کرو گے۔ میں تمہیں اس کی اجازت نہیں دوں گی۔''

''زہرہ، تم سمجھ نہیں رہی ہو، مجھے اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ میں کوئی بچہ نہیں، ذمے دار آدمی ہوں۔ اپنے گھر اور گھر کے لوگوں کے مفادات میری ذمہ داری ہیں۔'' وہ کہتے کہتے رکا۔ اور تم یہ نہ سمجھنا کہ میں کسی غرض کے تحت ایسا کروں گا۔ میری قسمت چاہے نہ سنورے۔ میں تمہاری قسمت

سنوارنے کی کوشش ضرور کروں گا۔''

زہرہ نے اسے غور سے دیکھا اور سمجھ لیا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے، کر بھی گزرے گا۔ ''تم نہیں مانو گے؟''

''یہ ناممکن ہے۔ میں ضمیر پر بوجھ رکھنے کا قائل نہیں۔''

''تو پھر سن لو کہ اس کے نتائج کے ذمے دار بھی تم ہو گے اور نتائج جو ہوں گے، تم ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔''

''میں اس معاملے میں نتائج کی پرواہ نہیں کروں گا۔ تمہارے ساتھ ظلم ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ میں اسے جاری رہنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔''

آذر نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ ''اب تم سکون سے سو جاؤ۔ شب بخیر۔''

وہ کمرے سے نکلا تو صبح ہو چکی تھی۔ آذر کو گمان بھی نہیں تھا کہ وہ قیامت کے دن کی صبح ہے۔ وہ سویا اور دوپہر کو جاگا۔ زہرہ اپنے گھر جا چکی تھی۔ آذر نے سوچا کہ وہ آج ہی زہرہ کے سلسلے میں اختر بھائی سے بات کرے گا اور پھر معاملات کو اپنے ہاتھ میں لے لے گا۔ یہ مسئلہ جتنی جلدی حل ہو جائے، اتنا ہی اچھا ہے۔

لیکن اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ مسئلہ اتنی جلدی ختم ہو جائے گا۔ شام کو زہرہ کی موت کی خبر آ گئی۔ اس نے خودکشی کر لی تھی۔

☆......☆......☆

وہ اپنے اسٹوڈیو میں سر جھکائے بیٹھا تھا۔ آنکھوں سے آنسو یوں بہہ رہے تھے، جیسے اندر سینے میں کوئی سیلاب آیا ہوا ہے۔

وہ اسی بات سے ڈر رہا تھا اسی لئے اس نے اتنی طویل اور اذیت ناک جنگ لڑی تھی۔ زہرہ کی موت 64 سال پہلے جتنا بڑا صدمہ تھی، آج بھی اتنا ہی بڑا صدمہ تھی۔ وہ اس تکلیف دہ حقیقت کو دہرانا نہیں چاہتا تھا۔ وہ تو عمر بھر اس سے نظریں چراتا رہا تھا۔ اس کی زہرہ مری نہیں تھی۔ وہ تو اس کی تنہائی کی محفلوں میں راج زنگی کے روپ میں آتی تھی۔

لیکن آج ماضی کو دہرانے کے نتیجے میں وہ حقیقت پوری طرح سامنے آ گئی تھی، جس سے اس نے عمر بھر نظریں چرائی تھیں۔ وہ حقیقت یہ تھی کہ وہ زہرہ کا قاتل تھا۔

اس رات اس نے زہرہ سے کہا تھا کہ وہ ضمیر پر بوجھ رکھنے کا قائل نہیں اور اسے نتائج کی بھی پرواہ نہیں...... اس کے بعد وہ یہ سوچنے سے بھی بچتا رہا تھا کہ یہ کہہ کر اس نے زہرہ کے لئے زندگی کے تمام راستے بند کر دیئے تھے۔ صرف ایک راستہ کھلا چھوڑا تھا...... موت کا، اور آج یہ بات اسے شعوری طور پر تسلیم کرنی پڑ گئی تھی۔

آنسو اب بھی بہے جارہے تھے!

زہرہ کی موت کے بعد راز راز ہی رہ گیا تھا۔ صرف وہ تھا جو حقیقت جانتا تھا اور اس کے بعد اس پر بہت کچھ کھلا تھا۔ یہ ثابت ہو گیا تھا کہ زہرہ بے حد عظیم عورت تھی۔ اس کا شوہر اس ڈر سے اسے میکے نہیں جانے دیتا تھا کہ وہ اس کا پول نہ کھول دے۔ لیکن زہرہ نے اس کے راز کو کھلنے کے بعد بھی نہیں کھلنے دیا تھا اور جان سے گزر گئی تھی۔

اب وہ سوچ رہا تھا کہ وہ کیسا بدنصیب انسان ہے کہ جسے اس نے جان سے زیادہ چاہا، اس کی جان لے لی۔

آنسو ختم گئے تھے۔

اس نے اٹھ کر اپنے لئے ایک جام بنایا۔ جام سے ایک گھونٹ لے کر وہ بڑبڑایا۔

''اسی وجہ سے تو میں ماضی سے نظریں چرا رہا تھا۔ اب یہ زہر سینے میں اتار لیا، تو ماضی سے ڈر کیسا۔ چلو آج یہ قرض بھی اتار دیں۔''

اس بار وہ خود ماضی کی طرف لپکا تھا۔

☆......☆......☆

''امی...... آذر فنکار ہے، تصویریں بناتا ہے۔'' اختر بھائی امی سے کہہ رہے تھے۔ ''لڑکی غیر معمولی حسین ہونی چاہئے۔''

''تم فکر نہ کرو۔ یہ بات میں بھی سمجھتی ہوں۔'' امی نے جواب دیا۔

امی اور اختر بھائی کی یہ گفتگو آذر کی شادی کے سلسلے میں ہو رہی تھی۔

اور جب آذر نے حجلہ عروسی میں پہلی بار شمسہ کا گھونگھٹ اٹھایا تو مبہوت ہو کر رہ گیا تھا۔ وہ بے حد حسین تھی۔ نہیں، وہ تو کسی ماہر سنگ تراش کا شہ پارہ تھی...... حسن تناسب کا شاہکار۔ ''سبحان اللہ۔ امی نے تو کمال کر دیا۔'' اس نے بے ساختہ کہا۔

وہ شمسہ کے حسن کا ایسا اسیر ہوا کہ اپنے فن کے سوا سب کچھ بھول گیا۔ پانچ سال ایسے گزرے، جیسے کوئی حسین خواب پل بھر میں ختم ہو جاتا ہے۔

عورتیں شادی کے بعد خود سے بے نیاز ہو ہی جاتی ہیں۔ شمسہ نے اس کی وارفتگی اور اس کا عشق دیکھا۔ لیکن یہ نہ سمجھ سکی کہ اس عشق کی بنیاد ایک فانی اور عارضی چیز ہے۔ اگر اس نے سمجھا ہوتا تو اس عارضی چیز کو سنبھال کر رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی ہوتی لیکن وہ تو سمجھانے پر بھی نہیں سمجھی۔

ایک دن آذر نے اسے ٹوک دیا۔ ''اپنا خیال رکھو شمسہ جان۔ تمہاری کمر پھیل رہی ہے۔''

''ہٹیں۔ کیسی بات کرتے ہیں۔''

''میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔'' آذر نے سنجیدگی سے کہا۔ ''بھدی ہونا شروع ہو گئیں تو پھر قابو نہیں پا سکو گی۔'' ''موٹاپا بڑی خطرناک چیز ہے۔''

''تو میں کیا کروں؟''

''احتیاط...... کھانے پینے میں بھی اور ہر وقت بیٹھی نہ رہا کرو۔''

شمسہ چڑ گئی۔ ''آپ کے خیال میں میں خالی بیٹھی رہتی ہوں۔''

''تمہارے ہی بھلے کے لئے کہہ رہا ہوں۔''

لیکن شمسہ کی سمجھ نہیں آیا اور جب وہ سمجھی تو دیر بہت ہو چکی تھی۔

شمسہ کے ساتھ گزرے ہوئے وہ پانچ سال آذر کی زندگی کے سب سے خوبصورت دن تھے۔ اس عرصے میں وہ تین بیٹوں کا باپ بنا۔ اس عرصے میں اس کے لئے آسودگی ہی آسودگی تھی۔ لگتا تھا، ہر محرومی کی تلافی ہو گئی ہے لیکن فنکار کے فن کو جلا محرومیوں ہی سے ملتی ہے۔ اسی لئے قدرت اس کے لئے بطور خاص محرومیوں کا اہتمام کرتی ہے۔

موٹاپا وہ چیز ہے، جو ایک بار آ جائے تو پیچھا نہیں چھوڑتی۔ شمسہ پر آذر کی تنبیہہ کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ اس دور میں عورتیں عام طور پر خود سے بے خبر ہی رہتی تھیں۔ شمسہ کو بھی اپنے موٹاپے کا پتا نہیں چلا۔ شاید پتا چلتا بھی نہیں مگر آذر کی بے التفاتی نے اسے اس کا احساس دلا دیا لیکن صرف احساس سے کچھ نہیں ہوتا۔ نہ وہ خود کو بھدے پن سے محفوظ رکھ سکی اور نہ ہی اس کے بعد اسے کبھی آذر کی توجہ ملی۔ اس کی شکایت دل میں لئے وہ دنیا سے رخصت ہو گئی۔ مگر درمیان میں شوہر کی بے التفاتی کے اڑتیس اذیت ناک برس اسے گزارنا پڑے۔

آذر نازک طبع تھا، پیدائشی فنکار تھا۔ بھدا پن اس کی برداشت سے باہر تھا۔ شمسہ کی خوش بدنی کے پانچ برسوں میں اسے زہرہ کی کبھی یاد نہیں آئی تھی لیکن جب شمسہ بھدی ہو گئی تو زخم محرومی پھر سے ہرا ہو گیا۔ وہ پھر سے زہرہ کے لئے تڑپنے لگا۔ طبعاً آوارہ نہیں تھا مگر ایک خوبصورت عورت کے قرب سے محرومی اس کے لئے بڑی محرومی تھی۔ اس محرومی کا ازالہ بھی کرنا تھا۔ یوں اس نے اپنی تنہائی کی محفلیں سجانا شروع کر دیں۔

ہر چیز کا کوئی مثبت رخ بھی ہوتا ہے۔ شمسہ کا بھدا ہو جانا اور اس کی طرف سے آذر کا دل بھر جانا...... اس کا فائدہ اس کے فن کو پہنچا۔ اس نے متناسب جسم کی عورتوں کو حالت رقص میں پینٹ کرنا شروع کر دیا۔ یہ اس کے فن کی بلندی کی طرف سفر کا آغاز تھا۔ یہ سفر کبھی نہیں رکا اور وہ آگے ہی آگے بڑھتا رہا۔

اسے مستقل مزاجی کہیے، حسن پرستی کہیے یا نزاکت احساس کہ شمسہ کی طرف سے مایوس ہونے کے بعد وہ کبھی شمسہ کے پاس نہیں گیا۔ اس نے شمسہ کی

ضرورتوں کا خیال رکھا۔ اسے کبھی کسی چیز کی کمی نہیں ہونے دی۔ لیکن ایک بار کے سوا اس نے کبھی شمسہ کو اپنی قربت نہیں دی اور وہ جو قربت کا ایک موقع تھا، اس میں بھی اپنی دانست میں وہ شمسہ کے نہیں، زہرہ کے پاس تھا۔

اس نے آبائی مکان میں بھی اپنے اسٹوڈیو کو گھر سے الگ تھلگ رکھا تھا۔ شمسہ سے دل پھر جانے کے بعد وہ زیادہ وقت اپنے اسٹوڈیو ہی میں گزارتا۔ کبھی کبھی تو وہ کئی کئی دن گھر نہ آتا۔ دہلی آ جانے کے بعد بھی یہی سلسلہ رہا۔ اور یہ بات بھی دہلی ہی کی ہے۔

ایک دن اس کی تنہائی کی محفل سجی ہوئی تھی۔ اس روز اس نے معمول سے زیادہ ہی پی لی تھی اس لئے زیادہ ترنگ میں تھا اور کچھ محرومی کا احساس بھی اس روز زیادہ تھا ورنہ جسمانی تقاضوں پر سمجھوتا کرنا اس نے بہت پہلے سیکھ لیا تھا۔

راج نرتکی کے روپ میں زہرہ اس کے سامنے رقص کا مظاہرہ کر رہی تھی...... اور وہ خود زیادہ ہی وارفتگی دکھا رہا تھا۔ اچانک زہرہ ناچتے ناچتے اس کے بہت قریب آئی اور اس پر جھکتے ہوئے سرگوشی میں بولی۔ ''آج رات جب سب سو جائیں گے تو میں تمہاری خواب گاہ میں آؤں گی۔ میرا انتظار کرنا۔''

آذر کو اب بھی یاد تھا۔ یہ 62ء کی بات ہے۔ وہ جولائی کا مہینہ تھا۔ اپنی وہ سرشاری بھی وہ کبھی نہیں بھول سکا۔ 54 سال کی عمر میں وہ نوجوانوں کی سی بے تابی سے دوچار تھا۔ وہ خواہش سے لبالب بھرا ہوا تھا۔

اپنی اندر سبھا ختم ہو جانے کے بعد عام طور پر وہ کچھ دیر کام کرتا تھا اور پھر سکون سے سو جاتا تھا۔ اس رات ملن کے وعدے نے اسے ایسا بے تاب کیا کہ اس کی محفل معمول سے جلدی ختم ہو گئی پھر وہ کام کرنے بیٹھا تو اس سے کام نہیں کیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ پینے بیٹھ گیا۔ نشہ گہرا ہونے لگا تو وہ اسٹوڈیو میں اپنی خواب گاہ میں چلا گیا۔

خواب گاہ میں بھی وہ زہرہ کا انتظار کرتا اور پیتا رہا۔ دیر ہو گئی...... بہت دیر ہو گئی اور زہرہ وعدے کے مطابق نہیں آئی۔ مزید تھوڑی دیر کے بعد اس کے نشے میں ڈوبے ہوئے ذہن نے اسے یہ نکتہ سمجھایا کہ زہرہ کا مطلب اسٹوڈیو والی خواب گاہ نہیں بلکہ اس کی اصلی خواب گاہ تھا۔ یہ خیال آتے ہی وہ گھر کی طرف لپکا۔ اس وقت تک رات بہت ہو چکی تھی۔

گھر پہنچتے ہی وہ سیدھا خواب گاہ میں گیا۔ وہاں وعدے کے مطابق زہرہ موجود تھی۔ وہ اس کی قربت میں کھو گیا۔

آذر کو اور پھر اس کی وارفتگی کو دیکھ کر شمسہ کو لگا کہ ایک بار پھر اس کے بھاگ جاگ گئے ہیں۔ اس کی تمام دعائیں قبول ہو گئی ہیں۔ اس نے بڑھ چڑھ کر آذر کی پذیرائی کی۔ بیس سال کے خزاں کے بعد اس کے آنگن میں بہار آئی تھی۔ اس پر خود بھی وارفتگی طاری ہو گئی تھی۔ اسے یہ خیال بھی نہیں آیا

کہ آذر اسے زہرہ کے نام سے پکار رہا ہے۔ وہ تو یہ سوچ کر خوش ہو رہی تھی کہ اسے بیس سال بعد کھوئی ہوئی دولت مل گئی ہے۔ وہ سکون سے بے سدھ ہو کر سو گئی۔

مئی 63ء کے پہلے ہفتے میں انور کی ولادت ہوئی۔ آذر کو قدرتی طور پر اس سے بڑی محبت تھی۔ اس کے خیال میں وہ اس کے اور زہرہ کے تعلق کی واحد نشانی تھا۔ اس نے اپنا ہر خواب اسے سونپ دیا۔

شمسہ کو بہت دنوں بعد یقین آیا کہ خوش قسمتی نے وہ ایک خوبصورت رات اتفاق سے اس کی جھولی میں ڈال دی تھی۔ اس کے بعد اس طرح کی کوئی خوشی اس کی زندگی میں نہیں آئی۔ تین جوان بیٹوں کی ایک حادثے میں موت کے بعد کا صدمہ اس نے اکیلے سہا۔

آذر کو اعتراف تھا کہ قدرت نے اسے بھائی کے روپ میں بہت بڑی نعمت عطا فرمائی تھی ورنہ خود اسے زندگی کے عملی پہلو اور مالی معاملات کی تمیز تھی ہی نہیں، اختر بھائی شروع ہی سے جائیداد کے معاملات سنبھالتے رہے۔ انہوں نے اسے ہر طرح کا تحفظ فراہم کیا۔ انہوں نے دورِ جدید کے تقاضے جلد ہی سمجھ لئے۔ زراعت کو چھوڑ کر وہ صنعت کے میدان میں اترے۔ اس کے نتیجے میں دولت اور بڑھی۔ یہ سب کچھ وہ بہ آسانی ہڑپ کر سکتے تھے لیکن انہوں نے اس طرح کا انتظام کیا کہ آذر مستقبل کی طرف سے ہمیشہ کے لئے بے نیاز ہو گیا۔ اسے دہلی میں بہت اچھا گھر اور اسٹوڈیو بھی مل گیا اور ہر ماہ ایک خطیر رقم کے حصول کی ضمانت بھی۔ آذر کو اپنی تصویروں کی فروخت سے جو کچھ حاصل ہوتا تھا، وہ اس کے علاوہ تھا۔ بہر حال اگر وہ نہ ہوتا تو بھی اسے کبھی پریشان نہ ہونا پڑتا۔ وہ اس بھائی کو آخری سانس تک دعا ہی دے سکتا تھا، جس نے اپنی فنکار بھائی کو فکرِ معاش بے نیاز کر دیا تھا۔ آذر جانتا تھا کہ اس کے فنی قامت کی بلندی میں اختر بھائی کا بہت بڑا حصہ ہے۔

☆......☆......☆

آذر نے ایک گہری سانس لی۔ وہ ایسی تھکن محسوس کر رہا تھا، جیسے میلوں پیدل دوڑا ہو لیکن ایک اطمینان بھی تھا۔ وہ اس سخت مرحلے سے گزر چکا تھا۔ اب شاید باقی عمر......جتنی بھی ہو، سکون سے گزر جائے گی۔

اس نے جام خالی کر کے سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور اپنی خواب گاہ کی طرف چل دیا۔ اس نے ملازمہ سلطانہ کو کھانا بیڈروم میں ہی لانے کی ہدایت کی۔ کھانے کے بعد اس نے کچھ دیر لان میں چہل قدمی کی۔ حالانکہ تھکن کا احساس بہت شدید تھا۔ خواب گاہ میں واپس آ کر وہ بستر پر لیٹا، اسے پتا ہی نہیں چلا کہ وہ سونے والا ہے۔ چند لمحوں کے اندر سو چکا تھا۔

بہت عرصے کے بعد وہ نیند کی دوا کے بغیر سویا تھا۔

☆......☆......☆

فلم زنگی کی پبلسٹی بہت مختلف اور منفرد انداز میں ہوئی تھی۔ فلم کی ریلیز سے ایک ہفتے پہلے سے ایڈوانس بکنگ شروع کر دی گئی۔ اس سلسلے میں جو اشتہار اخبارات میں شائع ہوا، اس کے مطابق فلم کی ریلیز سے ایک دن پہلے تک ایڈوانس بکنگ کرانے والوں کو فلم کی ہیروئن نینا کے آٹوگراف کے ساتھ اس کی ایک بڑی کلر تصویر کا تحفہ ملنا تھا۔ یہ آئیڈیا نینا کا ہی تھا۔

آئیڈیا بے حد کامیاب ثابت ہوا۔ لیکن نینا کی مصیبت آ گئی۔ اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ اتنی بڑی تعداد میں تصویروں پر دستخط کرنے پڑیں گے۔ پہلے ہی دن یہ نوبت آ گئی کہ تصویروں کی پشت پر اس کے آٹوگراف پرنٹ کرانے پڑ گئے۔ اتنی بڑی تعداد میں تصویریں بنوانا ایک علیحدہ مسئلہ تھا۔

بہر حال فلم کی ریلیز سے پہلے ہی اس کی کامیابی یقینی ہو گئی۔ بمبئی کے مین سینما پر فلم کی ریلیز سے ایک دن پہلے تک آٹھ ہفتے کی بکنگ ہو چکی تھی۔ یہ کسی بھی فلم کی ایڈوانس بکنگ کا ایک نیا ریکارڈ تھا۔ فلم پورے ملک میں بیک وقت ریلیز ہو رہی تھی۔

اس دوران میں جگدیش والی بلی تھیلے سے باہر آ چکی تھی۔ جگدیش ایک بار اس کے گھر آیا تھا اور اسے شادی کی پیشکش کی تھی۔

''آپ حیران ہوئی ہیں یہ سن کر؟'' جگدیش نے اس سے پوچھا۔

''جی نہیں، لیکن یہ میرے لئے خلاف توقع ضرور ہے۔'' نینا نے شائستگی سے جواب دیا۔ پھر پوچھا۔ ''آپ برا نہ مانیں تو میں یہ پوچھوں کہ یہ خیال آپ کو کیوں آیا؟''

''اس کے جواب میں مجھے ایک بہت گھسی پٹی بات کہنی پڑے گی جو میں کہنا نہیں چاہتا۔''

''آپ اظہار محبت کر رہے ہیں مجھ سے؟'' نینا نے شوخی سے کہا۔

''جی ہاں اور یہ آپ کے لئے کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں بلکہ آپ تو عادی ہوں گی اس کی۔''

''یہ تو ہے۔ لیکن آپ کے معاملے میں مجھے حیرت ضرور ہے۔''

''کیوں؟ میں آپ کو محبت کا اہل نہیں معلوم ہوتا؟''

''یہ بات نہیں۔ مجھے حیرت ہے کہ آپ چار فلمیں بنا رہے ہیں اور مجھے آپ نے ان میں سے ایک فلم کے لئے بھی سائن نہیں کیا۔''

''میں آپ کو زندگی بھر کے لئے اپنی شریک کی حیثیت سے سائن کرنا چاہتا ہوں اور میں اپنی بیوی کو فلم میں کام کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اسی خیال سے میں نے آپ کو سائن نہیں کیا۔ حالانکہ آپ میری کاروباری ضرورت بھی ہیں۔''

نیما مسکرادی۔ اس کے پہلے تاثر کی تائید ہو رہی تھی۔ جگدیش چالاک آدمی تھا۔ وہ اس کا انٹرویو پڑھ چکا تھا...... اور اب اپنی محبت کی سچائی ثابت کرنے کی کوشش کرر ہا تھا۔ ''یہ پابندی تو میرے لئے قابل قبول نہیں۔'' اس نے کہا۔

ایک لمحے کو جگدیش گڑ بڑا گیا۔ عین ممکن تھا کہ وہ اپنی شرط واپس لے لیتا لیکن اس نے بہت تیزی سے خود کو سنبھال لیا۔ ''دیکھئے، آپ کو فلموں میں کام کرنے کی ضرورت بھی نہیں۔ میں آپ کو ہر طرح کا تحفظ فراہم کروں گا۔ میں آپ کی ہر خواہش پوری کر سکتا ہوں......''

''میں جانتی ہوں کہ دس بیس کروڑ کی آپ کے لئے کوئی اہمیت نہیں۔'' نیما نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''لیکن آپ مجھے نہیں جانتے۔ فلم میں کام کرنا میری ضرورت نہیں، شوق ہے۔ اچھا رول ملے تو میں معاوضے کی بھی پرواہ نہیں کرتی۔ فلم میں جب تک ایک خاص مقام حاصل نہ کرلوں، میں اداکاری نہیں چھوڑوں گی۔''

''ایک بات صاف گوئی سے بتائیں۔'' جگدیش نے کہا۔ ''آپ مذہب کے فرق کی وجہ سے تو نہیں ہچکچا رہی ہیں؟''

''جی نہیں۔'' نیما مسکرائی۔ ''فلم انڈسٹری کا اپنا ایک مذہب ہے۔ نہ یہاں کوئی ہندو ہے نہ مسلمان۔''

''پھر بھی آپ چاہیں تو میں مسلمان ہو سکتا ہوں۔''

''اس کی ضرورت نہیں جگدیش جی!''

''پھر میں آپ کا انتظار کروں گا نیما۔'' جگدیش نے اٹھتے ہوئے بڑے وقار سے کہا۔ ''میری محبت آپ کی منتظر رہے گی۔ کیریئر ختم کرنے کا فیصلہ کرتے وقت مجھے ذہن میں ضرور رکھئے گا۔ اس وقت تک میری محبت کی سچائی بھی ثابت ہو جائے گی۔''

نیما دل میں اسے سراہے بغیر نہ رہ سکی۔ ''ایک منٹ۔'' وہ بولی۔ ''میری ایک اور بات سن لیں۔ میں شادی دولت کی وجہ سے کبھی نہیں کروں گی۔ میں محبت کی شادی کی قائل ہوں۔ صرف آپ کی محبت شادی کے لئے کافی نہیں۔ یہ الگ بات کہ مجھے بھی آپ سے محبت ہو جائے مگر فی الحال ایسا نہیں ہے۔''

جگدیش کی رنگت ایک لمحے کو متغیر ہوئی پھر وہ بولا۔ ''مجھے آپ اسی لئے تو اچھی لگی ہیں کہ سب سے مختلف ہیں۔ آپ کی صاف گوئی بھی مجھے اچھی لگی ورنہ فلمی اداکاراؤں میں تو یہ خوبی ہوتی ہی نہیں۔ اچھا نیما، اجازت چاہتا ہوں۔''

نیما اس کے جانے کے بعد بھی دیر تک مسکراتی رہی۔ جگدیش کی چالاکی ہی اس کی شکست کا سبب بن گئی تھی لیکن اس نے شکست کے بعد بھی جس وقار کا مظاہرہ کیا تھا، وہ متاثر کن تھا اور اس نے ایک خطرناک وار بھی کیا تھا...... مذہب کے حوالے سے۔ بھارتی فلم انڈسٹری میں مسلمانوں کو ہمیشہ بڑا

مقام اور اہمیت حاصل رہی ہے۔ لیکن وہ خواہ اندر سے مذہبی ہی کیوں نہ ہوں، انہیں سیکولرازم کا لبادہ اوڑھ کر جینا پڑتا ہے۔ نیا کو خوشی تھی کہ اس نے برجستہ درست جواب دیا ورنہ وہ ہندو کے تعصب سے خوب واقف تھی۔ اس وقت کوئی ایسی ویسی بات منہ سے نکل جاتی تو اسے جگدیش سے شادی کرنی پڑتی ورنہ وہ اسے بلیک میل کرتا اور اس کا کیریئر تباہ ہو جاتا۔

فلم کے پریمیئر سے تین دن پہلے ریاض تبسم نیا سے ملنے آیا تھا۔ یہ وہی صحافی تھا، جسے اس نے پہلا تفصیلی انٹرویو دیا تھا۔ ریاض اس سے اتنا متاثر ہوا تھا کہ ہمیشہ اس کے لئے اچھے لفظ لکھتا تھا۔ بلکہ دونوں کے درمیان خاصی دوستی ہو گئی تھی۔

''پریمیئر میں کس کس کو مدعو کیا گیا ہے؟'' ریاض نے نیا سے پوچھا۔

نیا نے بڑے بڑے لوگوں کے نام گنوا ڈالے۔

''تمہیں بھی کسی کو مدعو کرنے کا اختیار ہے؟'' ریاض نے پوچھا۔ اب ان کے درمیان ایسی ہی بے تکلفی تھی۔

''اختیار تو ہے لیکن میں تمہارا نام مدعوئین کی فہرست میں دیکھ چکی ہوں۔''

''میں اپنی بات نہیں کر رہا ہوں۔''

''تو پھر؟''

''میں اس شخص کی بات کر رہا ہوں، جسے تمہاری فلم کے اس پریمیئر کی تقریب کا مہمان خصوصی ہونا چاہئے تھا لیکن تم فلم والوں کے ساتھ مسئلہ ہی یہ ہے کہ تم لوگوں کو فلم کے سوا کچھ پتا نہیں ہوتا ورنہ مدعو کرنے والے اسے نہیں بھول سکتے تھے۔''

نیا کو اس شخص کی اہمیت کا کچھ کچھ اندازہ ہو گیا، جو ریاض تبسم کے خیال میں مہمان خصوصی کی حیثیت کا مستحق تھا'' کون ہے وہ شخص؟'' اس نے پوچھا۔

''بین الاقوامی شہرت رکھنے والا ایک مصور ہے۔ یہاں کوئی اسے جانتا بھی نہیں لیکن امریکہ اور یورپ میں اس کا بڑا مقام ہے۔ وہاں اس کی تصویروں کی نمائش ہوتی رہتی ہے۔ وہ ہمیشہ کامیاب ہوتی ہے۔ وہاں اس کی تصویریں بہت مہنگے داموں بکتی ہیں۔''

امریکہ کے حوالے پر نیا کی آنکھوں میں چمک ابھری، پھر اس نے تمسخرانہ لہجے میں کہا۔ ''ایک مصور اور میری فلم کے پریمیئر کا مہمان خصوصی، میری سمجھ میں نہیں آئی یہ بات۔''

''اس کا مطلب ہے، تم واقعی اس سے ناواقف ہو۔''

''کچھ بتاؤ تو۔''

''وہ مصور رقص کہلاتا ہے۔ وہ رقص کرتی دیوداسیوں کا، نرتکیوں کا مصور ہے۔ اجنتا اور ایلورا کے غاروں میں اس نے برسوں گزارے ہیں۔ صرف رقص کی خاطر ہندو دیو مالا کو وہ گھول کر پی گیا ہے۔ وہ رقص پر اور جسمانی حسن تناسب پر اتھارٹی سمجھا جاتا ہے۔'' ریاض کے لہجے میں چیلنج آ گیا۔

''اب تم بتاؤ، تمہاری اس فلم کے پریمیئر میں مہمان خصوصی کے لئے اس سے بہتر کوئی شخص ہو سکتا ہے؟''

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو'' نیا بولی ''پلیز...... تم انہیں مدعو کر لو۔''

''یہ کام میرے بس کا نہیں۔'' ریاض نے کہا۔ ''میرا مشورہ ہے کہ تم خود دعوت نامہ لے کر جاؤ۔ وہ بہت نخریلے اور نازک طبع ہیں۔ اس بات کا خیال رکھنا اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ تمہیں جھڑک کر بھگا دیں لیکن میں بتا رہا ہوں، وہ شخص تمہاری اس فلم کو پروموٹ بھی کر سکتا ہے۔ اور سنو...... میں جانتا ہوں کہ نرتکی تمہاری فلم ہے۔ اس میں صرف اور صرف تمہارا پیسہ لگا ہے۔''

کوئی اور وقت ہوتا تو یہ آخری بات سن کر نیا کو شاک لگا ہوتا لیکن اس وقت وہ اس مصور کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ ''نام کیا ہے ان کا؟'' اس نے پوچھا۔

''آذر جمیل اور وہ دہلی میں رہتے ہیں۔'' ریاض نے کہا اور ایک کاغذ اس کی طرف بڑھایا۔ ''یہ ان کا پتہ ہے اور ہاں نیا، دیکھنے میں وہ 60 سے زیادہ کے نہیں لگتے لیکن ان کی عمر 90 کے لگ بھگ ہے۔''

''ٹھیک ہے ریاض، شکریہ۔ میں کوشش کروں گی کہ انہیں رضامند کر لوں۔''

ایک گھنٹے بعد نیا دہلی جانے والی فلائٹ پر تھی۔ رات اس نے ہوٹل میں گزاری۔

اگلے روز پریمیئر شو کا دعوت نامہ لے کر وہ آذر کے گھر پہنچ گئی۔ آذر کی ملازمہ سے بات کر کے اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ ریاض واقعی آذر تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ ملازمہ اسے بھی ٹرخانے کی کوشش کر رہی تھی۔

''دیکھئے بی بی...... صاحب کسی سے نہیں ملتے۔ خواہ مخواہ مجھے ڈانٹ پڑ جائے گی۔''

''اچھا...... تم جا کر اپنے صاحب کو بتا دو میرے بارے میں۔''

''کیا بتاؤں جی؟''

''کہنا، میں ایک مشہور رقاصہ ہوں اور ان سے ملنے کے لئے بہت دور سے آئی ہوں۔''

ملازمہ اسے ڈرائنگ روم میں بٹھا کر چلی گئی۔ نیا ڈرائنگ روم کا جائزہ لیتی رہی۔ سادہ سی آرائش تھی اور آؤٹ آف ڈیٹ لگ رہی تھی۔

''بی بی...... صاحب اس وقت کام میں مصروف ہیں۔ کہہ رہے ہیں پھر کسی وقت آنا۔'' ملازمہ نے واپس آ کر بتایا۔'' اس وقت وہ اسٹوڈیو سے نہیں نکلیں گے۔''

''اسٹوڈیو کہاں ہے ان کا؟''

ملازمہ نے اندر کی طرف اشارہ کیا۔

''ٹھیک ہے۔ میں اسٹوڈیو میں جا کر مل لیتی ہوں۔'' نیما نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''صاحب ناراض ہوں گے۔ میری نوکری چلی جائے گی۔'' ملازمہ نے احتجاج کیا۔

''نہیں جائے گی۔ اگر گئی تو میں اس سے زیادہ تنخواہ پر تمہیں رکھ لوں گی۔'' نیما نے کہا۔

ملازمہ نے ایک نظر سر سے پاؤں تک اسے دیکھا اور جیسے ہتھیار ڈال دیئے۔'' آخر میں سامنے کی طرف دروازہ ہے۔ اس پر دستک دیجئے گا۔'' اس نے رہنمائی کی۔

وہ ایک راہداری تھی، جو ایک چوڑے دروازے پر ختم ہوئی تھی۔ نیما نے اس پر دستک دی۔ اندر سے کسی نے جھنجلائی ہوئی آواز میں کہا۔'' میں نے منع کیا تھا کہ اب مجھے ڈسٹرب نہ کرنا، میں کسی سے ملنا نہیں چاہتا۔''

نیما نے ہینڈل گھما کر آہستگی سے دروازہ کھولا۔'' کیا آپ مجھ سے بھی ملنا نہیں چاہیں گے؟'' اس نے مترنم آواز میں کہا۔

کینوس پر چلتا ہوا برش رکا۔ تصویر بنانے والے نے پلٹ کر دیکھا۔ اس کے چہرے پر غضب ناکی تھی۔ ''یہ کیا بدتمیزی......'' نیما کے چہرے پر نظر پڑتے ہی اس کا جملہ ٹوٹ گیا۔ چہرے پر غضب ناکی کی جگہ حیرت نظر آنے لگی پھر اس کی آنکھیں پھیلتی گئیں۔

نیما خاموش کھڑی اسے دیکھتی رہی۔ اس نے دانستہ ایسا انداز اپنایا تھا، جیسے کوئی رقاصہ رقص کرتے کرتے بت بن گئی ہو۔ جسمانی نشیب و فراز کو پوری طرح نمایاں کے لئے وہ بہترین انداز تھا۔

مصور کے ہونٹ لرزے لیکن کوئی آواز نہ نکلی۔ چند لمحے بعد اس نے بڑی مشکل سے کہا۔'' زہرہ! زہرہ...... تم؟'' اس کے ہاتھ سے برش چھوٹ گیا۔

وہ لمحہ نیما کے لئے حیرت کا لمحہ تھا۔ وہ ذہن پر زور دیتی رہی۔ کون ہے یہ شخص اور اسے کیسے جانتا ہے؟'' آپ...... آپ مجھ سے کیسے واقف ہیں؟'' اس نے بے یقینی سے پوچھا۔'' میرا نام کیسے معلوم ہوا آپ کو۔''

مصور مسکرایا۔'' اب میرے سوا کون جانے گا تمہیں۔'' وہ بولا۔'' ایک میں ہی تو ہوں جو 80 سال سے تم سے محبت کئے جا رہا ہوں۔ میں بھلا بھول

سکتا ہوں تمہیں؟'' وہ اس کی طرف بڑھنے لگا۔

نینا کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ خوف و دہشت نے اس کے جسم کو شل کر کے رکھ دیا۔ اس کے الجھے ہوئے ذہن میں ایک ہی خیال تھا..... یہ کوئی جادوگر ہے..... یا پھر دیوانہ۔

اس کے پاؤں من من بھر کے ہو گئے تھے۔ ورنہ اس کے بس میں ہوتا تو وہ پلٹ کر بھاگ کھڑی ہوتی۔ مگر وہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکتی تھی۔ وہ بے بس کھڑی اسے اپنی طرف بڑھتا دیکھتی رہی۔ اس کے ہونٹوں پر جو مسکراہٹ تھی، اب اسے اس میں بھی دیوانگی کی جھلک نظر آ رہی تھی۔

آذر نینا کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ اس کی کیفیت اس وقت بہت عجیب ہو رہی تھی۔ وہ جیسے ماضی میں تھا۔ بہت پیچھے چلا گیا تھا۔ حد یہ ہے کہ وہ خود کو جسمانی طور پر بھی جوان محسوس کر رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا..... جب میری زہرہ جوان ہے تو میں کیسے بوڑھا ہو سکتا ہوں۔

اس کے چہرے پر اب حیرت نہیں، خوشی تھی۔ اب وہ سحر زدہ نہیں تھا، گرفتارِ محبت تھا۔ اس کا چہرہ دمکنے لگا، اس نے ہاتھ بڑھا کر نینا کو چھوا۔

نینا پتھر کے بت کی طرح کھڑی تھی۔ اسے ہاتھ بڑھاتے دیکھ کر ہلنا چاہا۔ اسے دھکیلنا چاہا لیکن یہ اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ اس سے ہلا بھی نہیں گیا مگر ایک عجیب بات رونما ہوئی۔ آذر کے لمس نے اسے پرسکون کر دیا۔ اس لمس میں وحشت اور دیوانگی نہیں تھی۔ محبت اور نرمی تھی۔ پھر بھی نسوانی جبلت لفظوں کی صورت میں اس کی زبان پر آ گئی۔ ''مت چھوؤ مجھے۔ مجھے ہاتھ نہ لگاؤ۔''

آذر مسکرایا۔ اس مسکراہٹ میں خوشی تھی۔ ''تم آج بھی وہی کہہ رہی ہو جو 64 سال پہلے کہا تھا۔ ذرا بھی نہیں بدلیں تم۔''

نینا نے حیرت سے اسے دیکھا۔ اس کے ذہن نے اب کام کرنا شروع کر دیا تھا۔ اسے ریاض تبسم کی بات یاد تھی لیکن آذر کو پہلی نظر دیکھ کر اس نے سوچا تھا کہ ریاض مذاق کر رہا ہوگا۔ یہ شخص 90 سال کا تو نہیں ہو سکتا۔ یہ تو 60 کا بھی نہیں لگ رہا ہے مگر اب اسے دیکھنے اور اسے چھونے کے بعد اس میں بہت بڑی تبدیلی آئی تھی۔ اس کا چہرہ تک بدل کر رہ گیا تھا۔ اب تو وہ جوان لگ رہا تھا۔ نینا حیرت سے اسے دیکھتی رہی۔ اتنی بڑی تبدیلی، اور صرف اسے دیکھنے سے، اس سے کیا تعلق ہے مصور کا اور یہ باتیں کیسی کر رہا ہے؟''

''میں نے تمہیں یہ دیکھنے کے لئے چھوا تھا کہ کہیں تم وہم تو نہیں۔'' آذر نے آواز نے اسے چونکا دیا۔

''میں سچ مچ کی ہوں۔'' نینا نے کہا۔ اس کا خوف دور ہو چکا تھا۔ اب صرف تجسس رہ گیا تھا۔

''دیکھ لیا ہے میں نے۔''

''آپ مجھے بیٹھنے کو نہیں کہیں گے۔''

آذر کو حیرت ہوئی کہ یہ خیال اسے کیوں نہیں آیا۔ ''سوری زہرہ! تمہیں خلاف توقع دیکھا تو کسی بات کا ہوش ہی نہیں رہا۔ آؤ میرے ساتھ۔''

نیا اس کے ساتھ چل دی۔ ''لیکن آپ مصروف تھے۔ آپ نے کہلوایا تھا کہ آپ مجھ سے ملنا نہیں چاہتے۔'' نیا نے اسے یاد دلایا۔

''اس وقت مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تم ہو۔''

آذر اسے اسٹوڈیو ہی میں بنی اپنی اسٹڈی میں لے گیا۔ وہاں ایک بڑی میز تھی۔ دیوار کے ساتھ لکڑی کی ایک الماری اور اسٹیل کی ایک کیبنٹ رکھی تھی۔ وہ ایک بڑا سا کمرہ تھا جس کے آدھے حصے کو ڈرائنگ روم کے طور پر استعمال کیا جاتا ہوگا۔ وہاں دو صوفہ سیٹ بھی موجود تھے۔ ایک طرف ایک کاؤچ پڑی تھی۔

''بیٹھو زہرہ!'' آذر نے صوفے کی طرف اشارہ کیا۔ نیا صوفے پر بیٹھ گئی۔ آذر میز کی طرف گیا اور جھکتے ہوئے ایک بٹن دبایا۔ پھر وہ نیا کی طرف متوجہ ہوا۔ ''کیا پیو گی زہرہ۔ تکلف نہ کرنا۔ یہ تمہارا ہی گھر ہے۔''

''کافی منگوا لیجئے۔'' نیا نے کہا۔ اپنے تجسس پر قابو رکھنا اب اس کے لئے دشوار ہوتا جا رہا تھا۔

ذرا دیر میں ڈرتی کانپتی ملازمہ آ گئی لیکن نیا کو بیٹھے دیکھ کر پرسکون ہو گئی۔ ''جی صاحب جی؟''

''کافی لے آؤ۔''

ملازمہ چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد آذر نے گہری سانس لے کر کہا۔ ''میں آواگون پر یقین نہیں رکھتا لیکن اب...... اب میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔''

''آپ کا مطلب ہے کہ یہ میرا دوسرا جنم ہے؟'' نیا کے لہجے میں دلچسپی تھی۔

''اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔''

''میں یہ سمجھی کہ آپ مجھے بہت پہلے سے جانتے ہیں۔ اسی لئے آپ کو میرا اصل نام معلوم ہے۔''

''میں تمہیں بہت پہلے سے جانتا ہوں۔'' آذر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''میں جانتا ہوں کہ تم زہرہ ہو۔''

''زہرہ میرا نام ہے لیکن یہ بات کم ہی لوگوں کو معلوم ہے۔ مجھے اسی لئے حیرت ہوئی تھی۔'' زہرہ نے کہا۔ ''لیکن آپ کو یہ غلط فہمی ہو رہی ہے کہ میں کوئی زہرہ ہوں اور یہ میرا دوسرا جنم ہے۔ اس لئے کہ میں آپ کو نہیں جانتی۔''

''میرا مطالعہ بتاتا ہے کہ اپنا پچھلا جنم کسی کو یاد نہیں ہوتا لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔''

''ایک منٹ۔'' نیما نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''آپ ایک مفروضے پر ایمان کی حد تک یقین رکھتے ہوئے بات کر رہے ہیں جبکہ میرے سامنے کوئی واضح تصویر بھی نہیں ہے۔ مجھے کچھ بتایئے تو۔ کیا آپ مجھے کوئی بہت پرانی زہرہ سمجھ رہے ہیں، جو بہت پہلے آپ سے ملی تھی؟''

''تم وہی ہو، تمہیں علم ہو یا نہ ہو۔ تم مانو یا نہ مانو۔''

''اس یقین کی وجہ؟''

''میں تمہیں ثبوت دکھاؤں گا۔'' آذر نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اس دوران میں ملازمہ کافی لے آئی تھی۔ اس نے ملازمہ کو کافی رکھنے کا اشارہ کیا اور الماری کی طرف بڑھ گیا۔ چابی لگا کر اس نے الماری کھولی۔ الماری کا سیف کھول کر اس نے لکڑی کی ایک پرانی منقش صندوقچی نکالی۔ چابی کی مدد سے اس صندوقچی کا تالا کھولا اور پھر صندوقچی کو کھولا۔ وہ صندوقچی اس کی زندگی کے سب سے بڑے راز کی امین تھی۔

صندوقچی میں زہرہ کے بے شمار اسکیچ تھے۔ وہ ان میں سے ایک اسکیچ زہرہ کو دکھانا چاہتا تھا مگر اس سے پہلے اس نے عادتاً کھٹکا دبا کر الماری کا چور خانہ کھولا اور اپنی وہ پہلی پینٹنگ نکال کر دیکھی جو اس نے کلر میں کی تھی۔ یہ وہی تصویر تھی، جس نے اس کی زندگی بدل ڈالی تھی۔ وہ زہرہ کی NUDE تصویر تھی۔

عقب سے ہلکی سی چیخ سن کر وہ پلٹا اور نیما کو اپنے پیچھے کھڑا دیکھ کر بوکھلا گیا۔ اس نے جلدی سے تصویر کو الماری کے چور خانے میں رکھ دیا۔ الماری بند کر کے وہ پلٹا اور صندوقچی اٹھا کر صوفے کی طرف لے چلا۔ ''میں تمہیں یہ اسکیچ دکھانا چاہتا تھا۔'' اس نے یوں کہا، جیسے اس دوسری تصویر کی کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو۔

''وہ...... وہ دوسری تصویر۔'' نیما ہکلا رہی تھی۔ ''وہ میری تصویر کیسے بنائی آپ نے؟''

آذر کے ہونٹوں پر جھینپی جھینپی سی مسکراہٹ ابھری۔ ''یہ تصویر میں نے کبھی کسی کو نہیں دکھائی...... تمہیں بھی نہیں۔'' وہ بولا پھر اس نے جھینپے ہوئے لہجے میں کہا ''میں چھپ چھپ کر تمہیں دیکھتا تھا۔''

نیما بھی صوفے پر آ کر بیٹھ گئی تھی۔ وہ بولی تو اس کی آواز میں ہلکی سی لرزش تھی۔ ''مجھے آپ نے چھپ کر نہیں دیکھا کبھی۔ یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ میں نے آج آپ کو پہلی بار دیکھا ہے۔''

''خیر...... یہ ثبوت دیکھو۔'' آذر بات ٹالنی چاہتا تھا۔ اس نے صندوقچی سے اسکیچ نکال کر نیما کی طرف بڑھائے۔

نیما نے ہر اسکیچ کو غور سے دیکھا پھر مسکرائی۔ ''یہ میں نہیں ہوں۔''

''یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو۔ کسی کو بھی دکھادو۔ وہ یہی کہے گا کہ یہ تم ہو۔''

''میں اتنی خوبصورت نہیں ہوں۔'' نیا نے سادگی سے کہا۔ ''چہرے کے نقوش اور سب کچھ میرا ہے لیکن کہیں نہ کہیں کچھ فرق ضرور ہے۔ میں اسے سمجھ نہیں پا رہی ہوں۔''

''اس وقت بھی تم نے یہی کہا تھا۔'' آذر کے لہجے میں ہیجان تھا۔ ''اور میں اب بھی وہی کہہ رہا ہوں، جو تمہاری اس بات کے جواب میں پہلے کہا تھا۔ وہ فرق مجھے معلوم ہے اس لئے کہ یہ فرق میں نے جان بوجھ کر پیدا کیا ہے۔''

''تو کیا میں اس اسکیچ جتنی خوبصورت بن سکتی ہوں؟'' نیا کے لہجے میں اشتیاق تھا۔ ''مجھے وہ فرق بتائیں۔'' نیا نے اسکیچ کو سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

''فرق میں اس تصویر میں نہیں بتا سکتا۔ البتہ تمہیں چھو کر بتاؤں گا تو فرق زیادہ آسانی سے سمجھ میں آ جائے گا۔''

نیا عورت تھی اور اس پر اداکارہ۔ زیادہ خوبصورت بننے کی آرزو بہت شدید تھی۔ ''ٹھیک ہے۔ سمجھایئے مجھے۔'' وہ بولی۔

آذر کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ ''یہاں سیدھی کھڑی ہو جاؤ۔''

نیا اس کی ہدایت کے مطابق کھڑی ہو گئی۔ آذر اس کے سامنے آ کھڑا ہوا اور اسے بغور دیکھنے لگا۔ وہ جو سینکڑوں بار رومانوی سین فلم بند کرا چکی تھی، نظریں چرانے لگی۔ ''ایسے کیا دیکھ رہے ہیں؟''

''ایسے دیکھنے ہی سے تو فرق نظر آتا ہے؟'' آذر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے نیا کے دونوں پہلوؤں کو کمر کے مقام پر چھوا۔ ''یہاں پیمائش میں آدھے انچ کی کمی ہو اور یہاں سے یہاں تک ......'' اس کی انگلیاں اوپر نیچے حرکت میں آئیں۔ ''...... ایک خم ہو۔ کمان جیسا۔ اس آدھے انچ کے فرق سے یہاں سے وہاں تک ......'' اس کے ہاتھوں نے اوپر کی طرف حرکت کی'' ...... سب کچھ بدل جائے گا۔''

وہ جسے کتنے ہی ہیرو کتنی ہی بار باہوں میں لے چکے تھے، شرمانے لگی۔ اس کا چہرہ تمتما اٹھا۔ سانسیں بوجھل ہونے لگیں مگر اس کی دلچسپی خوبصورتی میں اضافہ کرنے میں بہت زیادہ تھی۔ ''اس آدھے انچ کے فرق سے میں اس اسکیچ جتنی خوبصورت ہو جاؤں گی؟''

''آزما کر دیکھ لو۔'' آذر نے بے حد یقین سے کہا۔

وہ نئے دور کی زہرہ تھی، پر اعتماد لہجے میں بولی۔ ''یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں۔ ایکسر سائز سے ہو جائے گا۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔ اس نے گہری سانس لی۔ ''اب میں آپ کو اپنے متعلق بتا دوں۔ یہ بھی بتا دوں کہ میں آپ کے پاس کیوں آئی ہوں۔''

''ٹھیک ہے۔ میں سن رہا ہوں۔''

’’میں فلم ایکٹریس ہوں۔ میرا فلمی نام نیا ہے۔ بنیادی طور پر رقاصہ ہوں۔‘‘

یہ سن کر آذر کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ ’’بہت خوب۔ تمہیں اس بار رقاصہ ہی ہونا چاہئے تھا۔‘‘

’’آپ مستقل طور پر ایسی بات کر رہے ہیں، جیسے میں آپ کی زہرہ ہوں لیکن ایسا نہیں ہے۔‘‘

’’یہ تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتی ہو؟‘‘

’’شاید میں ثبوت دے سکوں۔ آپ وہ تصویر مجھے دکھائیں۔‘‘

آذر ہچکچانے لگا۔ ’’تم نے وہ تصویر اتفاقاً دیکھ لی ہے۔ میں وہ تمہیں دکھانا نہیں چاہتا۔‘‘

’’آپ مجھے جو کچھ سمجھ رہے ہیں، اسی حیثیت میں میرا یہ حق ہے۔‘‘

آذر اب بھی ہچکچا رہا تھا پھر کچھ سوچ کر وہ الماری کی طرف گیا۔ تصویر لا کر اس نے نیا کو دے دی۔ نیا تصویر لے کر اسے بغور دیکھتی رہی۔ آذر خجل سا کھڑا رہا۔ بالآخر نیا نے تصویر اسے واپس کر دی۔ ’’رکھ دیجئے اسے۔‘‘ اس نے آہستہ سے کہا۔

آذر نے تصویر لیتے ہوئے کہا۔ ’’تم کسی ثبوت کی بات کر رہی تھیں۔‘‘

’’جی ہاں۔ اس تصویر میں جو سب سے نمایاں تل ہے وہ میرے جسم پر اس جگہ موجود نہیں۔‘‘ یہ کہتے کہتے نیا کی نظریں جھک گئیں۔

آذر اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ ’’یہ بات تم نے ثابت تو نہیں کی...... اپنے دعوے کے مطابق۔‘‘

اس کی بات کا مفہوم نیا کی سمجھ میں آیا تو اس کے چہرے پر رنگ دوڑ گیا۔

’’خیر، چھوڑو اس بات کو۔‘‘ آذر نے جلدی سے کہا۔ ’’تم کوئی بھی ہو، میرے لئے تو زہرہ ہی ہو۔ اب یہ بتاؤ تم میرے پاس کیوں آئی تھیں؟‘‘

نیا نے اسے فلم زندگی کے بارے میں بتایا کہ اپنی کہانی اور رقص کے اعتبار سے وہ کتنی اہم فلم ہے۔ پھر اس نے پریمیئر کے متعلق بتایا۔ ’’میں یہ چاہتی ہوں کہ آپ اس تقریب میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے شرکت کریں۔‘‘

’’یہ تو میرے لئے بہت مشکل ہے زہرہ۔ پھر اس کی تک بھی کیا ہے۔‘‘

’’اس فلم سے آپ کا گہرا تعلق ہے۔‘‘ نیا نے کہا۔ ’’رقص اعضا کی شاعری ہے اور مصوری رنگوں اور لکیروں کی شاعری ہے۔ آپ نے ایک زبان کی شاعری کو دوسری زبان میں منتقل کیا ہے...... اور وہ بھی شاعری میں۔ آپ نے رقص کا شعری ترجمہ مصوری کی زبان میں کیا ہے۔‘‘

’’واہ...... تم نے تو اس کی تشریح بھی نثری شاعری میں کی ہے۔ دل خوش ہو گیا بھئی۔‘‘ آذر نے خوش ہو کر کہا۔ ’’تم نے مجھے قائل کر لیا ہے کہ مجھے

تمہاری فلم کے پریمیئر میں شریک ہونا چاہئے۔لیکن مہمان خصوصی والی بات میرے لئے قابل قبول نہیں ہے۔''
نیا کو خوشی ہوئی کہ بات اتنی آسانی سے بن رہی ہے۔اس نے کہا۔''لیکن اس میں حرج کیا ہے؟''
''میں بھیڑ بھاڑ پسند نہیں کرتا۔مجھے پبلسٹی کی ضرورت نہیں۔میں تو صحافیوں سے ڈرتا ہوں۔مجھے اپنی پرائیویٹ لائف بہت عزیز ہے۔''
''چلیں ٹھیک ہے۔آپ شریک تو ہوں گے نا۔''نیا نے پرس سے دعوت نامہ نکال کر اسے دیا۔اس کے ساتھ ریٹرن ٹکٹ اور ہوٹل کی ریزرویشن بھی تھی۔
آذر نے دعوت نامہ پڑھا اور بولا۔''میں شریک ہوں گا مگر میری ایک شرط ہے۔اور وہ کم از کم تمہارے لئے آسان نہیں ہے۔''
''آپ شرط تو بتائیں۔''
''میں تمہیں پینٹ کرنا چاہتا ہوں۔تم مجھے اس کا موقع دوگی۔''
نیا کے چہرے پر رنگ دوڑ گیا۔یہ تو واقعی مشکل شرط ہے۔میں دیکھ چکی ہوں کہ پینٹ کرنے کے معاملے میں آپ کتنے خطرناک آدمی ہیں۔''
آذر کھسیا گیا۔''اب تمہیں تو میں چھپ کر نہیں دیکھ سکتا۔''اس نے کہا۔''اور میں نے اس شرط کو مشکل اس لئے کہا کہ تم ایک معروف اداکارہ ہو۔ تمہارے لئے وقت نکالنا آسان نہیں ہوگا۔''
''یہ کوئی مشکل نہیں۔میں فلموں کو زیادہ وقت دینے کی قائل نہیں ہوں۔اپنے لئے بھی وقت رکھتی ہوں تاکہ زندگی سے لطف اندوز ہو سکوں۔مصروفیت بےزاری لاتی ہے اور بےزار آدمی صحیح اداکاری نہیں کر سکتا اس لئے میں بیک وقت زیادہ فلموں میں کام نہیں کرتی۔''
آذر نے ستائشی نظروں سے اسے دیکھا۔''میں نہیں سمجھتا کہ کبھی کسی اداکارہ نے اس انداز میں سوچا ہوگا۔تم نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔بلکہ سچ تو یہ ہے کہ پہلی بار کسی عورت نے مجھے متاثر کیا ہے۔تم صرف حسن اور جسم نہیں ہو، دماغ بھی ہو اور یہ ایک غیر معمولی بات ہے۔''
''آپ کی تعریف اتنی بھرپور ہوتی ہے کہ نہایت آزاد خیال عورت بھی شرمائے بغیر نہیں رہ سکتی۔بہرحال تعریف کا شکریہ۔''
''تو تمہیں میری شرط منظور ہے؟''
''جی ہاں اور آپ پریمیئر میں آ رہے ہیں؟''
''یقیناً۔''
''میں چلتی ہوں۔''نیا اٹھ کھڑی ہوئی۔

اسی لمحے دونوں کی نظر کافی پر پڑی جواب تک ٹھنڈی برف ہو چکی تھی۔ دونوں بیک وقت مسکرائے۔ ''کافی کا خیال ہی نہیں رہا۔'' آذر نے کہا۔

''کوئی بات نہیں۔ پھر پی لوں گی۔'' نینا نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھی۔ آذر اس سے پہلے ہی دروازے پر پہنچ گیا۔ اس نے نینا کے لئے دروازہ کھولا پھر خود بھی نینا کے پیچھے پیچھے چل دیا۔

آذر نینا کو چھوڑنے اس کی کار تک آیا۔ ''پریمیئر والے دن میں آپ کو ایئر پورٹ سے لے لوں؟'' نینا نے پوچھا۔

''نہیں۔ میں خود ہی پہنچ جاؤں گا۔'' آذر نے کہا۔ ''تمہارے ساتھ نظر آ کے میں اپنی پرائیویٹ لائف کو پبلک نہیں بنانا چاہتا۔''

''اوکے سر۔ خدا حافظ۔'' نینا نے ہاتھ ہلایا اور گاڑی چلا دی۔ اگلے ہی لمحے گیٹ سے گزر کر سڑک پر مڑ گئی۔

☆......☆......☆

ڈرائیو کرتے ہوئے نینا بہت مطمئن تھی۔ اس نے آذر کو پریمیئر میں شرکت پر رضامند کر کے بڑا کام کیا تھا۔ اسے اندازہ تھا کہ آذر اس تقریب میں الگ تھلگ رہے گا۔ وہ ایک عام آدمی کی حیثیت سے فلم دیکھے گا اور بس۔

لیکن آذر جمیل عام آدمی نہیں تھا۔ نینا نے اس کا کام دیکھا تھا۔ وہ مصوری کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی تھی لیکن اسٹوڈیو میں ایزل پر لگی نامکمل تصویروں اور مکمل تصویروں کو دیکھ کر اسے اندازہ ہو گیا کہ آذر ایک بڑا مصور ہے۔ اس نے زہرہ کے اسکیچ اور وہ تصویر بھی دیکھی تھی، جو آذر نے بقول خود، اپنے لڑکپن میں بنائی تھی۔ نینا مصوری سے نابلد ہوتے ہوئے بھی کہہ سکتی تھی کہ اس نے کم عمری ہی میں شہ پارے تخلیق کئے تھے۔ وہ بلاشبہ جینئس تھا۔

اور نینا جانتی تھی کہ ریاض تجسم نے اسے آذر کو مدعو کرنے پر بلاوجہ نہیں اکسایا۔ فلم کے پریمیئر شو سے پہلے وہ یقیناً آذر کو ایک انٹرویو کے لئے آمادہ کر لے گا اور فلم دیکھنے کے بعد آذر جو انٹرویو دے گا اس میں لازمی طور پر زنگی کا حوالہ بھی ہو گا۔ نینا کو یقین تھا کہ فلم آذر کو بہت متاثر کرے گی۔ وہ اپنے انٹرویو میں فلم کو اور اس کی پرفارمنس کو سراہے گا۔ یوں اسے اور فلم کو زبردست پبلسٹی ملے گی۔

سو، نینا مطمئن تھی لیکن ذاتی طور پر وہ بہت متجسس تھی۔ آذر نے اسے زہرہ سمجھا تو یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی۔ مشابہت ہی ایسی غیر معمولی تھی۔ مگر نہیں، اسے مشابہت کہنا ظلم تھا۔ درحقیقت وہ اس زہرہ کی کاپی تھی، جس کے اسکیچ آذر نے اسے دکھائے تھے اور پینٹنگ اس نے اتفاقاً دیکھ لی تھی۔ اگر اس تل کا فرق نہ ہوتا تو وہ یہ ثابت کر ہی نہیں سکتی تھی کہ وہ تصویر اور اسکیچ اس کے نہیں ہیں۔

اب اسے تجسس یہ بھی تھا کہ آذر اور زہرہ کے تعلق کی نوعیت کیا تھی۔ یہ تو وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ رومانوی تعلق تھا لیکن بات صرف اتنی سی نہیں تھی۔ اس تعلق

میں کوئی غیر معمولی بات تھی، جسے نیا نے محسوس کرلیا تھا لیکن سمجھ نہیں سکی تھی۔ پھر آذر کے کچھ جملے تھے جو اس کے اور زہرہ کے تعلق میں ایک عجیب سی گہرائی کی نشان دہی کرتے تھے۔ پینٹنگ کے بارے میں اس نے کہا...... میں نے یہ تصویر کسی کو نہیں دکھائی ...... تمہیں بھی نہیں۔ پھر اس نے وضاحت کی تھی...... میں تمہیں چھپ چھپ کر دیکھا کرتا تھا۔ نیا کو یہ تجسس تھا کہ اس کی ہم شکل اور ہم نام زہرہ سے آذر کا رومانوی تعلق یک طرفہ تھا یا دوطرفہ۔ جس انداز میں اور جس بے تکلفی سے آذر نے خود اسے مخاطب کیا تھا، اس سے ثابت ہوتا تھا کہ تعلق دوطرفہ رہا ہوگا۔ کم از کم زہرہ آذر کے جذبے سے بے خبر نہیں تھی۔ لیکن آذر کی یہ بات معنی خیز تھی کہ اس نے وہ تصویر کبھی زہرہ کو بھی نہیں دکھائی تھی۔ اس سے شبہ ہوتا تھا کہ وہ محبت ...... یک طرفہ ہی ہوگی۔

دوسری طرف نیا کو آذر کی شخصیت غیر معمولی لگی تھی۔ اس کا ذہن ایک لمحے کو بھی یہ بات تسلیم نہیں کرسکتا تھا کہ آذر کی عمر 90 سال ہوگی۔ دیکھنے میں وہ پچاس اور ساٹھ کے درمیان لگتا تھا لیکن اس کی شخصیت کا سب سے بڑا کمال یہ تھا کہ عملاً وہ جوان ...... بلکہ کبھی کبھی تو لڑکا سا لگتا تھا اور اس میں عجیب سے رومانوی کشش تھی۔ پہلے ہی لمحے سے نیا نے خود کو اس کی طرف کھنچتا محسوس کیا تھا۔ پھر ملاقات آگے بڑھی تو اس کی بے باکی سامنے آئی لیکن اس بے باکی میں بھی ایک طرح کی معصوم سی خوبصورتی تھی۔

پھر اس کا لمس! نیا کے لئے لمس ایسا ہی تھا، جیسے انسان کے لئے سانس لینا۔ فلمی دنیا ہوتی ہی لمس کی دنیا ہے۔ نیا کو کبھی کسی لمس نے متاثر نہیں کیا تھا۔ اس نے کبھی کسی ہیرو میں ...... بلکہ کسی مرد میں دلچسپی نہیں لی تھی۔ پیشہ وارانہ ضرورت کی الگ بات ہے لیکن جب آذر نے اسے چھوا تو وہ یوں بھڑک اٹھی، جیسے اداکارہ نہیں، کوئی عام عورت ہو۔ یہ اپنی جگہ ایک غیر معمولی بات تھی۔ وہ سوچ تھی ...... کوئی جادو تو ہے اس شخص کے پاس۔

نیا نے جان لیا کہ اس روز و شب میں تبدیلی آنے والی ہے۔ ویسے بھی اس نے آذر نے سچا وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے خود کو پینٹ کرنے کا موقع دے گی۔

جاری ہے......

آذر نینا کو رخصت کر کے واپس آیا تو ملازمہ نے اسے حیرت سے دیکھا۔ وہ سیٹی پر کوئی دھن بجا رہا تھا۔ جاتے جاتے وہ رکا اور اس نے ملازمہ کو غور سے دیکھا۔ ملازمہ پہلے ہی خائف تھی کہ وہ اس عورت کے سلسلے میں اس سے باز پرس کرے گا۔ ملازمہ گھبرا گئی۔ ''کیا بات ہے سرکار؟'' اس نے پوچھا۔

''کچھ نہیں بڑی بی! ملازمہ آذر سے کم از کم پچیس تیس سال چھوٹی تھی اور وہ بیس سال سے اس کے ساتھ تھی مگر وہ اول دن سے اسے بڑی بی ہی کہتا تھا۔

''آپ ناراض ہیں مجھ سے؟''

''ناراض کیوں ہوں گا؟'' آذر مسکرایا۔

''میں نے اس بی بی کو روکنے کی بہت کوشش کی تھی سرکار۔ لیکن وہ......''

''ارے نہیں۔ اسے کبھی نہیں روکنا'' آذر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''وہ میری چچا زاد بہن ہے۔ اتفاق سے مجھ تک پہنچی ہے ورنہ ہم کبھی نہ مل پاتے۔ وہ جب بھی آئے، اسے میرے پاس سٹوڈیو میں بھیج دیا کرو۔''

ملازمہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔ یہ چچا زاد بہن والی بات اس کے حلق سے نہیں اتر سکتی تھی۔

''اور سنو بڑی بی، زہرہ کے یہاں آنے کا تذکرہ کبھی کسی سے نہ کرنا۔ چاہے کوئی بھی پوچھے۔ کہہ دینا کہ تم اسے جانتیں بھی نہیں۔''

ملازمہ کو یقین ہو گیا کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔ وہ بیس سال سے اس گھر میں رہ رہی تھی اور اس نے تین چار ملنے والوں کے سوا کبھی کسی کو یہاں آتے نہیں دیکھا تھا۔ سرکار تھے ہی ایسے آدم بیزار اور عورت تو کوئی ان سے ملنے کبھی آئی ہی نہیں تھی۔ ''وہ بی بی تو اپنا نام کچھ اور بتا رہی تھیں؟'' اس نے دبی آواز میں کہا۔

''ہاں، وہ اداکارہ ہے۔ فلموں میں نینا کے نام سے کام کرتی ہے۔'' آذر نے بے پروائی سے کہا۔ ''اسی لئے تو کہتا ہوں کہ اس کا تذکرہ کسی سے مت کرنا۔ اخبار والے اداکاروں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور میں نہیں چاہتا کہ میری اور زہرہ کی رشتے داری سامنے آئے۔ مجھے اس کا فلموں میں کام کرنا اچھا نہیں لگا۔''

''ٹھیک ہے سرکار! میں کبھی کسی سے بات نہیں کروں گی۔'' ملازمہ نے کہا لیکن اسے مالک کی باتوں میں تضاد محسوس ہوا تھا۔ ایک طرف تو اسے اس کا فلموں میں کام کرنا اچھا نہیں لگا تھا۔ دوسری طرف وہ اتنے محبت بھرے انداز میں اسے رخصت کرنے باہر تک گیا تھا۔

''بس ٹھیک ہے۔'' آذر اسٹوڈیو کی طرف چل دیا۔ جاتے جاتے وہ پلٹا اور اس نے ملازمہ سے پوچھا۔ ''کوئی خط نہیں آیا؟''

''نہیں سرکار۔''

آذر اپنے اسٹوڈیو میں چلا گیا۔ اس بات کی اسے پریشانی تھی کہ انور نے امریکا جانے کے بعد سے اب تک اسے کوئی خط نہیں لکھا تھا۔ بلکہ اسے تو انور کا پتا بھی معلوم نہیں تھا۔ یعنی وہ خود بھی اسے خط نہیں لکھ سکتا تھا۔

آذر اپنی اسٹڈی میں گیا اور کاؤچ پر نیم دراز ہوگیا۔ وہ انور کے لئے کبھی یوں پریشان نہ ہوتا لیکن اس کی آخری گفتگو اب اس کی پریشانی کا سبب بن گئی تھی۔ انور نے اس کی مضبوط اور کمزور انسان والی بات کو اپنے لئے چیلنج بنا لیا تھا۔ اب آذر سوچ رہا تھا کہ اس چیلنج کے تحت انور جانے کیسی کیسی حماقتیں کرے گا۔ یہ بھی تو حماقت ہی ہے کہ اس نے اب تک رابطہ ہی نہیں کیا۔

لیکن پریشانی کے باوجود آذر زیادہ دیر بیٹے کے بارے میں نہ سوچ سکا۔ زہرہ کا خیال آیا تو پھر اسے کچھ یاد نہ رہا۔ اس کے جسم میں سنسنی سی دوڑنے لگی۔ لگا، وہ پھر سے جوان ہوگیا ہے۔ یہ کیسا خوشگوار تجربہ تھا۔ کیسا خوبصورت اتفاق تھا کہ چونسٹھ سال بعد زہرہ دوبارہ اس کی زندگی میں چلی آئی تھی۔ وہی صورت شکل، وہی رنگ وروپ اور وہی جسم لئے۔ کیسی ناقابلِ یقین بات ہے۔

اس نے دوسری والی زہرہ کا تصور قائم کیا لیکن وہ یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ وہ پہلے والی زہرہ ہے یا بعد والی۔ خیر، اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اس نے سر جھٹکتے ہوئے سوچا۔ جبکہ دونوں میں معمولی سا فرق بھی نہیں تھا مگر ذہن نے فوراً ہی تردید کر ڈالی۔ فرق تو پڑتا ہے۔ ایک خاک میں مل چکی۔ وہ صرف تصور میں آتی ہے اور تنہائی کی محفل سجاتی ہے اور وہ اسے چھو کر بھی نہیں چھو سکتا جبکہ دوسری زندہ حقیقت اور اس کی دسترس میں ہے۔ وہ اس کی تنہائی دور کرسکتی ہے۔

اس نے اس بحث کو ختم کرنے کے لئے ایک بار پھر سر جھٹکا۔ اس بار اس نے تصور میں موجودہ زہرہ کے سراپا کو غور سے دیکھا۔ اسے اپنی حماقت پر ہنسی آگئی۔ زہرہ اس دور کے جدید لباس میں تھی۔ پہلے والی زہرہ کے زمانے میں تو ایسے لباس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ گویا یہ وہ زہرہ تھی، جسے ابھی تھوڑی دیر پہلے اس نے رخصت کیا تھا۔

اسی لمحے اس کے دل میں ایک اور خیال آیا اور وہ اس پر عمل کرنے کی کوششوں میں مصروف ہوگیا۔

اپنے تصور کی طاقت کا اسے خوب علم تھا لیکن اس بار اس کا تصور بھی بہت بڑی آزمائش سے دوچار ہوگیا۔ اس بار اس نے خواہش ہی ایسی کی تھی۔ وہ تصور میں ان دونوں ساتھ دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا...... پہلے والی زہرہ کو اور آج والی زہرہ کو...... دونوں کو ساتھ ساتھ۔ ایک زہرہ تو اس کی نظروں

کے سامنے تھی۔ وہ جدید طرز کا لباس پہنے تھی۔ وہ آج کی زہرہ تھی لیکن پرانی والی زہرہ نمودار ہی نہیں ہو رہی تھی جیسے رقابت کی وجہ سے ناراض ہو گئی ہو۔ جیسے اسے غصہ آ رہا ہو کہ اس کی جگہ کسی اور کو دے دی گئی۔

آذر اپنے تصور کو پکارتا اور بار بار پلکیں جھپکاتا رہا لیکن پرانی والی زہرہ نہیں آئی۔ یہاں تک کہ اس پر بے بسی طاری ہونے لگی۔

''زہرہ......زہرہ......زہرہ پلیز آ جاؤ'' اس نے سرگوشی میں التجا کی۔ پھر وہ آنکھیں پھاڑے تصور میں موجودہ زہرہ کے دائیں بائیں دیکھتا رہا۔

لیکن اس کی پرانی زہرہ نمودار نہیں ہوئی۔

''خدا کے لئے زہرہ۔ مجھے مت ستاؤ۔ آ جاؤ'' اس نے پھر پکارا۔

لیکن اس بار بھی اس کا تصور ہار گیا۔

''آ جاؤ، آتی کیوں نہیں۔'' اس بار وہ چلایا۔

مگر چلانے سے روٹھنے والوں پر کیا اثر ہوتا ہے!

اس پر جھنجلاہٹ طاری ہونے لگی۔ اسے یہ سمجھنے میں کچھ دیر لگی کہ مسئلہ ارتکاز کا ہے۔ نقش ثانی اس کے دل و دماغ میں یوں ثابت ہوا تھا کہ نقش اول محو ہو کر رہ گیا تھا۔ نقش ثانی کو ہٹا کر نقش اول کو تازہ کرنے کے لئے جس ارتکاز کی ضرورت تھی وہ نقش ثانی کے دل و دماغ پر چھا جانے کی وجہ سے آسان نہیں تھا۔

بات سمجھ میں آئی تو اس کی جھنجلاہٹ دور ہو گئی۔ اس نے اپنی توجہ پہلے والی زہرہ پر مرکوز کرنے کی کوشش کی۔ آج والی زہرہ کے لئے کوشش کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ نقش تازہ بھی تھا اور گہرا بھی۔

کچھ دیر کی کوشش اور ارتکاز کے بعد وہ کامیاب ہو گیا۔ اب وہ دونوں شانہ بشانہ اس کے روبرو کھڑی تھیں اور وہ ان کا موازنہ کر رہا تھا۔ ان میں سر مو بھی فرق نہ تھا۔ جو فرق تھا، اسے بس ایک پیدائشی مصور کی عمیق نگاہ دیکھ سکتی تھی۔ وہ فرق دونوں کی کمر میں نصف انچ کی پیمائش کا تھا۔ تقریباً 77 سال پہلے اس نے پرانی زہرہ کو کمر ایک انچ کم کرنے کا مشورہ دیا تھا اور آج والی زہرہ کو اس نے آدھا انچ کم کرنے کو کہا تھا۔ ظاہری طور پر ان دونوں میں بس یہی فرق تھا ورنہ وہ مکمل طور پر ہم شکل تھیں۔

لیکن باطنی طور پر اور ان دونوں کی شخصیت میں بہت بڑا فرق تھا۔ وہ ایک دوسرے سے یکسر مختلف تھیں۔ شاید سب سے بڑا فرق یہ تھا کہ ان کے درمیان پورے ایک عہد کا فاصلہ تھا۔ کہاں وہ سست رفتار زمانہ، کہاں یہ خلائی دور۔ لیکن بات صرف اتنی سی نہیں۔ دونوں کی شخصیتوں میں بھی زمین

آسمان کا فرق تھا۔ پرانی زہرہ بہت مضبوط شخصیت تھی۔ وہ بہت ذمے دار تھی۔ اس کی طبیعت میں ایثار بہت تھا۔ اس کا سینہ بہت گہرا تھا۔ اس میں ضبط بھی تھا اور ظرف بھی جبکہ آج کی زہرہ بھڑکیلی اور پرکشش تھی۔ اسے بات کرنے کا ڈھنگ آتا تھا۔ اس کی طبیعت میں خودغرضی تھی۔ اسے اپنے مفادات بہت عزیز تھی۔ اسے اپنے مفادات کے تحت تعلقات رکھنا یا توڑنا خوب آتا تھا۔ اسے اپنے حسن کا احساس تھا اور وہ اس ہتھیار کو استعمال کرنا بھی جانتی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ کس کے ساتھ بے رخی برتنی ہے اور کسے مسکراہٹ سے نوازنا ہے۔ وہ ضرورتاً محبت بھی کر سکتی تھی اور نفرت تھی......

یہ سب کچھ تم اس لئے فرض کر رہے ہو کہ وہ اداکارہ ہے۔ اس نے خود کو ٹوکا۔ ضروری نہیں کہ وہ ایسی ہی ہو۔ ممکن ہے وہ پرانی والی زہرہ سے بھی بہتر ہو۔ اس نے اس احتجاج کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔

دیکھیں گے! اس نے پرلطف انداز میں خود سے کہا۔ اس کے ساتھ کچھ وقت گزارنے کا موقع تو ملے۔

اور اسے یقین تھا کہ یہ موقع اسے ملے گا اور خوب ملے گا۔

☆......☆......☆

پریمیئر شو کے لئے رات دس بجے کا وقت مقرر تھا۔ ساڑھے نو بجے سے مہمانوں کی آمد شروع ہوگئی۔ اس پریمیئر شو میں فلم انڈسٹری کے تمام اہم لوگ شریک ہو رہے تھے۔ ان میں فلم ساز اور ڈسٹری بیوٹر بھی تھے اور فلم ٹیکنیشن اور انڈسٹری کے تمام بڑے اداکار بھی۔ اس عہد کی تمام نامور ہیروئنیں بھی شریک ہو رہی تھیں۔ اگرچہ ان کے مقاصد مختلف تھے۔ کچھ پروڈیوسرز کی وجہ سے آئی تھیں اور کچھ نیا کو نیچا دیکھنے کی آرزو میں شریک ہو رہی تھیں۔

نیا پونے دس بجے سینما پہنچی۔ اگلے روز سے فلم کی باقاعدہ نمائش شروع ہونے والی تھی۔ اس لئے سینما کو زنگی کے پوسٹرز اور کٹ آؤٹس سے پوری طرح سجا دیا گیا تھا۔ نیا وہ آرائش دیکھ کر خوش ہوئی۔ اس کے کٹس بہت خوبصورت بنے تھے۔

اندر داخل ہوتے ہی اداکارہ بینا نے اس کا خیر مقدم کیا۔ ''مبارک ہو بھئی۔'' اس کے لہجے میں خلوص تھا لیکن نیا جانتی تھی کہ وہ اداکاری ہے۔ بینا اس سے بہت جلتی تھی۔ ''شکریہ۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''لیکن آکاش ورما نے فلم کا پورا بوجھ تم پر لاد دیا ہے۔ یہ زیادتی ہے تمہارے ساتھ۔''

''کیا مطلب؟''

''باہر پوسٹرز میں، ہر جگہ پوری طرح تم چھائی ہوئی ہو۔ فلم فلاپ ہوئی تو سب سے زیادہ نقصان تمہی کو ہوگا۔''

نیا سے اس کے لہجے میں چھپا حسد پوشیدہ نہ رہ سکا۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ ''میں اس نقصان کی متحمل ہو سکتی ہوں۔ اس کی تم فکر نہ کرو۔ زنگی صحیح

معنوں میں میری ہی فلم ہے۔''

بینا کا منہ بن گیا۔ ''اتنا اعتماد نقصان دہ ہوتا ہے۔''

بینا کے گرد لوگ اکٹھے ہونے لگے۔ وہ ان کی باتیں سنتی اور جواب دیتی رہی لیکن درحقیقت اس کا ذہن کہیں اور تھا۔ اس کی نظریں سینما کے گیٹ پر جمی تھیں۔ چند افراد کو احساس تھا کہ وہ کسی کی منتظر ہے۔ ان میں ایک ریاض تبسم بھی تھا لیکن صرف وہی جانتا تھا کہ وہ منتظر کس کی ہے۔

ٹھیک دس بجے بینا کی گیٹ پر منڈلاتی نگاہوں میں چمک ابھری۔ آذر جمیل آ گیا تھا۔

وہ گیٹ کی طرف بڑھی کہ مصور کا خیر مقدم کر سکے لیکن آذر نے منہ پھیر لیا۔ اس کی نگاہوں میں تنبیہ تھی۔ بینا پیچھے ہٹ گئی۔

یہ منظر ریاض تبسم نے دیکھا اور مسکرا دیا۔ اس کا مطلب ہے کہ بڑے میاں پبلسٹی سے بچنے کے لئے بینا سے بھی کترا رہے ہیں۔ اس نے سوچا۔ مگر وہ فوراً ہی سنجیدہ ہو گیا۔ یہ تو عبرت کا مقام تھا۔ یہ معمر شخص بہت بڑا فنکار تھا۔ اتنا بڑا فنکار کہ امریکہ اور یورپ میں اس کے نام کی ایک خاص قدر و منزلت تھی لیکن یہاں اپنے وطن میں کوئی اسے پہچانتا بھی نہیں تھا۔ لوگ اس کے وجود تک سے بے خبر تھے۔ عام لوگوں کی بات چھوڑو، اس تقریب میں تین درجن کے قریب نامور صحافی موجود تھے لیکن کسی نے آذر جمیل پر ایک نگاہ غلط انداز بھی نہیں ڈالی تھی۔ یہ نام نہاد فنکاروں کا بہت بڑا اجتماع تھا، جسے اپنے درمیان ایک دیو قامت فنکار کی موجودگی کا احساس بھی نہیں تھا مگر اس میں اس بڑے فنکار کی توہین کا کوئی پہلو نہیں نکلتا تھا۔ یہ صورت حال پورے معاشرے کے لئے ایک گالی کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس وقت ریاض کے ذہن نے اپنے معاشرے کو ایک فلم ایکٹریس سے تشبیہ دی اور وہ پھڑک کر رہ گیا۔ واقعی، یہ معاشرہ ایسا ہی ہے۔ فلم ایکٹریس کی طرح اوپر سے بھڑکیلا، خوبصورت اور پرکشش۔ اندر سے بدصورت اور تاریک۔ خود غرض، ظاہردار اور مفادات پرست معاشرہ، جو نہ فن کو سمجھتا ہے نہ فنکار کو۔ جسے فن کو سراہنا بھی نہیں آتا۔

ریاض تبسم نے آذر جمیل کو دیکھا جو ایک صوفے پر جا بیٹھا تھا۔ وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبا تھا۔ اس لمحے ریاض کو اس پر پیار آیا۔ یہ شخص سچا فنکار ہے۔ اس نے سوچا۔ اسے اس بات کی پروا نہیں کہ لوگ اسے نہیں جانتے، اس کے فن کو نہیں سمجھتے۔ بلکہ وہ اسی میں خوش ہے۔ وہ لوگوں کے سامنے آنا بھی نہیں چاہتا۔ اسے معلوم ہے کہ ان لوگوں کا سراہنا بھی اس کے لئے تکلیف دہ ہوگا۔ اس کے تخلیقی عمل میں رکاوٹ پیدا ہوگی اور یہ اسے گوارا نہیں۔

ریاض نے غور سے آذر کے چہرے کو دیکھا۔ وہاں طمانیت ہی طمانیت تھی، جس شخص نے اپنی طویل عمر فن کی آبیاری میں گزاری ہو، کسی صلے کی پرواہ کئے بغیر وہ، ایسا ہی مطمئن ہو سکتا ہے۔

لیکن اس شخص کے لئے کیسا دھچکا ہوگا، اگر اسے ایک اداکارہ کے حوالے سے پوری قوم پہچان لے۔ وہ لوگ جنہیں اس کے فن کا علم تک نہیں، جو اس

کے وجود سے بے خبر ہیں، ان میں اس کی شہرت ہو مگر حوالہ اس کے فن کا نہ ہو، جسے اس نے اپنی پوری عمر اور تمام توانائیاں سونپ دیں، تو اس کے لئے کیسے دکھ کی بات ہوگی۔ اس وقت تو وہ اپنی گمنامی کے حصار میں مطمئن ہے اس لئے کہ اسے خبر ہی نہیں کہ اس پر یہ افتاد پڑ سکتی ہے۔

اس شخص سے انٹرویو لینا کتنا دشوار ہوگا۔ ریاض نے سوچا مگر وہ ایک کہنہ مشق صحافی تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ایسے لوگوں کو انٹرویو کے لئے کیسے رضامند کیا جا سکتا ہے۔ ایسے لوگوں کی کمزوریوں پر وار کرنا ہوتا ہے۔

اناؤنسمنٹ کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

''خواتین و حضرات، پریمیئر شو شروع ہونے والا ہے۔ آپ لوگوں سے درخواست ہے کہ ہال میں تشریف لے آئیں۔''

اس کے ساتھ ہی باہر کی روشنیاں گل کی جانے لگیں۔ نیلا نے جو لوگوں میں بری طرح گھری ہوئی تھی، جاتے جاتے آذر کی طرف دیکھا، جو بدستور صوفے پر بیٹھا تھا، پھر وہ اندر چلی گئی۔

ریاض ہال کے داخلی دروازے تک گیا مگر فوراً ہی پلٹ آیا۔ اسے تجسس تھا۔ تجسس سے زیادہ فکر تھی کہ آذر اندر کیوں نہیں گیا ہے۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں مصور نے ارادہ تو نہیں بدل لیا۔ یہ ناممکن بھی نہیں تھا کہ آذر اب چپکے سے نکل بھاگنے کی فکر میں ہو اور یہ وہ نہیں چاہتا تھا۔

لابی کے ملگجے اجالے میں بے شمار سائے تھے۔ ریاض نے خود کو ایسے ہی ایک سائے میں چھپا لیا۔ اس کی نظریں آذر جمیل پر تھیں۔

آذر چند لمحے صوفے پر بیٹھا رہا پھر اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ لابی سنسان ہو چکی تھی۔ وہ اٹھا اور دیوار کی طرف چل دیا۔ جہاں رنگین تصاویر لگائی گئی تھیں۔ وہ وہاں کھڑا بڑی توجہ سے ان تصویروں کو دیکھتا رہا۔

ریاض کا جی چاہا کہ اس کے پاس جائے لیکن اس نے خود کو روک لیا۔ اجالا اتنا نہیں تھا کہ وہ مصور کے تاثرات کو واضح طور پر دیکھ پاتا لیکن وہ اسے ڈسٹرب بھی نہیں کرنا چاہتا تھا اور وہ اپنے پاس اس کے لئے ایک سرپرائز بھی رکھنا چاہتا تھا۔

مصور کے چہرے کے تاثرات تو نظر نہیں آ رہے تھے لیکن اس کا انہماک بھی بہت کچھ بتا رہا تھا۔ فلم کی تصاویر نے اسے بہت متاثر کیا تھا۔

چند منٹ بعد آذر وہاں سے ہٹا اور ہال کے داخلی دروازے کی طرف بڑھا۔ اسی لمحے ریاض بھی سائے سے ہٹ گیا۔ ریاض کو دیکھ کر آذر چونکا لیکن اس کے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے قدم نہیں رکے۔ ریاض اس کے ساتھ ہی دروازے تک پہنچا۔

دونوں نے کارڈ گیٹ کیپر کو دیئے۔ گیٹ کیپر نے ان کے لئے دروازہ کھولا۔ ''تشریف لے چلئے۔'' ریاض نے ایک طرف ہٹتے ہوئے، آذر سے کہا۔

پھر وہ آذر کے پیچھے ہال میں داخل ہوا۔ ہال میں نیم تاریکی تھی۔ فلم کے کریڈٹ ٹائٹلز شروع ہو چکے تھے۔
ان دونوں کو برابر کی نشستیں ملیں۔ ان کے بیٹھتے بیٹھتے ٹائٹلز ختم ہو چکے تھے اور فلم شروع ہو گئی تھی۔
فلم پر ہدایت کار کی گرفت ابتدا ہی سے مضبوط تھی۔ ہال میں خاموشی چھا گئی تھی۔ آذر اور ریاض جن نشستوں پر بیٹھے تھے، وہ ٹو سیٹر صوفے کی طرح تھی۔ درمیان میں ہتھا نہیں تھا۔
ریاض کی پوری توجہ فلم پر نہیں تھی۔ وہ آذر کے ردعمل پر بھی نظر رکھے ہوئے تھا۔ لیکن فلم کے سب سے زیادہ خوبصورت سین پر بھی آذر کے منہ سے کوئی بے ساختہ کلمہ تحسین نہیں نکلا۔ پھر بھی ریاض کو اندازہ ہو گیا کہ آذر پر فلم نے سحر طاری کر دیا ہے۔ اس کا جسم پوری طرح ردعمل ظاہر کر رہا تھا۔
فلم بہت اچھی تھی۔ ایسی کہ پوری توجہ نہ ہونے کے باوجود کئی بار ریاض بے ساختہ واہ واہ کر بیٹھا۔ ڈائریکٹر آکاش نے کمال کر دیا تھا۔ اس نے نرتکی کی صورت میں ایک ایسی آرٹ فلم بنائی تھی جو تجارتی اعتبار سے بڑی سے بڑی کمرشل فلم کو پیچھے چھوڑ دیتی۔ ریاض کا تجربہ بتاتا تھا کہ یہ فلم کامیابی کے تمام سابقہ ریکارڈ توڑ دے گی۔ سب سے اہم بات یہ تھی کہ نیا نے خود کو اس عہد کی سب سے بڑی اداکارہ ثابت کر دیا تھا۔
فلم ختم ہوئی تو ہال میں روشنی ہو گئی اور ہال آوازوں سے بھر گیا۔ سب لوگ ہدایت کار اور نیا کو مبارکباد دے رہے تھے۔ حسد بھرے چہروں پر خلوص اور خوش دلی کے نقاب گر گئے تھے۔
ہال میں دو افراد ایسے تھے، جو اپنی سیٹوں پر بیٹھے رہے تھے۔ ان میں ایک تو جیسے کسی طلسم کا اسیر تھا۔ اسے کچھ ہوش ہی نہیں تھا اور دوسرا اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔
وہ دونوں یوں ہی بیٹھے رہے۔ انکی طرف کوئی متوجہ نہیں ہوا۔ نیا کی خوشی کی کوئی حد نہیں تھی۔ پھر وہ جس طرح مبارکباد دینے والوں میں گھری تھی، ایسے میں اسے بوڑھے مصور کا خیال کیسے آتا، جسے تین دن پہلے وہ جانتی بھی نہیں۔
سحر زدہ آذر کا سحر نہ ٹوٹا۔ یہاں تک کہ ہال خالی ہو گیا اور آوازیں تھم گئیں۔ ریاض خاموشی سے اسے دیکھے جا رہا تھا۔ اب اسے احساس ہو رہا تھا کہ بوڑھے مصور نے کس طرح فلم دیکھی ہے...... اور فلم نے اسے کتنا متاثر کیا ہے۔ بوڑھے مصور کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں مگر وہ دیکھ کچھ بھی نہیں رہا تھا۔ کم از کم وہ اس سینما ہال میں کچھ بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔
ہال کے باہر سے آوازیں بہت ہلکی بھنبھناہٹ کی طرح آ رہی تھیں۔ لیکن آذر کو ہوش نہیں تھا۔ وہ تو ہال کے شور میں بھی اکیلا تھا۔ اب تو پھر خاموشی تھی۔ وہ اپنی ہی کسی دنیا میں گم تھا۔

ریاض کو احساس ہوا کہ اسے آذر کو چونکانا پڑے گا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ کتنا نازک کام ہے۔ صورت حال کو نارمل رکھنا ضروری تھا۔ اسے یہ ظاہر کرنے سے بچنا تھا کہ آذر کی ازخودرفتگی کا اسے علم ہے۔ چنانچہ اس نے دھیرے سے آذر کا ہاتھ تھاما اور اسے پکارا ''آذر صاحب...... آئیے باہر چلیں۔''
پہلے تو آذر کی محویت نہیں ٹوٹی مگر تیسری یا چوتھی پکار پر اس کی پلکوں میں جنبش ہوئی......

☆......☆......☆

آذر کو سینما کی لابی میں پہنچتے ہی احساس ہو گیا تھا کہ وہ ایک مختلف دنیا میں آ گیا ہے۔ وہ بہت اجنبی دنیا تھی۔ خوش کن بات یہ تھی کہ کوئی اسے پہچانتا نہیں اور اس کی کوئی پذیرائی نہیں ہوئی۔ زہرہ نے اس کی طرف بڑھنے کی کوشش کی تھی لیکن اس کے انداز کی درشتی اور نگاہوں کی تنبیہ کو سمجھ کر پیچھے ہٹ گئی تھی۔ یوں اسے مجمع میں بھی تنہائی میسر آ گئی تھی۔

آذر نے ابتدا ہی سے جائزہ لیا۔ ایک دیوارگیر اشتہار پر اس کی نظر ٹھہر گئی جس پر ''نمائش جاری ہے۔'' لکھا تھا۔ تحریر کے نیچے فلم رنگی کی تصاویر لگائی گئی تھیں۔ کچھ لوگ ان تصاویر کا جائزہ لے رہے تھے۔ آذر کا جی تو چاہا لیکن اس وقت اس کا وہاں جانا مناسب نہیں تھا۔ وہ خود کو نمایاں نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسے تو اتنی بھیڑ بھاڑ سے خوف آتا تھا۔

فلم شروع ہونے کا اعلان ہوا اور لابی کی روشنیاں گل ہو گئیں۔ آذر اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ یہاں تک کہ لابی خالی ہو گئی۔ آذر نے لابی کا جائزہ لیا اور دیوارگیر اشتہار کی طرف بڑھا۔ اگرچہ کوئی نظر نہیں آ رہا تھا مگر اسے یہ احساس ہو رہا تھا کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے۔ اس نے خود کو سمجھایا کہ اتنا حساس ہونے کی بھی ضرورت نہیں۔ چنانچہ اشتہاری تصاویر دیکھتا رہا۔

ان تصاویر نے اسے ہیجان میں مبتلا کر دیا۔ ان پرکشش تصاویر نے اس کے ذہن میں ایک خاص فضا بنا دی۔ وہ فضا وہی تھی جو اس کی تنہائی کی محفلوں کی تھی۔ اب اسے افسوس نہیں تھا کہ اس نے فلم دیکھنے کے لئے ہامی بھری۔ یہ فلم تو تھی ہی اس کے لئے۔

وہ تصاویر دیکھ کر ہٹا اور ہال کے داخلی دروازے کی طرف بڑھا۔ اسی وقت ایک تاریک گوشے سے ایک اور شخص نکلا اور دروازے کی طرف بڑھا۔ آذر نے اسے بہت غور سے دیکھا۔ اس کا اندازہ تھا کہ وہ وہ اخبارنویس ہے مگر اس وقت وہ فلم کے سوا کسی کو اہمیت دینے کے موڈ میں نہیں تھا۔ اسے فلم دیکھنے کی بے تابی ہو رہی تھی۔

اس نے اور اس دوسرے شخص نے ایک ساتھ گیٹ کیپر کو کارڈ دیئے۔ وہ اندر داخل ہوئے تو ہال میں اندھیرا تھا۔ فلم شروع ہو چکی تھی۔ ایک اٹینڈنٹ ان دونوں کو خالی سیٹوں تک لے گیا۔ ان دونوں کو برابر والی سیٹیں ملیں۔ یہ احساس آذر کو بعد میں ہوا کہ وہ صوفہ نما سیٹ تھی۔ دونوں

سیٹوں کے درمیان ہٹتا نہیں تھا۔

آذر بیٹھتے ہی اسکرین کی طرف متوجہ ہوا۔ اسی لمحے ٹائٹل ختم ہوئے اور پہلا سین شروع ہوا۔

اس لمحے سے سب کچھ بدل گیا۔ اب وہ مہمانوں سے بھرا ہوا ہال نہیں تھا۔ نہ وہ اسکرین تھی، جس پر فلم چل رہی تھی۔ وہ تو اس کی تنہائی میں روز سجنے والی محفل تھی، جس میں کوئی مہمان نہیں ہوتا تھا، بس وہی میر محفل ہوتا تھا، وہ راجا اندر بن کر بیٹھتا تھا اور زہرہ راج نرتکی ہوتی تھی۔ وہ دوسری نرتکیوں کے ساتھ رقص کرتی تھی اور اسے لبھاتی تھی۔

فلم کا پہلا منظر قدیم زمانے کے کسی راجا کی خواب گاہ کا تھا، جہاں ویسی ہی محفل سجی ہوئی تھی۔ اس نے راجا کے روپ میں خود کو دیکھا...... اور فلم میں شامل ہو گیا۔

وہ بت بن کر رہ گیا۔ اسے گرد وپیش کا کچھ ہوش نہیں تھا۔ اسے یہ بھی پتا نہیں چلا کہ فلم ختم ہو گئی ہے۔

پھر اسے احساس ہوا کہ کوئی اس کا ہاتھ تھام کر دھیرے دھیرے اسے پکار رہا ہے۔

اس نے سر گھما کر دیکھا۔ یہ وہی شخص تھا، جو اس کے ساتھ ہی ہال میں آیا تھا اور اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا تھا۔ پھر اس نے ہال میں چاروں طرف دیکھا۔ اس کی نگاہوں میں حیرت بھر گئی۔ ہال خالی ہو چکا تھا۔

''آذر صاحب، باہر چلیں......'' اس شخص نے کہا۔

''تم مجھے کیسے جانتے ہو؟'' آذر نے پوچھا۔

''خوش قسمتی سے۔'' اس شخص نے مسکراتے ہوئے کہا ''میں آپ کا قدر دان ہوں۔'' پھر اس نے دہرایا۔ ''آیئے...... چلیں۔''

''سب لوگ چلے گئے؟''

''جی نہیں۔ باہر لابی میں تو ابھی دیر تک رونق رہے گی۔''

''تم جاؤ۔ میں ابھی کچھ دیر رکوں گا۔'' آذر نے کہا۔

''ٹھیک ہے آذر صاحب میں بھی ساتھ ہی چلوں گا۔ میں بھی باہر کے منافقانہ ماحول کو برداشت نہیں کر سکوں گا۔ خاص طور پر اتنی اچھی فلم دیکھنے کے بعد......''

آذر کی سمجھ میں ابھی تک پوری طرح کچھ نہیں آیا تھا۔ اپنی دانست میں وہ اپنی محفل میں بیٹھا تھا اور آنکھ کھلی تو وہ سینما ہال میں تھا۔ یہ بات سن کر اسے

یاد آیا کہ وہ فلم زندگی کا پریمیئر شو دیکھنے آیا تھا۔

''تم کون ہو بھئی؟''

''میرا نام ریاض تبسم ہے۔ میں فلمی رسالے فلم فن کا نمائندہ ہوں۔''

آذر مسکرایا۔ اس کا اندازہ درست تھا۔

''آپ کو فلم کیسی لگی؟'' ریاض نے پوچھا۔

''فلم؟'' آذر نے حیرت سے دہرایا۔ ''فلم تو میں نے دیکھی ہی نہیں۔''

ریاض نے حیرت سے اسے دیکھا۔ مذاق کر رہے ہیں؟''

''نہیں۔ میں تصوراتی آدمی ہوں۔ کہیں اور ہی کھو یا رہا۔''

''یہ تو برا ہوا۔ یہ فلم آپ کو دیکھنی چاہئے...... بہرحال میں۔''

''میں اتنی بھیڑ بھاڑ میں فلم نہیں دیکھ سکتا۔''

ریاض سوچ میں پڑ گیا۔ درحقیقت وہ بہت تیزی سے سوچنے اور فیصلہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ بالآخر اس نے دھیمی آواز میں کہا۔ ''آپ کہیں تو میں آپ کے لئے اس فلم کا ایک وڈیو پرنٹ حاصل کرنے کی کوشش کروں۔''

آذر کی آنکھیں چمکنے لگیں لیکن وہ بولا تو اس کے لہجے میں نا امیدی تھی۔ ''یہ کیسے ممکن ہے۔ ابھی تو یہ فلم ریلیز ہو رہی ہے۔''

''میں کوشش کروں تو بات بن سکتی ہے۔'' ریاض بولا۔ ''یہ بتائیں آپ کے پاس وڈیو پروجیکٹر اور اسکرین ہے؟''

''یہ کوئی مسئلہ نہیں۔ میں کل ہی منگوا سکتا ہوں۔'' آذر کے لہجے میں سنسنی تھی۔

''تو آپ یہ کام کرلیں۔ میں پرنٹ کے لئے کوشش کرتا ہوں۔ مگر میری دو شرطیں ہوں گی۔''

آذر نے اسے عجیب سی نظروں سے دیکھا۔ ''خود ہی پیشکش کی اور اب شرطیں عائد کرنے لگے۔''

''تعلقات میں کاروبار تو ہوتا ہے۔'' ریاض نے فلسفیانہ انداز میں کہا۔ پھر بولا۔ ''شرطیں نہیں پوچھیں گے آپ؟'' اس کے لہجے میں اعتماد اور یقین تھا کہ آذر اس پیشکش کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔

''کہو'' آذر نے سرد لہجے میں کہا۔

''پہلی شرط تو یہ ہے کہ میں بھی آپ کے ساتھ بیٹھ کر فلم دیکھوں گا۔''

''بہت خوب۔'' آذر مسکرا دیا۔ ''مگر ایک جوابی شرط میری بھی ہوگی۔ تم بالکل خاموش بیٹھ کر فلم دیکھو گے۔ میرے انہماک میں مخل نہیں ہو گے۔''

''اس کی آپ فکر نہ کریں۔'' ریاض بھی مسکرا دیا۔ میں بولنے سے زیادہ سننے اور مشاہدہ کرنے کا قائل ہوں۔

''اچھا، دوسری شرط بتاؤ۔''

دوسری شرط یہ ہے کہ آپ مجھے انٹرویو دیں گے۔''

اس بار آذر سچ مچ حیران ہوا۔ ''کسی فلمی پرچے کے قارئین کو مجھ سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟''

''میں فری لانسنگ بھی کرتا ہوں اور فلمی صحافت تک محدود بھی نہیں۔'' ریاض نے انکشاف کیا۔ ''روزنامہ نمسکار سے میرا رابطہ ہے۔ آپ یقین رکھیں، آپ کا انٹرویو ضائع نہیں ہوگا۔''

''اس سلسلے میں سوچنا پڑے گا۔'' آذر کے لہجے میں الجھن تھی۔ ''یہ بتاؤ تم مصوری کے بارے میں کیا جانتے ہو؟''

''آپ کے اور آپ کی مصوری کے بارے میں تو میں بہت کچھ جانتا ہوں۔'' ریاض نے کہا اور پھر اپنی بات کے ثبوت میں بولنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔ ''اور آپ کے اور آپ کی مصوری کے بارے میں ایسی بات بھی جانتا ہوں جو آپ کے علم میں نہیں۔''

''وہ کیا ہے؟''

''وہ یہ کہ آپ کی مصوری کا ہماری فلم سے ایک تعلق قائم ہو چکا ہے۔ اب آپ اپنے ملک میں بھی گم نام نہیں رہیں گے۔''

آذر یہ سن کر چونک گیا۔ ''یہ کیا کہہ رہے ہو؟''

''اسی لئے تو آپ کو فلم کے پریمیئر شو میں مدعو کیا گیا ہے۔''

''لیکن کسی اداکارہ کے حوالے سے مشہور ہونے میں بہت بڑی توہین ہے۔''

''معاملہ برعکس ہے۔ اداکارہ آپ کے حوالے کی سیڑھی لگا کر شہرت کی بلندیوں پر پہنچ جائے گی۔ ذرا ان سرخیوں پر غور کریں...... 90 سالہ مصور جواں سال اداکارہ پر مر مٹا۔ مصور رقص کو ملکہ رقص نے بے خود کر دیا۔...... وغیرہ وغیرہ۔''

آذر کے ہونٹوں پر ایک لمحے کو مسکراہٹ آئی۔ مگر اس نے فوراً ہی اس کا گلا گھونٹ دیا۔ ''تب تو مجھے تمہیں انٹرویو نہیں دینا چاہئے۔''

''حالانکہ اب یہ ضروری ہو گیا ہے اور آپ کو یہ انٹرویو ان سرخیوں کے لگنے سے پہلے دینا ہوگا۔ اس طرح آپ نامناسب تشہیر سے بچ سکتے ہیں۔

انٹرویو میں سب کچھ واضح کر دیں۔''

''تمہارے خیال میں میری نامناسب تشہیر کون کرے گا؟''

''وہی، جسے شہرت کی طلب ہے......اداکارہ نیا۔''

آذر ہنسنے لگا۔''اتنی حسین تشہیر پر کس کافر کو اعتراض ہو سکتا ہے۔ ویسے میاں ریاض، تم سیلز مین بہت اچھے ہو۔ ٹھیک ہے۔ میں تمہیں انٹرویو دوں گا۔ ایسا کرو، کل میرے گھر آ جاؤ۔ آذر کہتے کہتے رکا''لیکن سنو۔ تم فلم پر میرا تبصرہ بھی چاہو گے؟''

ریاض نے اثبات میں سر ہلایا۔

''تو سکون سے فلم دیکھے بغیر یہ ممکن نہیں۔ تم پہلے پرنٹ کا بندوبست کر لو۔''

''ریاض کو اس سے مایوسی ہوئی مگر اس نے اس کا اظہار نہیں کیا۔''ٹھیک ہے۔''اس نے کہا۔

''تو آؤ۔ اب باہر چلیں۔''

☆......☆......☆

آذر جمیل بہت خاموشی سے اپنی گاڑی میں بیٹھ کر رخصت ہو گیا تھا۔ نیا نے کن انکھیوں سے دیکھا لیکن اس کی طرف بڑھنے کی کوشش نہیں کی۔ پوری تقریب کے دوران میں آذر کا طرز عمل ایسا حوصلہ شکن رہا تھا کہ اسے ہمت ہی نہیں ہوئی۔ اس نے دھیرے سے کندھے جھٹک دیئے۔ وہ پبلک میں اس سے نہیں ملنا چاہتا تھا تو نہ سہی۔ اس کے گھر کے دروازے تو اس کے لئے کھلے ہوئے ہیں نا......

سب مہمان رخصت ہو رہے تھے۔ نیا اپنی گاڑی میں بیٹھ گئی۔ وہ گاڑی اسٹارٹ کر رہی تھی کہ اسے ریاض اپنی طرف آتا نظر آیا۔ وہ ہاتھ بھی ہلا رہا تھا۔ نیا گاڑی آگے بڑھاتے بڑھاتے رک گئی۔

ریاض نے اگلا دروازہ کھولا اور بے تکلفی سے نیا کے برابر بیٹھ گیا۔ نیا کچھ جھنجھلا گئی۔''کہاں جانا ہے تمہیں؟''

''کیا یہ روٹ نمبر 6 کی بس ہے۔''

''مسخرا پن مت کرو۔ رات کے دو بجے ہیں۔ تھکن سے برا حال ہے میرا۔''

''میں تمہارے ساتھ چل رہا ہوں۔''ریاض نے سنجیدگی سے کہا۔ اس نے نیا کے چہرے پر خفگی کا تاثر دیکھا تو جلدی سے اضافہ کیا۔''گاڑی اسٹارٹ کرو۔ میرے پاس تمہارے لئے ایک بری خبر ہے۔''

نیما نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ ریاض خاموش بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔ نیما اور جھنجھلا گئی ”اب یہ نہ کہنا کہ وہ بری خبر میرے گھر میں ہی سناؤ گے۔“

”بری خبر یہ ہے نیما بیگم کہ بڑے میاں فلم دیکھ ہی نہیں سکے۔“

”یہ کیسے ممکن ہے۔ وہ وہاں گئے اور فلم ختم ہونے کے بعد تک وہاں موجود رہے۔“

”جانتا ہوں۔ میں ان کے برابر ہی بیٹھا تھا۔“

”تو پھر؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ انہوں نے فلم نہ دیکھی ہو۔“

”ہال میں بیٹھ کر وہ کسی تصور میں کھو گئے۔ انہیں فلم کا ہوش ہی نہیں رہا۔“

نیما زیر لب مسکرائی۔ وہ اسے کیوں بتاتی کہ مصور اسی کے تصور میں گم ہوا ہوگا۔ ”اچھا تو پھر؟“

”تم اس بات کی اہمیت نہیں سمجھ رہی ہو۔“ ریاض کے لہجے میں سنگینی در آئی۔ ”فلم پر جلد سے جلد بڑے میاں کا تبصرہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ وقت گزر گیا تو وہ بات نہیں رہے گی۔“

ریاض ٹھیک رہا تھا۔ نیما سنجیدہ ہو گئی۔ ”تو انہیں فلم دوبارہ دکھا دی جائے۔“

”یہ اتنا آسان نہیں۔ وہ بھیڑ بھاڑ میں فلم دیکھنے کے قائل نہیں۔“

”تو پھر میں کیا کر سکتی ہوں؟“ نیما کے لہجے میں تشویش تھی۔

”انہیں نرتکی کا ایک وڈیو پرنٹ فراہم کر دو۔“

نیما حیران نظر آنے لگی۔ ”یہ کیسے ممکن ہے؟“

”ممکن کیسے نہیں۔ تم فلم کی پروڈیوسر ہو اور ڈسٹری بیوٹر تمہارے ماموں ہیں۔ گھر کی بات ہے۔“

نیما کے کندھے جھک گئے۔ ”اتنا کچھ جانتے ہو تم؟“

”میں بہت کچھ جانتا ہوں لیکن بغیر ضرورت کے اظہار نہیں کرتا۔“ ریاض نے خشک لہجے میں کہا۔ ”تو پھر کیا خیال ہے؟“

”ٹھیک ہے۔ اس کا بندوبست ہو جائے گا۔“

”میرا مشورہ ہے کہ گھر پہنچتے ہی لیب فون کرو اور ان سے کہو کہ فوری طور پر ایک پرنٹ تیار کر کے دہلی...... بڑے میاں کے پتے پر بھجوا دیں۔“

”ٹھیک ہے ریاض۔“

''میں جلدی اس لئے کر رہا ہوں کہ اس وقت لوہا گرم ہے۔ کہیں بڑے میاں نے ارادہ بدل لیا تو......''

اب نینا پر سکون ہو گئی تھی۔ ''یہ تم انہیں بڑے میاں کیوں کہتے ہو۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم جھوٹ بھی بولتے ہو۔''

''کیا جھوٹ بولا ہے میں نے؟''

''تم کہہ رہے تھے وہ 90 سال کے ہیں جبکہ وہ 60 کے بھی نہیں لگتے۔''

''میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ وہ 90 سے کم کے نہیں ہیں۔''

''میں نہیں مانتی۔''

''مان جاؤ گی۔'' ریاض نے شوخ لہجے میں کہا۔ ''تم سے تو چھپ نہیں سکتی یہ بات۔''

نینا کا چہرہ تمتما اٹھا۔ اس نے تیزی سے موضوع بدلا۔ ''یہ بتاؤ تم اس معاملے میں اتنی زیادہ دلچسپی کیوں لے رہے ہو۔ یہ تو میں نہیں مان سکتی کہ تم صرف میرے لئے اور میری فلم کے لئے یہ مشقت کر رہے ہو۔''

''اس زمانے میں خلوص کی کوئی قدر ہی نہیں۔'' ریاض نے آہ بھر کے کہا ''خیر...... سن لو۔ میں حصول رزق سے زیادہ کسی چیز میں دلچسپی نہیں لیتا۔''

''یعنی انٹرویو؟''

''ہاں اور وہ بھی مجھ سے زیادہ تمہارے اور تمہاری فلم کے کام آئے گا۔''

''دیکھیں گے۔''

چند لمحے خاموشی رہی پھر اچانک ریاض نے کہا۔ ''گاڑی روک دو۔ میں یہیں اتر وں گا۔''

''کوئی ضرورت نہیں۔ میرے ساتھ چلو۔''

''لوگ سچ کہتے ہیں، اداکاراؤں کا کوئی اعتبار نہیں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے تم میرے ساتھ چلنے کا سن کر برہم ہو رہی تھیں اور اب......''

''رات کے دو بجے کہاں مارے مارے پھرو گے۔''

''یہ سچ ہے کہ میرا گھر دہلی میں ہے۔ لیکن یہاں بھی بے ٹھکانہ تو نہیں ہوں۔ زیادہ وقت تو یہیں گزرتا ہے میرا۔''

''تو چلو، یہاں میری مہمان نوازی بھگت لو۔ بہت زوردار ناشتا کراؤں گی۔''

''مجھے باہر کے مرغن کھانوں کے مقابلے میں گھر کی دال روٹی اچھی لگتی ہے۔''

نیا کو یہ بات بری لگی لیکن برا ماننے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ''راستہ بتاؤ'' اس نے کہا ''میں تمہیں تمہارے گھر ڈراپ کر دوں گی۔''

''خیال رکھنا۔ گھر جاتے ہوئے کہیں مقابلے سے واسطہ نہ پڑ جائے۔ آج کل پولیس عورتوں کو بھی نہیں بخشتی۔''

''یہ کراچی نہیں، بمبئی ہے۔''

☆......☆......☆

نیا گھر پہنچی ہی تھی کہ ریاض کا فون آ گیا۔ ''اس سے تو اچھا تھا کہ تم میرے ساتھ ہی آ جاتے۔'' اس نے ریاض کی آواز پہچان کر کہا۔

''دراصل میں ایک اہم بات بھول گیا تھا۔'' ریاض نے کہا۔ ''یہ بتاؤ کہ ابھی لیب تو فون نہیں کیا تم نے؟''

''نہیں۔ کیا بات ہے؟''

''لیب والوں کو آذر جمیل کے گھر کا ایڈریس دے دینا۔ ان سے کہنا کہ اسپیشل ڈیلیوری سے پرنٹ اس پتے پر بھجوا دیں اور مجھے فون پر مطلع کر دیں۔''

''تمہیں کیوں؟''

''اس لئے کہ میں ان کے ساتھ فلم دیکھوں گا اور پرنٹ کا وعدہ بھی ان سے میں نے ہی کیا ہے۔''

''اور وہ تمہیں انٹرویو دینے پر بھی پرنٹ کی وجہ سے ہی رضامند ہوئے ہوں گے۔'' نیا کے لہجے میں ہلکی سی کاٹ تھی۔

''یہی سمجھ لو۔'' ریاض نے بے پروائی سے کہا۔ ''تم یہ پرنٹ اپنی طرف سے بھجوانا چاہتی ہو؟''

''ہونا تو یہی چاہئے......''

''یہ مت بھولو کہ انٹرویو سے مجھ سے زیادہ فائدہ تمہیں پہنچے گا۔ ہاں میں صبح دہلی جا رہا ہوں۔ میرا دہلی کا فون نمبر نوٹ کر لو۔ ریاض نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور فون نمبر لکھوانے لگا۔

نیا نے جلدی سے پیڈ پر نمبر نوٹ کر لیا۔ ''اوکے ریاض!''

''تھینک یو ڈیئر۔ سی یو۔''

نیا نے ریسیور رکھا اور سوچ میں پڑ گئی۔ یہ ریاض تبسم توقع سے بڑھ کر چالاک ثابت ہو رہا تھا مگر وہ جانتی تھی کہ ابھی وہ اس کے لئے فائدہ مند ہے۔ اس کے باخبر ہونے کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا تھا کہ اسے نرگس کے بارے میں علم تھا کہ درحقیقت یہ فلم نیا نے پروڈیوس کی ہے لیکن ایک اچھی بات بھی تھی۔ ریاض غیر ضروری طور پر زبان کھولنے کا قائل نہیں تھا۔ پھر بھی اخبار نویس خطرناک ہی ہوتے ہیں۔ جتنی آسانی سے وہ کسی کو بلیک میل کرتے

ہیں، کوئی اور نہیں کر سکتا۔ نیما نے فیصلہ کیا کہ اسے ریاض سے محتاط رہنا ہے۔

اس نے ریسیور اٹھا کر لیب کا نمبر ملایا۔

اگلے ہی لمحے وہ لیب والوں سے بات کر رہی تھی۔ انہوں نے یقین دلایا کہ پیر کی صبح وہ اسپیشل ڈیلیوری سے فلم کا پرنٹ دیئے گئے پتے پر بھجوا دیں گے۔

''اور پرنٹ روانہ کرتے ہی آپ دہلی کے اس نمبر پر ریاض تبسم کو اطلاع کر دیں۔'' نیما نے ریاض کا فون نمبر لکھواتے ہوئے کہا۔

''بہت بہتر میڈم!''

''شکریہ۔'' نیما نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔ وہ مسکرائی اور بستر پر دراز ہو گئی۔ اب وہ سکون سے سو سکتی تھی۔

☆......☆......☆

آذر جمیل اس رات سو نہیں سکا۔ اس کے وجود میں ایک ہیجان برپا تھا۔ وہ فلم کے بارے میں سوچنے کی کوشش کرتا رہا لیکن فلم اسے یاد ہی نہیں تھی۔ وہ تو بس اتنا جانتا تھا کہ رات اس کی تنہائی میں ایک یادگار محفل بجی تھی اور زہرہ اس میں یوں والہانہ انداز میں ناچی تھی کہ پوری کائنات رقص کر رہی تھی۔

مگر یہ فلم تو دیکھنی ہے! اس نے سوچا۔ کوئی جادو تو ہے اس فلم میں۔

صبح کی فلائٹ سے وہ دہلی واپس آ گیا۔ مگر گھر میں بھی وہ اس فلم کے اور زہرہ کے بارے میں سوچتا رہا۔

اسے صحافی ریاض تبسم کا خیال آ گیا، جس نے اسے فلم کا ایک پرنٹ دلوانے کا وعدہ کیا تھا۔ کیا وہ یہ مشکل وعدہ نبھا سکے گا؟ اس نے سوچا۔ کیوں نہیں؟ اس کے ذہن نے جواب دیا۔ اس کے لہجے کا اعتماد تو یہی بتا رہا تھا۔

آذر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ فلم گھر پر دیکھنے کے لئے پروجیکشن روم ضروری تھا۔ یہ کوئی مسئلہ نہیں۔ اس نے سوچا۔ جگہ کی تو کمی نہیں اسٹوڈیو میں۔

اس نے اٹھ کر لائٹ آن کر دی اور خواب گاہ سے نکل آیا۔ ایک اور خواب گاہ اس کے اسٹوڈیو میں بھی تھی۔ جن دنوں اس پر کام کی دھن سوار ہوتی، وہ وہیں سوتا تھا۔ سلطانہ اس کا کھانا بھی اسٹوڈیو میں لاتی تھی لیکن آج وہ اسٹوڈیو میں گیا ہی نہیں تھا۔

وہ اسٹوڈیو کی طرف چل دیا۔ ڈریسنگ گاؤن کی جیب سے چابی نکال کر اس نے دروازہ کھولا اور عمارت کے اس حصے میں داخل ہو گیا جسے وہ اسٹوڈیو کہتا تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی بڑا ہال تھا۔ اس نے ہال میں روشنیاں کر دیں۔

چند لمحے وہ ہال کا جائزہ لیتا رہا۔ اس کا اسٹوڈیو درحقیقت گھر کے اندر ایک اور گھر تھا۔ وہاں ایک بیڈروم اور ایک اسٹڈی کے علاوہ کئی کمرے تھے۔ ان میں سے کسی کو بھی پروجیکشن روم بنایا جاسکتا تھا۔ خاص طور پر لاؤنج بہت کشادہ تھا۔ جہاں ٹی وی رکھا رہتا تھا۔

اس نے ایک ایک کمرے کا جائزہ لیا لیکن وہ مطمئن نہیں ہوا۔ ایک بڑا اسٹور روم تھا جو اس نے مکمل تصویریوں کو نمائش تک اکٹھا رکھنے کے لئے بنوایا تھا۔ وہ خالی پڑا تھا۔ ادھر بھی تصویریں نہیں رکھی گئی تھیں۔ مکمل اور نامکمل تصویریں اسٹوڈیو ہال میں ہی ادھر ادھر رکھی رہتی تھیں۔

لیکن وہ اس کمرے سے بھی مطمئن نہیں تھا۔ اس کے ذہن میں کوئی خیال تھا، جسے وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

وہ باہر ہال میں آ گیا۔ اس نے ہال کا جائزہ لیا۔ وہاں عجیب سی بے ترتیبی تھی، جس کی وجہ سے اتنا بڑا ہال بھی سمٹا سمٹا اور چھوٹا لگ رہا تھا۔ جابجا مکمل اور نامکمل کینوس بکھرے ہوئے تھے۔ رنگ، برش اور ایسی ہی دوسری چیزوں کا ڈھیر اس کے علاوہ تھا۔

ہال کا جائزہ لیتے ہوئے اچانک بات اس کی سمجھ میں آ گئی۔ اسے پروجیکشن روم، اسٹوڈیو ہال ہال ہی میں بنانا تھا۔ اس کے شعور نے اس کی وجہ بھی سمجھ لی تھی۔ اسے زہرہ کو پینٹ کرنا تھا اور وہ بھی رقص کے مختلف ایکشنز میں۔ یہاں وہ جس شارٹ کو چاہتا، اسٹل کر سکتا تھا۔

اس کے جسم میں سنسنی سی دوڑنے لگی۔ اب اسے جگہ منتخب کرنا تھی۔ چند ہی لمحوں میں اس بات کا فیصلہ بھی ہو گیا۔ اس نے سوچا کہ صبح محمد حسین سے تمام مکمل اور نامکمل کینوس اور دوسری چیزیں اٹھوا کر اسٹور روم میں رکھوا دے گا۔

یہ فیصلہ کر کے وہ مطمئن ہو گیا۔ وہ اسٹوڈیو والی خواب گاہ میں جا کر سو گیا لیکن اپنے مقرر کردہ وقت پر اس کی آنکھ کھل گئی۔ اسے کام ہی اتنا اہم درپیش تھا۔ وہ پروجیکشن روم کے سلسلے میں مصروف ہو گیا۔

☆......☆......☆

ریاض کو وہ فون کال پیر کو صبح نو بجے ملی، جس کا وہ منتظر تھا۔ لیب کے ڈائریکٹر نے بتایا کہ فلم کا پرنٹ ساڑھے آٹھ بجے کی فلائٹ سے روانہ کر دیا گیا ہے اور ساڑھے دس بجے تک دیے ہوئے پتے پر پہنچ جائے گا۔

ریاض تمام تیاریاں مکمل کر کے اس کال کا انتظار کر رہا تھا۔ ریسیور رکھتے ہی وہ گھر سے نکل آیا۔ ٹیکسی ملنے میں بھی دیر نہیں ہوئی۔ ٹھیک ساڑھے نو بجے وہ آذر جمیل کے گھر پہنچ گیا۔

آذر نے اسے گیٹ پر ہی ریسیو کیا۔ اس کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں، جیسے وہ سویا ہی نہ ہو۔ ”کل تم آئے نہیں۔“ اس نے بے حد سرسری انداز میں کہا۔

''پرنٹ بمبئی سے آنا ہے۔ دیر تو لگے گی۔'' ریاض نے کہا۔ ''خیریت تو ہے۔ لگتا ہے آپ ٹھیک سے سوئے نہیں۔''

''رات دیر تک میں ایک پینٹنگ پر کام کرتا رہا۔ آذر نے بے پروائی سے کہا۔

لیکن ریاض سے اس کی بے چینی چھپی نہ رہ سکی۔ وہ یقین سے کہہ سکتا تھا کہ آذر نے پورے دن کام کو چھوا بھی نہیں ہوگا اور وہ پرنٹ کی بے تابی ہی میں ٹھیک سے سو بھی نہیں سکا ہوگا۔ لیکن اس نے یہ بات کہی نہیں۔ بڑے میاں چھپانا چاہتے ہیں تو یہی سہی۔ اسے تو ان سے ایک بہت اچھا انٹرویو لینا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس سے خوش رہیں۔ اندر تک جھانکنے والے آدمی کو تو کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔

''پروجیکٹر وغیرہ کا بندوبست تو نہیں کر سکے ہوں گے آپ؟'' ریاض نے کہا۔

آذر کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ ''آؤ میرے ساتھ۔'' اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''میں تمہیں اپنا اسٹوڈیو دکھاؤں گا۔''

ریاض اس کے پیچھے چل دیا۔

اچانک آذر کو کچھ خیال آ گیا۔ اس نے رکتے ہوئے کہا۔ ''اتنی صبح آئے ہو، تم نے ناشتا بھی نہیں کیا ہوگا۔''

''کرلیا ہے۔ میں تو صبح ہی اٹھ گیا تھا۔ شکریہ آذر صاحب!''

''پھر بھی..... کچھ تو لوگے؟''

''جی، کافی مناسب رہے گی۔''

آذر نے سلطانہ کو اسٹوڈیو میں کافی لانے کی ہدایت کی اور ریاض کو اپنے ساتھ اسٹوڈیو میں لے گیا۔

اسٹوڈیو دیکھ کر ریاض کی آنکھیں پھیل گئیں۔ وہ تو اپنی جگہ ایک الگ اور مکمل عمارت تھی۔ پھر اسے اسکرین اور پروجیکٹر نظر آئے۔ ''واہ..... آپ تو اپنا کام مکمل کر چکے ہیں۔'' اس نے بے ساختہ کہا۔

''میں اپنا ہر کام وقت سے پہلے مکمل کرنا پسند کرتا ہوں۔'' آذر کے لہجے میں فخر کا شائبہ بھی نہیں تھا۔

ریاض نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ ''بس پون گھنٹے میں پرنٹ بھی پہنچ جائے گا۔''

اسی لمحے سلطانہ کافی لے آئی۔ آذر ریاض کو اسٹڈی میں لے گیا۔ دونوں نے وہاں بیٹھ کر کافی پی۔ ''آپ تو بڑی شان سے رہتے ہیں آذر صاحب!'' کافی کے دوران میں ریاض نے کہا۔ ورنہ میں نے تو فنکاروں کو ہمیشہ برے حال میں دیکھا ہے۔''

''دراصل مصوری میرا شوق ہے، پیشہ نہیں۔ میری خوش قسمتی ہے کہ فکر معاش سے ہمیشہ بے نیاز رہا ہوں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ تصویروں سے مجھے اتنی

آمدنی ہو جاتی ہے کہ حساب رکھنا مشکل ہے۔''

''اور جن کا گزارہ تصویریں بیچنے پر ہے، وہ پریشان رہتے ہیں۔'' ریاض نے کہا۔ پھر پوچھا۔ ''یہ بتائیں کہ آپ کا ذریعہ معاش کیا ہے؟''

''کچھ بھی نہیں۔'' آذر نے سادگی سے کہا۔ ''ایک ٹرسٹ ہے، جس سے مجھے میری ضرورت سے زیادہ ہی مل جاتا ہے۔'' پھر وہ چونکا۔ ''تو گویا انٹرویو شروع ہو گیا۔''

ریاض کھسیا گیا۔ ''جی نہیں۔ بیک گراؤنڈ سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔''

''دیکھو ریاض، ایک بات واضح کر دوں۔'' آذر نے انگلی اٹھاتے ہوئے تہدیدی انداز میں کہا۔ ''مجھے انٹرویو دینے سے کوئی دلچسپی نہیں۔ لیکن تم نے میرے لئے ایک بڑی خوشی فراہم کرنے کا بندوبست کیا ہے، اس لئے میں تمہیں ایک مکمل انٹرویو دینا چاہتا ہوں۔ میں ہر بات کھل کر کروں گا لیکن ہر بات برائے اشاعت نہیں ہوگی۔ جو میں آف دی ریکارڈ رکھوں گا، وہ آف دی ریکارڈ رہے گا......''

ریاض نے کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن آذر نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا۔

''پہلے میری بات غور سے سن لو۔ میں نے باہر بہت انٹرویو دیے ہیں۔ وہاں ایک ضابطہ اخلاق کے تحت کام کیا جاتا ہے۔ اپنے ہاں کے صحافیوں سے میرا کبھی واسطہ نہیں پڑا لیکن ان کے بارے میں میرا تاثر اچھا نہیں۔ پھر بھی میں تمہیں انٹرویو دے رہا ہوں۔ تمہاری آسانی کے لئے، تصویر واضح کرنے کے لئے میں آف دی ریکارڈ بہت کچھ کہوں گا۔ وہ چھپنا نہیں چاہئے۔ چھپ گیا تو یقین رکھنا کہ تم اپنی زندگی کے آخری لمحے تک پچھتاتے رہو گے۔ میں معاف کرنے والا آدمی نہیں ہوں۔''

آذر نے وہ سب کچھ بہت سادگی سے کہا تھا لیکن اسے سن کر ریاض کے جسم میں سرد لہری دوڑ گئی۔ اسے یقین ہو گیا کہ آذر نے جو کچھ کہا ہے، وہ اس پر پوری طرح عمل کرنے کی اہلیت بھی رکھتا ہے۔ ''آپ بے فکر رہیں۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔ ''آپ کو مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔''

''ہاں، تو بات ہو رہی تھی ذریعہ معاش کی۔'' آذر نے سلسلہ جوڑا۔ ''یہاں ہماری بہت بڑی جاگیر تھی۔ وہ جاگیر ہمیں صرف اس لئے ملی کہ ہمارے باپ دادا انگریزوں کے وفادار اور قوم کے غدار تھے۔ میں نے ہمیشہ سوچا کہ کاش ایسا نہ ہوتا لیکن اس جاگیر سے میں نے استفادہ کیا اور آج تک کر رہا ہوں۔ میں یہ اعتراف بھی کرتا ہوں کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو شاید میں فنکار بھی نہ ہوتا۔ تم میری بات سمجھ رہے ہو نا۔''

''جی ہاں۔'' ریاض نے تیزی سے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ ''یہ سب کچھ آف دی ریکارڈ ہے۔''

''سمجھدار آدمی ہو۔'' آذر کی آنکھوں میں ستائشی چمک ابھری۔ ''یہ سب میں اس لئے بیان کر رہا ہوں کہ تم مجھے سمجھ لو۔ میں نے انگلینڈ میں تعلیم حاصل

کی۔ مجھے انگریزوں کی نفرت کا تجربہ ہے۔ لیکن میں نے دیکھا ہے کہ وہ فنکار کا احترام کرتے ہیں۔ میں نے انگریزوں کو کبھی پسند نہیں کیا۔ روایت کے اسیروں کو کوئی فنکار پسند نہیں کرتا۔ اس لئے کہ وہ آزادرو ہوتا ہے مجھے امریکی قوم زیادہ پسند ہے، آزاد طبع، تجربات کرنے والی، روایت شکن اور متجسس قوم......''

محمد حسین کے آمد نے انہیں چونکا دیا۔ اس نے آذر کی طرف ایک کاغذ بڑھایا۔ ''باہر ایک گاڑی آئی ہے صاحب۔ اس میں کچھ ڈبے ہیں، جو آپ کے لئے ہیں۔ کہاں رکھوادوں؟''

''آذر کا چہرہ ہیجان سے تمتمانے لگا۔ ''یہیں لے آؤ۔'' اس نے کہا۔

اس کاغذ پر دستخط کردیں صاحب!''

آذر نے دستخط کرکے کاغذ اسے واپس دے دیا۔ محمد حسین چلا گیا۔ ''لو...... پرنٹ آگیا۔'' آذر نے ریاض سے کہا۔ ''تم نے بڑا کام کیا ہے لڑکے۔'' ریاض خجل ہوگیا۔ وہ کیسے بتاتا کہ یہ کام درحقیقت نینا نے کیا ہے۔

چند منٹ میں فلم کی ریلیں اسٹوڈیو میں پہنچادی گئیں۔ آذر نے محمد حسین سے کہا۔ ''اسٹور سے دوسرا پروجیکٹر بھی نکال لاؤ۔'' پھر وہ فلم کی ریلوں کی طرف متوجہ ہوگیا۔ ان پر نمبر پڑے ہوئے تھے۔ اس نے ایک نمبر کی ریل پروجیکٹر پر چڑھادی۔

ریاض حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ''آپ آپریٹ کریں گے؟''

''ہاں، میں نے پورا سسٹم کل ہی سمجھ لیا ہے۔ کسی اور کی محتاجی سے بہتر ہے کہ اپنا کام خود کیا جائے۔''

اتنی دیر میں محمد حسین اسٹور سے دوسرا پروجیکٹر نکال لایا۔ ''یہ کس لئے ہے؟'' ریاض نے دوسرے پروجیکٹر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

''تاکہ فلم کا تسلسل نہ ٹوٹے۔ آذر نے جواب دیا اور دو نمبر ریل دوسرے پروجیکٹر پر چڑھانے لگا۔

''یہ سسٹم مجھے بھی سمجھا دیجئے۔'' ریاض نے کہا۔

دس منٹ بعد وہ فلم دیکھ رہے تھے۔

☆......☆......☆

جاری......

ریاض تبسم نے آذر جمیل کا انٹرویو منگل کی شام مکمل کرلیا۔ بدھ کے روز اس نے انٹرویو کا متن فائنل کر کے روزنامہ نمسکار کے مدیر کو پہنچایا۔ مدیر کا رسپانس کچھ حوصلہ افزا نہیں تھا۔ اس نے کہا۔ ''میں دیکھ لوں گا ریاض، لیکن تمہارے اس مصور کو جانتا کون ہے۔ میرے خیال میں تم نے وقت ضائع کیا ہے۔''

''آذر جمیل بین الاقوامی شہرت رکھنے والا مصور ہے۔ جہاں تک اس کا تعلق ہے کہ انہیں کوئی نہیں جانتا تو اس انٹرویو کی اشاعت کے بعد پورا ملک انہیں جاننے لگے گا۔'' ریاض نے بے حد اعتماد سے کہا۔ ''آپ اسے پڑھ کر تو دیکھیں۔''

وہ گھر چلا آیا۔ اگلے ہی روز مدیر کا فون آ گیا۔ ''تم فوراً دفتر آ جاؤ۔''

''خیریت تو ہے شرما جی!''

''تم آ جاؤ۔ ہم اس انٹرویو کو سنڈے ایڈیشن میں شائع کر رہے ہیں۔''

ریاض نمسکار کے دفتر پہنچ گیا۔ شرما نے بیٹھتے ہی کنٹریکٹ فارم اس کی طرف بڑھا دیا۔ ''اس پر دستخط کر دو۔''

ریاض کنٹریکٹ کی شرائط پڑھنے لگا۔ پھر اس نے کنٹریکٹ فارم واپس کرتے ہوئے کہا۔ ''میں یہ انٹرویو صرف ایک بار شائع کرنے کے حقوق آپ کو دے رہا ہوں۔ اس کے جملہ حقوق میرے ہی نام رہیں گے۔''

شرما نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ''پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔''

''پہلے میں نے کبھی ایسا انٹرویو بھی نہیں کیا تھا۔'' ریاض نے کہا۔ پھر وضاحت کی۔ ''میں جانتا ہوں کہ اس انٹرویو میں باہر والے بھی دلچسپی لیں گے۔''

''تم بیٹھو، میں چندر کانت جی سے بات کرتا ہوں۔'' شرما نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''اور وہ نہ مانے تو؟''

''تو انٹرویو واپس دے دیجئے گا مجھے۔ انہیں بتا دیجئے گا کہ پرانے تعلقات کے پیش نظر میں نے رائلٹی کو مسئلہ نہیں بنایا ہے۔''

تھوڑی دیر بعد شرما جی واپس آئے تو مسکرا رہے تھے۔ ''لو اب دستخط کر دو۔'' انہوں نے دوسرا کنٹریکٹ فارم اس کی طرف بڑھایا۔

ریاض نے شرائط پڑھیں اور دستخط کر دیئے۔ فوراً ہی اسے رائلٹی بھی ادا کر دی گئی۔

انٹرویو نمسکار کے سنڈے ایڈیشن میں شائع ہوا اور ملک بھر میں دھوم مچا دی۔

☆......☆......☆

نیما کے لئے وہ انٹرویو کوئی آسمانی صحیفہ بن گیا تھا۔ فرصت نہ ہونے کے باوجود وہ اسے کئی بار پڑھ چکی تھی۔ اور ایک بار پھر لئے بیٹھی تھی۔ انٹرویو کیا تھا، وہ ایک جادو تھا۔ اس میں آذر جمیل کی شخصیت کے کئی ایسے رخ سامنے آئے تھے جو ہمیشہ لوگوں سے چھپے رہے ہوں گے۔ ایک بات تو یہ سامنے آ گئی تھی کہ وہ صرف رنگوں اور لکیروں کا نہیں، بلکہ لفظوں کا جادوگر تھا۔ وہ مشکل سے مشکل بات بہت آسانی سے بیان کر سکتا تھا۔ بلکہ وہ تو لفظوں کی مدد سے تصویر بنا کر رکھ دیتا تھا۔ پھر رقص کے بارے میں وہ اتنا کچھ جانتا تھا، جو جاننے والوں کو بھی شرمندہ کر دے۔

اس انٹرویو میں کمال ریاض کا بھی تھا۔ اگر انٹرویو لینے والا اپنے سوالات کے ذریعے تحرک پیدا نہ کر سکے تو سمندر جیسی شخصیت بھی کوزے کا سا تاثر چھوڑتی ہے...... اور وہ بھی خالی کوزے کا سا لیکن اس انٹرویو میں تو بپھرا ہوا سمندر سامنے آتا تھا۔

اس وقت نیما اس انٹرویو کے خاص خاص حصے پڑھ رہی تھی۔

''آپ فنکار ہیں۔ فنون لطیفہ اور دیگر پرفارمنگ آرٹس کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟'' ریاض نے پوچھا تھا۔

اور آذر نے بہت تفصیلی جواب دیا تھا!

''میں سمجھتا ہوں کہ بنیادی طور پر صرف ایک فن ہے جس کی بہت سی شاخیں بن گئی ہیں۔'' آذر نے کہا تھا۔ ''اور وہ بنیادی فن ہے شاعری۔ ہر فن کی اساس شعر گوئی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ شاعری کو سب سے آخر میں فروغ حاصل ہوا لیکن اس کی ضرورت کا شعور انسان کو اس وقت بھی تھا جب وہ لفظوں سے محروم تھا۔ درحقیقت لفظوں سے محرومی ہی نے دوسرے فنون کو وجود بخشا۔ انسان ان کے ذریعے لفظوں سے اپنی محرومی کی تلافی کرتا رہا اور جب اسے لفظ ملے تو اس وقت تک وہ دیگر فنون کا عادی ہو چکا تھا اور انہیں نسل در نسل منتقل کرنے کا عمل شروع کر چکا تھا۔ قدرت کا کوئی کام بھی بے سبب نہیں۔ اس میں بھی قدرت کی مصلحت تھی کہ انسان کو لفظ سب سے آخر میں ملے۔ میں سمجھتا ہوں کہ لفظ پہلے مل گئے ہوتے تو شاعری اور نثر نگاری کے علاوہ انسان دیگر فنون سے محروم رہ جاتا۔''

''بات ذرا مشکل ہے۔ آپ وضاحت نہیں کریں گے؟''

''وضاحت تو کرنی پڑے گی۔ دیکھو، انسان کو اپنی بنیادی ضرورتوں کے بعد جو پہلی خواہش ہوئی ہوگی وہ اظہار اور ابلاغ کی ہوگی۔ سوال یہ ہے کہ یہ خواہش کیوں پیدا ہوئی اور اتنی ضروری کیوں ٹھہری کہ اس نے انسان کے اندر بے بسی اور تڑپ پیدا کر دی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کا روحانی اسٹرکچر جذبوں سے بنایا گیا ہے۔ یہی چیز اسے دوسرے جانداروں سے ممتاز کرتی ہے۔ ورنہ وہ بھی ایک عام جانور ہوتا......

اب تم کہو گے کہ جذبے تو جانوروں کو بھی ملے ہیں اور وہ ان کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ یہاں میں یہ بتا دوں کہ جذبے دو طرح کے ہیں۔ سفلی جذبے

جو ہر جان دار کو ودیعت ہوئے ہیں۔ سفلی جذبے میں ان جذبوں کو کہتا ہوں جو بنیادی ضروریات اور خواہشوں کے اور ان سے محرومی کے ردعمل میں پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً بھوک لگے اور کھانے کی چیز کا کوئی دوسرا حق دار سامنے آئے تو کتے آپس میں لڑنے لگتے ہیں، ایک دوسرے کو بھنبھوڑ ڈالتے ہیں، جسمانی اور نفسانی ضرورت کے تحت نر، مادہ کو پیار کرتا ہے۔ آپ اسے محبت کہیں گے۔ لیکن میں نہیں مانتا۔ یہ سفلی جذبہ ہے۔ جو تسکین حاصل ہوتے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ یہ سفلی جذبے ہیں جن کا اظہار اور ابلاغ کچھ مشکل نہیں۔ وہ تو خود بخود ہو جاتا ہے۔

انسان اشرف المخلوقات ہے تو اس لئے کہ قدرت نے اسے علوی جذبے ودیعت فرمائے ...... اعلیٰ و ارفع جذبے، جو سفلی جذبوں کے ساتھ پلتے ہیں۔ یہی انسان کی آزمائش ہے کہ وہ سفلہ جذبوں کو باندھ کر رکھے۔ ان کا غلام نہ بن جائے اس لئے کہ سفلہ جذبے طاقت ور ہوتے ہوں گے تو اعلیٰ و ارفع جذبے پنپ ہی نہیں سکیں گے۔ علوی جذبوں کو جلا دینے کے لئے ضروری ہے کہ سفلہ جذبوں کو کچلا جائے۔''

''علوی جذبوں سے آپ کی کیا مراد ہے؟''

''یہ وہ جذبے ہیں جو انسان کو بلند ترین مقام پر پہنچا سکتے ہیں۔ میرے نزدیک ان کی تعریف یہ ہے کہ یہ کسی خواہش یا ضرورت کے تحت پیدا نہیں ہوتے۔ یہ بے غرض ہوتے ہیں۔ کسی دوسرے انسان کو ان سے ضرر نہیں پہنچ سکتا اور یہ انسان کو بے پناہ سکون، طمانیت اور روحانی قوت فراہم کرتے ہیں ..... اور اسے خدا سے قریب تر کرتے ہیں۔ ان جذبوں میں شکر گزاری، ماںتا، شفقت اور عبودیت شامل ہیں۔ محبت کو میں سرتاج جذبہ قرار دیتا ہوں۔

بات کہاں سے کہاں نکل گئی۔ میں دراصل انسان کے اظہار اور ابلاغ کی ضرورت کی بات کر رہا تھا۔ تو انسان کے پاس آواز تھی لیکن لفظوں کے بغیر وہ بے معنی تھی۔ ابتدا میں ایک انسان دوسرے انسان کو کچھ بتانا چاہتا تو اس پر بے بسی طاری ہو جاتی۔ اس کی کچھ سمجھ میں نہ آتا کہ اپنی بات دوسرے تک کیسے پہنچائے۔

اب میں یہاں یہ واضح کر دوں کہ میرے نزدیک انسان نے جو سب سے پہلا فن اپنایا، وہ اداکاری تھا۔ اس نے اشاروں سے اپنی بات منتقل کرنا شروع کی۔ اپنے سفلہ جذبوں کے انتقال میں اسے کوئی دشواری محسوس نہیں ہوئی۔ بھوک لگی تو ہاتھ منہ تک لے جا کر دکھا دیا۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ بنیادی ضرورتوں اور سفلہ جذبوں کا اظہار اور ابلاغ مشکل نہیں۔ لیکن اعلیٰ و ارفع جذبے بہت نازک اور لطیف ہوتے ہیں۔ انہیں دوسروں تک منتقل کرنا آسان نہیں تھا۔ آسان ہوتا تو دنیا کی کسی زبان میں شاعری کا وجود نہ ہوتا۔ فنون لطیفہ کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔

تو گونگے انسان کو اپنے لطیف جذبوں کے اظہار و ابلاغ کی ضرورت پڑی تو وہ اس کے لئے ایک سخت مرحلہ تھا۔ اپنی ضرورت بیان کرنے کے

اشارے نہایت سادہ اور آسان تھے لیکن لطیف جذبوں کا اظہار ضروری تھا۔ اس ضرورت کے تحت اس نے نئے اشارے وضع کرنے کی کوشش کی۔ اس کوشش میں اسے پتا چلا کہ آنکھیں بھی بول سکتی ہیں اور ہاتھوں کا لمس بھی جذبوں کو منتقل کر سکتا ہے۔ یوں اشاروں کی زبان کے ارتقاء کا عمل شروع ہوا۔ اسے میں فنِ اداکاری کہتا ہوں۔ یہ شاعری ہے...... اشاروں کی زبان میں۔ یہ پہلا فن ہے جو انسان نے سیکھا۔

پھر دور بسنے والے انسان تک اپنی بات، اپنا پیغام پہنچانے کی کوشش میں انسان موسیقی روشناس ہوا۔ نغمگی کو پسند کرنے کی جبلت یا یوں کہیے کہ سُر کی محبت اس کے اندر پہلے سے موجود تھی۔ دور تک پیغام پہنچانے میں آواز کے تاثر کی تعلیم اسے ملی۔ کون سی آواز خطرے کا اظہار ہے، کون سی غم کی اور کون سی خوشی کی۔ وہ یہ سب کچھ سمجھنے لگا۔ یوں سمجھو کہ اس طرح موسیقی کی گرامر ترتیب دی جا رہی تھی۔ سُر اور راگ مرتب ہو رہے تھے...... بزبان فطرت۔ اس بے بس انسان کا مشاہدہ بہت زبردست تھا۔ اس کی ذہانت کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی سمجھداری کی کوئی حد نہیں تھی کیونکہ وہ بے علم تھا۔ اس کے پاس اشاروں اور آوازوں کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ اس نے فطرت کو مظاہر کے حوالے سے دیکھا اور آوازوں کے حوالے سے سمجھا۔ بادل کا گرجنا، بجلی کا کڑکنا، بوندوں کی رم جھم، ہوا کا چلنا۔ پہلے اس نے آوازوں کو پہچانا، پھر وہ لہجوں کو سمجھنے لگا۔ ہوا ہزار طرح چلتی ہے۔ اس کی آواز اور لہجہ ہر بار مختلف ہوتا ہے۔ پروا نرم ہے اور آندھی کا جھکڑ خوف ناک۔ پھوار کی آواز اور لہجہ اور ہے اور طوفان بارش کا کچھ اور۔ وہ یہ سب کچھ سمجھ کر جمع کرتا رہا۔ بعد میں اس نے اس علم کو پیغام رسانی میں استعمال کیا۔

''انسان بتدریج ارتقاء کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ایک بے چینی تھی جو اسے آگے بڑھنے پر اکساتی تھی۔ اپنی کم علمی اور حقیر ہونے کا احساس اسے مشتعل کرتا تھا۔ اسے کہیں قرار نہیں تھا۔ وہ اشاروں کی زبان سے غیر مطمئن تھا۔ اس کی تسلی نہیں ہوتی تھی لگتا تھا کہ وہ ٹھیک سے اظہار نہیں کر پایا ہے۔ اپنی بات، اپنی سوچ بہ کمال و تمام منتقل نہیں کر سکا ہے۔ سو بہتر طور پر اظہار کرنے کی لگن اسے تصویروں تک لے گئی۔ اب وہ تصویروں کے ذریعے تبادلہ خیال کرنے لگا۔ یہ فنِ مصوری کا نقطۂ آغاز تھا اور جب اس کے پھیلتے ہوئے اظہار کے لئے تصویریں ناکافی ثابت ہوئیں تو اس نے علامتیں وضع کرنا شروع کر دیں۔

اس عرصے میں اس کے جذبوں کی تہذیب بھی ہو رہی تھی۔ اس کے وجود میں عبودیت کا جذبہ سر اٹھا چکا تھا اور اظہار کے لئے مچل رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے جذبے لطیف سے لطیف تر ہوتے جا رہے تھے۔ ان لطیف جذبوں کے اظہار کے لئے مصوری قطعاً ناکافی تھی۔ یہاں پھر اشاروں کی زبان کی اہمیت بڑھ گئی۔ اس نے اشاروں کو موسیقی کی طرح ترتیب دینا شروع کیا۔ جذبوں کی لطافت کو اجاگر کرنے کے لئے متحرک اشاروں کو ردھم دیا اور اس میں تمام اعضاء کو شامل کر لیا۔ یہ فنِ رقص کا نقطۂ آغاز تھا۔ رقص اظہارِ عبودیت سے شروع ہوا اور اظہارِ محبت سے گزرتا ہوا ہیجان

انگیزی تک آ گیا۔ اس دوران میں کوئی ایسا جذبہ نہیں جسے رقص نے اجاگر نہ کیا ہو۔ بغاوت، سرکشی، نفرت، بے بسی...... ہر جذبہ تحرک کے روپ میں پیش کیا گیا۔

پھر انسان کو لفظ ملے۔ اظہار آسان ہو گیا۔ لیکن لطیف اور نازک جذبوں کا اظہار جس نزاکت اور پاکیزگی کا متقاضی تھا، وہ عام لفظوں، عام لہجوں اور عام پیرایوں میں موجود نہ تھی۔ یوں لفظوں کی شاعری ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی تمام فنون لطیفہ ترقی کرتے گئے۔''

''آپ نے فرمایا کہ فن صرف اور صرف شاعری ہے۔ اور دیگر تمام فنون اس کی شاخیں ہیں، مگر یہ کیسے ثابت ہو سکتا ہے؟'' ریاض نے سوال کیا تھا۔

''میں بتاتا ہوں، میں واضح کر چکا ہوں، کہ اداکاری اور رقص کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ درحقیقت رقص اداکاری کا Refined روپ ہے اور رقص شاعری ہے......''

''آپ جوش صاحب کا حوالہ دیں گے......''

نیا پڑھتے پڑھتے مسکرا دی۔ آذر کا یہ جواب اسے بہت پسند آیا تھا۔ یہ جواب اس کی سوچ اور اوریجنالٹی ثابت کرتا تھا۔

آذر نے ریاض کی بات کاٹ دی۔ ''جوش لفظوں کے بادشاہ تھے۔ الفاظ اور تراکیب ان کے سامنے غلاموں اور باندیوں کی طرح ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے۔ وہ جب چاہتے، ان میں سے کسی کو بھی استعمال کر لیتے۔ لیکن جہاں تک جوش کے اس حوالے کا تعلق ہے کہ انہوں نے رقص کو اعضاء کی شاعری کہا تھا تو میرا خیال ہے جوش صاحب کو اندازہ نہیں تھا کہ انہوں نے نادانستگی میں حقیقت سے کس قدر قریب بات کہہ دی ہے۔''

''نادانستگی میں؟'' ریاض نے حیرت سے کہا تھا۔

''ہاں۔ اس لئے کہ میں نہیں سمجھتا کہ جوش رقص کے بارے میں کچھ جانتے تھے اور میں نے ان کے بیان کو حقیقت نہیں، حقیقت سے قریب تر کہا ہے۔ میں اس کچھ ترمیم کروں گا...... معمولی سی لیکن اس میں بہت بڑا فرق پڑے گا۔ میں کہتا ہوں کہ رقص شاعری ہے...... اعضا کے تحرک کی زبان میں...... اور اعضاء کی زبانی۔ دیکھو، اعضاء آدمی کے کنٹرول میں ہیں اور وہ شاعری نہیں کر سکتے۔ شاعری تو رقص کرنے والا کرتا ہے۔ یہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ ہر فن درحقیقت شاعری ہے۔ فرق صرف زبان، پیرائے اور اسلوب کا ہے۔ جیسے دنیا کی مختلف زبانوں میں شاعری کی گئی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ انگریزی شاعری کا جزوِ خاص یہ ہے اور عربی شاعری کا یہ ہے۔ ایسے ہی رقص اعضاء کے تحرک کی زبان میں جانے والی شاعری ہے اور مصوری رنگوں اور لکیروں کی زبان میں کی جانے والی شاعری ہے۔''

''اور موسیقی کو آپ شاعری کیسے ثابت کریں گے؟''

''موسیقی کو شاعری ثابت کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ موسیقی نغمگی، ردھم اور آہنگ کا روپ ہے اور جدید دور کے نقاد شاعری کی جو تعریف چاہے کریں، شاعری نغمگی کے بغیر کچھ بھی نہیں۔ نغمگی کی ضرورت نے ہی انسان کو شاعری پر اکسایا ورنہ وہ ہر بات نثر میں کہہ سکتا تھا اور شاعری اور موسیقی کا گہرا تعلق ہے۔ اگر میں غلط کہہ رہا ہوں تو آپ یا کوئی بھی شخص نثر کو گا کر دکھائے، یا اس کی دھن بنائے۔ دوسری طرف آپ کوئی خوبصورت دھن سنئے۔ اس میں لفظ تو نہیں ہوتے نا۔ لیکن اسے ہر کوئی سراہتا ہے۔ خواہ وہ کوئی بھی زبان بولتا ہو، دھن اسے انسپائر کرے گی۔ میرا دعویٰ کہ آپ کوئی خوبصورت دھن دنیا کی مختلف زبانوں کے شاعروں کو سنوا دیں، ان میں سے ہر شاعر اپنی زبان میں اسی دھن پر گیت لکھ دے گا۔ تو موسیقی آواز کی شاعری ہے...... مظاہر فطرت کی، کائنات کے کاروبار کی شاعری۔''

''آپ نے پہلے کہا کہ قدرت کا کوئی کام بھی بے سبب نہیں۔ اس میں بھی قدرت کی مصلحت تھی کہ انسان کو لفظ سب سے آخر میں ملے۔ آپ نے کہا کہ آپ کے خیال میں لفظ پہلے مل گئے ہوتے تو شاعری اور نثر نگاری کے علاوہ انسان دیگر فنون سے محروم رہ جاتا۔ اس بات کی وضاحت نہیں فرمائیں گے؟''

''بات یہ ہے کہ انسان طبعاً سہل پسند واقع ہوا ہے۔ لفظ پہلے مل جاتے تو وہ اظہار اور ابلاغ کے طریقے دریافت کرنے کے لئے ہرگز جدوجہد نہ کرتا۔ یوں وہ فنون لطیفہ سے محروم اور بے بہرہ رہ جاتا۔ انسان کا خالق، خالق کائنات یہ بات جانتا تھا۔ اس نے اسے اس محرومی سے بچا لیا۔''

''تو آپ کے خیال میں یہ بہت بڑی محرومی ہوتی؟''

''اتنی بڑی کہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اظہار کی نزاکت اور لطافت نہ ہوتی تو اعلیٰ و ارفع انسانی جذبوں کی تہذیب بھی نہ ہوتی۔ نسل انسانی میں حس لطیف ڈویلپ ہی نہ ہوتی اور نسل انسانی کی تاریخ ہی کچھ اور ہوتی۔ سفلی جذبے نہ دبتے اور انسان وحشت کی آگ میں جلتا رہتا۔ صرف دو چیزیں ایسی ہیں جنہوں نے انسان کی تاریخ کو عزت اور اعتبار بخشا ہے۔ ان میں ایک مذہب اور اس کے حوالے سے اللہ کی ذات ہے اور دوسری فنون لطیفہ۔ فنون لطیفہ انسانوں کو نرمی، نزاکت خیال اور ندرت فکر عطا کرتے آئے ہیں۔ یہ نہ ہوتے تو ہر دور چنگیز خان، ہلاکو خان اور ہٹلر کا دور ہوتا۔''

''یہ بات آپ کہہ رہے ہیں؟''

''ہاں۔ میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد 80 برس اس معاشرے میں گزارے ہیں۔ اور میں فنکار رہوں۔ میں ہی یہ بات کہہ سکتا ہوں۔ اپنے ملک کے علاوہ پاکستان کی مثال بھی سامنے رکھو۔ تقسیم کے بعد میں پاکستان چلا گیا تھا لیکن ڈیڑھ سال بعد بھاگ آیا۔ پھر بھی پاکستان سے میرا تعلق کبھی نہیں

ٹوٹا۔ میں تقریباً ہر سال پاکستان جاتا ہوں، مہینے دو مہینے گزارتا ہوں اور افسردہ لوٹ آتا ہوں۔ دونوں ملکوں کا ایک ہی حال ہے۔ میں نے گزشتہ پچاس سال میں پاکستانی معاشرے کو بتدریج پستی میں گرتے دیکھا ہے۔ میں نے نومولود پاکستان کو محبت، ایثار، بے غرضی، رواداری اور اخوت جیسے جذبوں کے زور پر سربلند دیکھا۔ پھر انحطاط کا عمل سست روی سے چلتا رہا مگر گزشتہ بیس سال میں انحطاط کا یہ عمل اتنا تیز ہوگیا کہ سوچوں تو میری سانس رکنے لگتی ہے۔ وجہ مادہ پرستی ہے۔ اس مادہ پرستی نے ہماری ترجیحات بدل دیں۔ علم صرف سائنس کو سمجھا جانے لگا۔ آرٹس میں داخلہ نااہلی اور نالائقی کا ثبوت سمجھا جانے لگا۔ اس کے نتیجے میں فن کا رجحان رکھنے والے احساس کمتری و نااہلی میں مبتلا ہوگئے۔ اس معاشرے میں صرف دو پیشے قابل اعتبار ٹھہرے، ڈاکٹر اور انجینئر، ہر شخص اپنے بچوں کو ان کے سوا کچھ نہیں بنانا چاہتا اور نتیجہ یہ کہ اب سند یافتہ ڈاکٹر اور انجینئر بہت بڑی تعداد میں بے روزگار پھر رہے ہیں۔ اس کے نتیجے میں اجتماعی عدم تحفظ اور کمتری کا احساس بڑھ رہا ہے۔ نرمی ختم ہوگئی۔ سختی کو فروغ ہو رہا ہے۔ میں نے پچھلے بیس برسوں میں خاص طور پر فن اور فن کاروں کی ناقدری توہین کی حد تک دیکھی ہے۔ میں نے نعت گو شعراء کو بھوک سے سسکتے دیکھا ہے جبکہ انہی کی نعتیں پڑھنے والے نعت خوانوں کو سرکاری وظیفے، انعام و اکرام اور بڑے بڑے پلاٹ پاتے دیکھا ہے۔ جہاں فن کاروں کو عسرت اور ناقدری کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ یہاں تک کہ عزت بھی نہیں ملتی۔ انسانی قافلوں کو تہذیب کی شاہراہ پر لے جانے والے بھوک سے دم توڑ رہے ہیں اور قافلے مادہ پرستی کے اندھیرے جنگلوں کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ یہ فنون لطیفہ سے ناتا توڑنے کا نتیجہ ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ پرتشدد معاشرہ ہمارا ہے۔ سفاکی بہت عام ہوگئی ہے اور سفاکی ہی دہشت گردی کو فروغ دیتی ہے۔ جتنا خون ناحق یہاں بہتا ہے، باقی دنیا میں اس کا نصف بھی نہیں بہتا۔ اور یہ اندھی مادہ پرستی کا نتیجہ ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ کرپشن ان دونوں ملکوں میں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ہم ایک دوسرے کے گلے کاٹتے ہوئے اکیسویں صدی میں داخل ہوں گے.....''

''میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ فنون لطیفہ کو محض نظرانداز کرنے کا یہ نتیجہ نکل سکتا ہے تو اگر انسان فنون لطیفہ سے یکسر محروم ہی رہ گیا ہوتا تو کیا ہم آج موجود ہوتے۔ میرے خیال میں انسانی نسل آج سے بہت صدیوں پہلے ہی ختم ہوگئی ہوتی۔''

نیما نے اخبار کا صفحہ پلٹا۔ ''یہ کیسا حیرت انگیز آدمی ہے۔'' اس نے سوچا۔ ''اتنی خشک لیکن اہم باتیں اتنی آسانی سے، اتنے دلچسپ پیرائے میں کرتا ہے کہ بوریت کا احساس نہیں ہوتا۔''

اب نیما کو انٹرویو کے اس حصے کی تلاش تھی، جس میں اس کا اور فلم نرتکی کا تذکرہ تھا۔ ذرا سی جستجو کے بعد اسے وہ حصہ نظر آ گیا۔ وہ اسے پڑھنے لگی حالانکہ کئی بار پڑھ چکی تھی۔

''فلموں سے تو آپ کو دلچسپی نہیں ہوگی؟'' ریاض نے پوچھا تھا۔

''ایسا تو نہیں۔ فلم سے تو مجھے بہت زیادہ دلچسپی ہے۔ ہاں یوں کہئے کہ ہندی فلموں سے مجھے دلچسپی نہیں۔ اس لئے کہ عام طور پر وہ آرٹ پیس نہیں ہوتیں البتہ دنیا بھر کی منتخب فلمیں میں دیکھتا رہتا ہوں۔ فلموں سے مجھے انسپائریشن ملتی ہے۔''

''تو نرتکی کے پریمیر شو میں شرکت کے لئے آپ رضامند کیسے ہوگئے؟''

''صرف اس لئے کہ فلم کی ہیروئن مجھے مدعو کرنے کے لئے میرے گھر آئی تھی۔ یہ وہ عزت ہے، جو ہاں عام طور پر نہیں دی جاتی۔ میں اسے آنر کرنا چاہتا تھا۔ پھر بھی میں نے ٹالنا چاہا لیکن نیما نے اصرار کیا اور کہا کہ اس فلم سے میرا تعلق ہے...... رقص کے حوالے سے۔ پھر یہ بھی ہے کہ فلم کا نام میرے لئے بہت پرکشش تھا۔ تم جانتے ہو کہ رقص میرا پسندیدہ سبجیکٹ ہے۔ میں نے اس کی خاطر ہندو دیو مالا کو کھنگالا ہے اور اجنتا اور ایلورا کے غاروں کو اسٹڈی کیا ہے۔ میں اس فلم میں دلچسپی لئے بغیر نہیں ہی نہیں سکتا تھا۔''

''اگر اس فلم کا نام نرتکی کے بجائے رقاصہ ہوتا تو؟ دونوں لفظ ہم معنی ہیں ناں؟''

یہاں نیما نے بے ساختہ ریاض کو داد دی۔ اس نے بڑی سادگی سے بہت اہم سوال کیا تھا۔

ریاض کے کہنے کے مطابق آذر جواب دینے سے پہلے چند لمحے سوچتا رہا۔ ''رقاصہ نام میں میرے لئے اتنی کشش نہیں ہوسکتی تھی۔ رقاصہ ایک بالکل عام لفظ ہے جبکہ نرتکی کا ایک خاص بیک گراؤنڈ ہے۔ نرتکی کا سلسلہ براہ راست دیو مالا سے جڑتا ہے۔ نرتکی ایک بہت بڑا کینوس ہے۔''

''فلم دیکھنے کے بعد آپ کے کیا تاثرات ہیں؟''

''مجھے خوشی ہوئی کہ میں نے یہ فلم دیکھی ورنہ میں ایک بہت بڑی فلم مس کر بیٹھتا اور میں سچائی کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ میں ذاتی طور پر بہت بڑے خسارے میں رہتا۔''

''آپ جو ہندی فلموں میں دلچسپی نہیں لیتے، آپ جو دنیا بھر کی منتخب اور اعلیٰ ترین فلمیں دیکھتے ہیں، ہندی فلم نرتکی کو بہت بڑی فلم قرار دے رہے ہیں؟''

''ہاں۔ میری اس بات کو اتنے ہی وسیع تناظر میں دیکھنا چاہئے۔ فلم کے معاملے میں میرا ایک خاص ذوق ہے۔ میں آرٹ کو سراہنے والا آدمی ہوں۔ میں نے دنیا کی ہر زبان کی اعلیٰ ترین فلمیں دیکھی ہیں۔ ہندوستان میں بننے والی آرٹ فلموں کا میں پرستار ہوں۔ نصیر الدین شاہ، شبانہ اعظمی اور اوم پوری کی جینئس مجھے زیادہ پسند آئی تھی۔ لیکن میں نرتکی کو آج تک کی سب سے بڑی فلم قرار دیتا ہوں۔ یہ میری رائے ہے جس سے ہر شخص

اختلاف کرسکتا ہے۔''

''زندگی میں ایسی کون سی خوبی ہے جس کی بنا پر آپ اسے دنیا کی آج تک کی سب سے بڑی فلم قرار دیتے ہیں؟''

''دیکھو، میرے نزدیک زندگی انسانی تاریخ کی، انسانی ارتقاء کی اور تمام فنون کی امین ہے۔ یہ انسان کو بتاتی ہے کہ وہ کن مرحلوں سے گزر کر یہاں تک پہنچا ہے۔ اس میں تمام انسانی جذبے ہیں، اچھے بھی اور برے بھی۔ گھٹیا بھی اور اعلیٰ بھی۔ اس میں کوئی ولن نہیں، کوئی ویمپ نہیں۔ سب اپنی خوبیوں اور خامیوں سمیت صرف انسان ہیں...... جیتے جاگتے انسان۔ خواہ وہ اس دور کے ہوں یا انسانی تاریخ کے کسی بھولے بسرے اور گمشدہ دور کے۔ وہ ایسے انسان ہیں کہ فلم دیکھتے ہوئے کبھی ان پر پیار آتا ہے تو کبھی غصہ۔ دیکھنے والا کبھی ان سے محبت کرتا ہے تو کبھی نفرت۔ کردار نگاری ہے ہی اتنے غضب کی......

اس فلم میں ہیرو اور ہیروئن اور دیگر اہم کردار پوری انسانی تاریخ پر اور اس کے تمام ادوار پر محیط ہیں۔ انہیں پہلی بار اس عہد میں دکھایا گیا ہے، جس میں انسان لفظوں سے بے بہرہ ہے اور اظہار کی خلش سے دوچار ہے۔ لوگ ایک دوسرے سے اشاروں میں اور صوری زبان میں بات کرتے ہیں۔ ایسے میں ایک جوان اور حسین لڑکی کے دل میں پہلی بار دنیا کا ارفع ترین جذبہ جاگتا ہے۔ یہ محبت ہے، جو اسے ایک مرد سے ہوئی ہے۔ اب وہ محبت اسے بے چین کر رہی ہے۔ وہ مختلف لوگوں پر اپنی محبت ظاہر کرنا چاہتی ہے، لیکن یہ آسان کام نہیں اور محبت وہ جذبہ ہے کہ چھپائے نہیں چھپتا۔ زبان چپ رہے تو نظر بولتی ہے اور آنکھیں بند کر لی جائیں تو جسم کا انگ انگ بولتا ہے......

تو یہ طلسم محبت کی اسیر اس لڑکی کی کیفیت ہے۔ محبت اس کے ہر انگ میں، ہر رنگ میں بول رہی ہے۔ وہ بے خود ہے۔ اسے اپنے تن بدن کا ہوش نہیں۔ نشہ اس کے پورے وجود میں دوڑ رہا ہے۔ وہ اس کی آنکھوں سے نہیں چھلک رہا ہے، وہ اس کی بدلی ہوئی چال سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ یہاں مجھے ایک مشہور شعر یاد آ رہا ہے، اردو زبان کا۔

یہ اپنی ہستی ہے جس نے مچائی ہے ہلچل
نشہ شراب میں ہوتا تو ناچتی بوتل

مجھے وہ لڑکی اسکرین پر شراب کی اس جاندار بوتل کی طرح لگی، جس سے محبت کی شراب برداشت نہیں ہو رہی ہے اور مجھے کہنے دیں کہ نیا نے اس رول میں اور ایسے حساس مناظر میں جس طرح پرفارم کیا ہے، میرے اختیار میں ہو تو پوری دنیا سے اسے آج تک کی بہترین اداکارہ کا ایوارڈ دلوا دوں۔ اس لئے کہ میں نے ایسی جیتی جاگتی، ایسی نقش ہو جانے والی اداکاری پہلے کبھی نہیں دیکھی......

''یہ فلم میں فن رقص کا نقطۂ آغاز ہے۔ اظہار کا نیا اسلوب، نیا پیرایہ وضع ہو رہا ہے۔ محبت اظہار چاہتی ہے۔ لیکن زبان سے محروم ہے۔ تو پورے جسم کا مربوط اور معنویت سے بھرپور تحرک زبان بن گیا ہے اور فلم میں قدم بہ قدم اس اظہار میں اعتماد بڑھ رہا ہے۔ فن رقص کی قواعد مرتب ہو رہی ہے۔ یہاں تک کہ وہ محبوب تک اور تمام لوگوں تک پہنچ گیا ہے......

اور اس لڑکی کا محبوب لکیروں کی زبان میں باتیں کرنے والا انسان ہے۔ محبت اس تک پہنچتی ہے تو اس کے اندر سے بھی ابھرتی ہے۔ اس کی بے چینی اور زیادہ ہے۔ محبوبہ کے رقص کے ذریعے اظہار نے اس کے لئے اظہار کو آسان کر دیا ہے۔ وہ تصویریں بنا رہا ہے علامتیں وضع کر رہا ہے۔ یہ فن مصوری کا نقطۂ آغاز ہے۔

اب دیکھئے کہ ایک بے علم اور جاہل معاشرے میں محبت کے ذریعے فنون کی مشعلیں کیسے روشن ہو رہی ہیں۔ وہ مشعلیں جو آج کے خلائی دور میں بھی نہیں بجھیں......اور روشن ہیں۔ اس کیفیت کو پوری نزاکت کے ساتھ اسکرین پر پیش کرنا آسان نہیں تھا۔

فلم کی خوبصورتی یہ ہے کہ یہی دونوں محبت کرنے والے مختلف ادوار سے گزرتے ہوئے جب موجودہ دور میں یکجا ہوئے ہیں تو دونوں ہی زبان سے محروم ہیں، گونگے ہیں۔ پہلے ان کا دور گونگا تھا، لفظوں سے محروم اور اب وہ زبان سے ہی محروم ہیں۔ ان کے پاس قرنوں پرانا اظہار موجود ہے۔ ایک رقاصہ ہے تو دوسرا مصور۔ اظہار ان کے لئے کوئی مسئلہ نہیں۔ مگر صرف محبت کا۔ باقی لفظوں کے لئے اس دور میں ان کے لئے دوسروں سے کمیونی کیٹ کرنا آسان نہیں۔ اس لئے کہ معاشرے میں بہت بڑی اکثریت ان لوگوں کی ہے جو صرف اور صرف لفظوں پر انحصار کرتے ہیں......

فلم میں محبت کا خط مستقیم نہیں بلکہ مثلث ہے......اور ابتدا ہی سے ہے۔ لیکن وہ روایتی مثلث نہیں۔ یہ تیسرا ضلع وہ مرد ہے، جو ہیروئن سے محبت کرتا ہے۔ اس کا پیرایہ اظہار بھی رقص ہے۔ وہ معاشرے کا طاقتور شخص ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اس کی محبوبہ کو ایک مصور سے محبت ہے جبکہ وہ خود پروہت ہے......روحانی پیشوا۔ وہ محبوبہ کا دل جیتنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کوشش میں اس سے گھٹیا پن بھی سرزد ہوتے ہیں۔ لیکن اپنے منصب، مقام اور مرتبے کا احساس اسے ہمیشہ رہتا ہے۔ بنیادی طور پر وہ ایک اچھا انسان ہے۔ وہ قدرت رکھنے کے باوجود رقیب کو نقصان نہیں پہنچاتا۔ رقیب اسے اچھا لگتا ہے کیونکہ اس کی محبوبہ کو اچھا لگتا ہے۔ اسے اس کی خوش قسمتی پر رشک آتا ہے۔ ایک طرح سے وہ رقیب سے محبت کرتا ہے۔

اسے، تیسرے ضلع مثلث کو ختم کرنے اور محبوبہ کو پانے کا ایک موقع ملتا ہے۔ رقیب ایک ایسے معاشرتی جرم کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے جس کی سزا موت ہے۔ جرم ثابت ہو چکا ہے لیکن وہ محبوبہ کو کرب سے دوچار دیکھتا ہے تو پروہت سے ایک عام انسان بن جاتا ہے۔ محبوبہ کا دکھ اس کی برداشت سے باہر ہے۔ وہ رقیب کو بچانے کے لئے جرم اپنے سر لے لیتا ہے۔ یوں محبت ہر اعتبار سے اعلیٰ وارفع جذبہ ثابت ہوتی ہے۔

یہ ہے ان دو بنیادوں میں سے ایک، جن کی وجہ سے میں نے زندگی کو آج تک کی سب سے بڑی فلم قرار دیا ہے۔ اب میں دوسری وجہ بتاتا ہوں۔ میرے نزدیک آرٹ فلمیں بڑی فلمیں ہیں لیکن یہ بات ان کی اہمیت کم کر دیتی ہے۔ کہ انہیں صرف ایک مخصوص طبقہ دیکھتا ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ جو پیغام آپ دے رہے ہیں وہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچے۔ جو لوگ جانتے ہیں، انہیں بتانے کا کیا فائدہ۔ جو بے خبر ہیں انہیں معلوم ہونا چاہئے۔ اس لحاظ سے میرے نزدیک فلم کی تجارتی کامیابی کی بہت بڑی اہمیت ہے۔ یہ الگ بات کہ بہت چھوٹی اور گھٹیا فلمیں تجارتی اعتبار سے کامیاب ہوتی ہیں......

زندگی کے بارے میں میرا دعویٰ ہے کہ ہر وہ شخص جو فلم دیکھتا ہے، اس فلم کو دیکھے گا اور پسند کرے گا۔ یعنی ایک بہت بڑا پیغام سب لوگوں تک پہنچے گا۔ عام آدمی کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ ہماری تہذیب کی بنیاد کیا ہے، محبت درحقیقت کیا چیز ہے اور فنون لطیفہ کتنے اہم ہیں۔ اس اعتبار سے بھی میں زندگی کو دنیا کی آج تک کی سب سے بڑی فلم قرار دیتا ہوں۔''

''اور آپ کے خیال میں اس فلم میں اداکاری کر کے نیا نے آج تک پرفارم کرنے والی تمام اداکاراؤں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔''

''ہاں، میں پوری دیانت داری اور غیر جانبداری سے یہ بات کہہ رہا ہوں۔ میں یہ بھی بتا دوں کہ رقص سے مجھے ابتدا ہی سے دلچسپی ہے لیکن میں نے نیا جیسی رقاصہ کبھی نہیں دیکھی۔ اس میں رقص کی فطری اور پیدائشی صلاحیت ہے۔ اگر وہ بہت بڑی رقاصہ نہ ہوتی تو یہ رول اتنی کامیابی سے نہیں کر سکتی تھی مگر اس کی اداکاری کی صلاحیتیں بھی غیر معمولی ہیں۔ اس فلم میں اس نے فن کی ان بلندیوں کو چھوا ہے، جن کا کوئی اداکارہ تصور بھی نہیں کر سکتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسے ہندی فلموں اور انڈین فلم انڈسٹری تک محدود نہیں رہنا چاہئے، اور اب اسے عام فلموں میں رول قبول نہیں کرنے چاہئیں......''

انٹرویو میں اور بھی بہت کچھ تھا لیکن نیا اس کے بعد کچھ پڑھنا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے اخبار تہہ کر کے ایک طرف رکھا اور آذر کے بارے میں سوچنے لگی۔ اس کی شخصیت کے رچاؤ اور اس کی علمیت نے اسے بہت متاثر کیا تھا۔ اس کا دل چاہتا تھا کہ اس کے قریب رہے اور اس کی باتیں سنے۔ کہیں یہ محبت تو نہیں۔ اس کے اندر کسی نے سرگوشی میں پوچھا۔ محبت؟ اور ایک 90 سالہ بوڑھے سے۔ جبکہ ملک کا ہر جوان اس سے شادی کا خواب دیکھتا ہے۔ اس نے جواب میں سوچا۔ لیکن وہ اتنا معمر نہیں لگتا۔ اندر کی عورت نے کہا۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ اس نے انٹرویو میں اس کا اعتراف کیا ہے کہ اسے ہوش سنبھالے 80 سال ہو چکے ہیں۔ اس اعتبار سے وہ از کم 87 سال کا تو ہوگا۔

تو کیا ہوا؟ محبت کا عمر سے کیا تعلق؟ اندر کی عورت نے اسے اکسایا۔ ذرا یاد تو کرو کہ اس نے محبت کی کیا تعریف کی ہے...... بے غرض، اعلیٰ وارفع اور خود کار جذبہ!

نیما نے دوبارہ اخبار اٹھالیا۔ آخر میں ریاض نے آذر سے ایک دلچسپ سوال کیا تھا۔

''کیا آپ نے کبھی محبت کی؟'' ریاض نے پوچھا تھا۔ پھر جلدی سے وضاحت کی۔ ''میں آپ کی بیان کردہ محبت کی تعریف کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بات پوچھ رہا ہوں۔''

''میں نے تو بہت کم عمری میں محبت کی تھی۔ یہ الگ بات کہ وہ محبت کے میرے متعین کردہ معیار پر پوری نہیں اترتی تھی۔ چنانچہ میں اسے ہوس سمجھتا تھا۔ اصل میں جسمانی اور نفسانی تقاضے گڑبڑ کر دیتے ہیں۔ میں بے طلب نہیں تھا، مگر جب وہ دنیا سے رخصت ہوگئی تب بھی میں اس سے محبت کرتا رہا۔ حالانکہ اب غرض کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ تب مجھے پتہ چلا کہ مجھے اس سے محبت تھی۔ جسمانی ضرورتیں اپنی جگہ۔ آدمی ان سے لڑ نہیں پاتا اور سچی محبت کو بھی حقیر گرداننے لگتا ہے۔ یہی تو مشکل ہے اس کی۔ لیکن میں پوری سچائی سے کہہ رہا ہوں کہ میں اب تک اس سے محبت کئے جا رہا ہوں بلکہ میری محبت نے اسے دوبارہ زندگی دے دی ہے۔''

''کیا مطلب؟ کیا تصویر کے ذریعے؟''

''ہاں، یہی سمجھ لو۔''

لیکن اس کا مطلب صرف نیما سمجھ سکتی تھی۔ اس کی نگاہوں میں وہی تصویر پھر گئی۔ وہ تصویر اس کی نہیں تھی لیکن وہ جس کی بھی تھی وہ اس کی ہم شکل تھی۔ آذر کا اشارہ درحقیقت اس کی طرف تھا۔ آذر اسے اپنی بچھڑی ہوئی محبوبہ سمجھ رہا تھا۔ لیکن یہ بات کسی اور کو معلوم نہیں تھی۔

''زہرہ بیگم، ایسے آدمی سے محبت کرنے کے لئے خود کو ٹٹولنا ضروری ہے۔'' اس نے خود سے کہا۔ ''اس نے محبت کی جو تعریف کی ہے، اسے ہمیشہ یاد رکھنا۔''

مگر اندر کی کیفیت بتا رہی تھی کہ وہ اس کی محبت میں گرفتار ہو چکی ہے۔

☆......☆......☆

اس انٹرویو میں مصنف و ہدایت کار آکاش ورما کو کہیں کا کہیں پہنچا دیا تھا۔ وہ بھی اس انٹرویو کو بار بار پڑھ چکا تھا اور اب پھر پڑھ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس شخص کو کیسے سراہے، جس نے فلم میکنگ کو شاعری قرار دیا تھا۔ کیسی خوبصورت سوچ ہے اس شخص کی! اس نے سوچا۔

''......آپ نے کہا کہ آپ کو تمام آرٹس سے دلچسپی ہے۔ آپ شاعری کا مطالعہ کرتے ہیں۔ نثری ادب پارے بھی زیر مطالعہ رہتے ہیں۔ اچھی موسیقی سے آپ کو سکون حاصل ہوتا ہے۔ رقص دیکھ کر آپ کو خوشی ملتی ہے۔ اور آپ خود مصوری کرتے ہیں۔ پھر آپ نے کہا کہ فلموں سے آپ کو

انسپائریشن ملتی ہے۔ تو کیا آپ فلم کو بھی فن کا درجہ دیتے ہیں؟'' ریاض نے پوچھا۔

''میں کون ہوتا ہوں فلم کو فن کا درجہ دینے والا۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے۔ دیکھو، فلم میں اداکاری ہوتی ہے، جو ایک فن ہے۔ اس میں شاعری بھی ہوتی ہے اور موسیقی بھی اور ایک اعتبار سے مصوری بھی۔ رقص بھی اس میں شامل ہوتا ہے۔ تو یہ مجموعہ فنون تو ہوا نا؟''

''گویا فلم بنانا بھی آرٹ ہے؟''

''ظاہر ہے۔ فلم بنانے کے لئے تمام فنون سے واقفیت تو ضروری ہوئی۔''

''میں جاننا چاہتا ہوں کہ فلم بنانا اپنی جگہ ایک مکمل آرٹ ہے یا نہیں؟''

''بالکل ہے اور بہت بڑا آرٹ ہے۔'' آذر نے بلا جھجک کہا تھا۔ ''یہ جدید دور کا فن ہے اور اس کی اپروچ ایسی ہے کہ عام آدمیوں کے لئے اسے سمجھنا سب سے آسان ہے۔ شاعری، مصوری، موسیقی اور رقص...... یہ تمام فنون آسان نہیں ہیں۔ انہیں سراہنے کے لئے ان کی سمجھ بھی ضروری ہے جبکہ فلم کو ہر آدمی سراہ سکتا ہے۔''

''تو آپ کے کہنے کے مطابق فلم بھی شاعری ہے؟ اس لئے کہ آپ ہر فن کو شاعری قرار دیتے ہیں۔''

''ہاں، فلم بنانا بھی شاعری ہے۔''

''کیسے؟''

''فلم بنانا شاعری ہے...... متحرک شاٹس کی زبان میں۔ آپ ہر شاٹ کو ایک مصرع کہہ سکتے ہیں۔ اس اعتبار سے فلم ایک نظم ہے...... آزاد نظم۔ یا آپ اسے منظوم داستان کہہ لیجئے۔ اس میں ردھم کی جگہ جو چیز ہے اسے ہم ٹیمپو کہتے ہیں۔ اس ٹیمپو میں بھی ایک طرح کی نغمگی ہوتی ہے۔''

''بہت خوبصورت وضاحت کی ہے آپ نے۔ اب یہ بتائیں کہ فلم زندگی کی کہانی اور ہدایت کاری کے بارے میں آپ کی کیا رائے؟''

''دیکھو، میں کہانی کی اہمیت سے انکار نہیں کرتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ فلم میں کہانی سے زیادہ منظر نامے اور مکالموں کی اہمیت ہوتی ہے۔ بہت معمولی سی کہانی ہو مگر منظر نامہ نہایت چست اور مکالمے نہایت بلیغ ہوں تو بھی بڑی فلم بن جاتی ہے۔ لیکن بہت بڑی فلم بہت پاورفل کہانی، بہت چست اسکرین پلے اور بہت اعلیٰ مکالموں کے علاوہ نہایت شاندار ٹریٹمنٹ کا تقاضا کرتی ہے اور فلم زندگی کو یہ تمام خوبیاں میسر آئیں۔ اس فلم کا مصنف اور ہدایتکار ایک ہے اور آکاش ورما نے دونوں شعبوں میں خود کو منوالیا ہے۔ آئیڈیا بہت اچھوتا ہے اور گہرائی لئے ہوئے ہے۔ کہانی اور کردار نگاری بہت پاورفل ہے۔ اس پر ٹریٹمنٹ۔

فلم زنگی دیکھ کر مجھے بہت عرصے کے بعد فخر ہوا۔ میں نے سوچا، یہ کیسا مردم خیز خطہ ہے کہ جہاں، فن کاروں، ہنر اور اہل ہنر کی بدترین ناقدری کے باوجود ایسے فن کار اور فن پارے سامنے آتے ہیں کہ جن پر فن کی سرپرستی کرنے والی قومیں انگشت بدنداں رہ جائیں۔ زنگی بنا کر آکاوش نے صرف ایک فلم کے زور پر خود کو دنیا کے صف اول کے ہدایت کاروں میں نہ صرف شامل کر لیا ہے بلکہ نمایاں ترین مقام حاصل کر لیا ہے۔ یہ ایسی فلم ہے جس پر فلم انڈسٹری فخر کر سکتی ہے۔''

''آپ کہتے ہیں کہ اچھی فلموں سے آپ کو انسپائریشن ملتی ہے۔ کیا زنگی نے بھی آپ کو انسپائر کیا ہے؟''

''بہت زیادہ۔ کسی فلم نے مجھے اتنا انسپائر نہیں کیا تھا، جتنا اس فلم نے کیا ہے۔ رقص میری مصوری کا سبجیکٹ ہے۔ اس فلم نے مجھے نئی راہ دکھائی ہے۔ میرے تصور کو مہمیز کیا ہے۔ میں یکسانی کا شکار ہو رہا تھا۔ مجھے کام کرنے کا ایک نیا جذبہ ملا ہے۔''

''کیا آپ اس فلم کی ہیروئن کو پینٹ کریں گے؟''

''کوشش کروں گا۔ اگر یہ ممکن ہو سکا۔ نہیں تو انسپائریشن ہی بہت ہے۔''

''ایک بات بتائیے، پوری مہذب دنیا آپ کے فن کی عظمت کا اعتراف کرتی ہے لیکن اپنے وطن میں آپ گم نام ہیں۔ کیسا لگتا ہے؟''

''اچھا نہیں لگتا لیکن برا بھی نہیں لگتا۔ یہاں جسے ستائش اور شہرت مل جائے وہ کسی کام کا نہیں رہتا اور میں اپنی آخری سانس تک کام کرنا چاہتا ہوں۔''

''یہ تو لگتا ہے، آپ بھرم رکھ رہے ہیں۔''

''نہیں۔ سچ کہہ رہا ہوں۔ اگر یہ سچ نہ ہوتا تو میں امریکہ میں رہ رہا ہوتا۔ امریکہ میں میرے چاہنے والے لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔ وہاں میرا اعتبار اتنا ہے کہ میرا کام نہیں، نام چلتا ہے۔ میری کھینچی ہوئی چار آڑی ترچھی لکیریں بھی پینٹنگ کے طور پر لاکھوں ڈالر میں بک جاتی ہیں۔ مگر میں نے کبھی وہاں رہائش اختیار کرنے کا سوچا بھی نہیں۔ میں یہاں خوش ہوں۔ مجھے اپنے وطن سے محبت ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہاں جتنی بھی خرابیاں اور برائیاں ہیں، سب افراد کی یا حکومت کی وجہ سے ہیں۔ ان کی وجہ سے میں اپنے وطن کی محبت ترک نہیں کر سکتا۔''

آکاش ورما نے اخبار تہہ کر کے ایک طرف رکھا۔ اب وہ آذر جمیل کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ کیسی طلسمات شخصیت ہے اس کی اور کیسے، ایک دم کس موقع پر وہ سامنے آیا اور چند ہی دن میں کتنے بڑے بڑے فائدے پہنچا دیے۔ اس نے تو کبھی اس کا نام بھی نہیں سنا تھا۔ کم از کم اس کے لئے تو وہ غیبی تائید کی طرح سامنے آیا تھا۔

آکاش کو احساس ہو رہا تھا کہ اس کے لئے تقدیر نے کوئی بہت بڑا پروسس شروع کر دیا ہے اور عنقریب کوئی بہت بڑی بات رونما ہونے والی ہے۔

آکاش مصوری کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا پھر بھی وہ دعوے سے کہہ سکتا تھا کہ آذر جمیل بہت بڑا افنکار ہے۔ دوسری بات یہ کہ وہ بے حد سچا آدمی ہے۔ اس کی ہر بات یوں دل میں اتر جاتی تھی کہ احساس ہوتا کہ وہ سچ ہے۔ اس نے اپنے بارے میں کہیں مصنوعی انکسار سے کام نہیں لیا تھا لیکن کہیں تعلّی بھی نہیں کی تھی۔ جیسے وہ اپنی پوری ناپ تول کر چکا ہو اور اس کے سچا اور بڑا افنکار ہونے کا ثبوت یہ تھا کہ اس نے نرگی، نیا اور خود آکاش کے بارے میں جو کچھ کہا تھا، وہ بے ساختہ تھا۔ اسے پڑھتے ہوئے یہ گمان بھی نہیں ہوتا تھا کہ وہ انہیں پروموٹ کر رہا ہے۔ وہ بے حد سچی تعریف تھی اور ایک سچا فنکار ہی دوسرے فن کار کو سراہ سکتا ہے۔

آکاش ورما کو یہ علم نہیں تھا کہ انٹرویو پڑھنے والے ہر شخص کے یہی تاثرات ہیں۔ اس کی کہی ہوئی ہر بات ہر قاری کے دل میں اتر چکی ہے۔

☆......☆......☆

ریاض تبسم یہ تو جانتا تھا کہ آذر جمیل کا انٹرویو اس کے کیریئر کے لئے اہم ہے لیکن اسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ یہ انٹرویو اس کی زندگی ہی بدل دے گا۔

انٹرویو کی مقبولیت کا یہ عالم ہوا کہ اشاعت کے چار پانچ دن بعد بڑی تعداد میں لوگ روزنامہ نمسکار کے اس سنڈے ایڈیشن کی تلاش میں سرگرداں نظر آئے، جس میں انٹرویو شائع ہوا تھا۔ نمسکار کے دفتر میں بھی فون کالز کا تانتا بندھ گیا، جبکہ دفتر میں اس ایڈیشن کی آفس کاپیوں کے سوا کچھ بھی نہیں بچا تھا۔ اخباری تاریخ میں پہلی بار ایسا ہوا کہ کوئی چیز دوبارہ شائع کرنے پر غور کیا جا رہا تھا۔

اس دوران میں شام کے ایک اخبار نے وہ انٹرویو من وعن چھاپ دیا اور نیچے بہ شکریہ نمسکار لکھوا کر اخلاقی طور پر مطمئن ہو بیٹھا۔

یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی۔ اخبارات اور جرائد کا یہی طریقہ کار ہے۔ ایک دوسرے کی چیزیں شکریے کے ساتھ چھاپ دی جاتی ہیں اور پوچھنے کی زحمت بھی نہیں کی جاتی۔ بدقسمتی سے یہاں معاملہ مختلف تھا۔ انٹرویو روزنامہ نمسکار کی ملکیت تھا ہی نہیں۔

شام کے اس اخبار کے پبلشر اور ایڈیٹر کو ریاض تبسم کے وکیل کی طرف سے قانونی نوٹس ملا تو ان کے ہوش اڑ گئے۔ نوٹس میں ان سے دس لاکھ روپے بطور ہرجانہ طلب کئے گئے تھے۔ پھر بھی جوگندر پال نے اسے اتنی زیادہ اہمیت نہیں دی۔ نمسکار کے پبلشر چندر کانت سے اس کے اچھے تعلقات تھے۔ اس نے فوراً اس کا نمبر ملایا۔

''چندر کانت جی، یہ آذر جمیل کے انٹرویو کے سلسلے میں مجھے قانونی نوٹس ملا ہے......''

''ارے......تو کیا تم نے وہ انٹرویو چھاپ دیا؟''

چندر کے لہجے نے جوگندر کو ڈرا دیا۔ ’’میں نے سوچا تھا کہ اگرچہ گھر کی بات ہے پھر بھی فون کر کے آپ سے اجازت لے لوں گا مگر کچھ ایسی مصروفیات آ گئیں کہ یاد ہی نہیں رہا۔‘‘

’’یہ گھر کی بات نہیں ہے جوگی۔ وہ انٹرویو ہماری ملکیت نہیں ہے۔‘‘

’’کیا مطلب؟‘‘

’ریاض تبسم نے ہمیں انٹرویو ایک اشاعت کے لئے دیا تھا۔ ہمیں توری پرنٹ کے لئے اس سے بات کرنی ہے ابھی۔‘‘

’’میں تو مارا گیا۔ اس نے دس لاکھ کا دعویٰ کیا ہے۔‘‘

’’میرا مشورہ ہے کہ عدالت سے باہر ہی کمپرومائز کرلو۔‘‘ دوسری طرف سے چندر نے کہا۔ اچھا جوگی، ایک امپورٹنٹ کال آئی ہے دوسرے فون پر۔ تم ریاض سے ڈائریکٹ بات کرلو پھر مجھے بتانا کہ کیا رہا۔‘‘

☆......☆......☆

انٹرویو شائع ہوئے پانچ دن ہوئے تھے کہ ریاض تبسم کو لگا، اس کے لئے دروازے کھلتے جا رہے ہیں۔

اس دوران روزنامہ شام سویرا نے بلا اجازت وہ انٹرویو ری پرنٹ کر دیا تھا۔ ریاض نے اپنے وکیل سے مشورہ کیا اور اخبار کو قانونی نوٹس بھجوا دیا۔

اسی روز شام سویرا کے پبلشر جوگندر پال نے اسے فون کیا۔ ’’یار ریاض، یہ کیا غیریت ہے۔‘‘ اس نے بڑے دوستانہ انداز میں ناراضی کا اظہار کیا۔

’’تم نے مجھے نوٹس بھجوا دیا۔ تم فون بھی تو کر سکتے تھے۔‘‘

’’بات غیریت کی نہیں اصول کی ہے۔‘‘ ریاض نے خشک لہجے میں کہا۔

’’بھائی میں نے بدنیتی سے وہ انٹرویو نہیں چھاپا۔ چندر کانت جی سے میرے بہت اچھے مراسم ہیں۔ ان کے ہاں چھپے والی چیزیں میں ری پرنٹ کرتا رہتا ہوں۔‘‘ جوگندر نے اپنی دانست میں صفائی پیش کی۔

’’پتا نہیں، آپ بدنیتی کسے کہتے ہیں۔‘‘ ریاض کو تاؤ آ گیا۔ ’’کبھی ری پرنٹ کرتے ہوئے آپ کو خیال آیا کہ درحقیقت آپ ایک لکھنے والے کا استحصال کر رہے ہیں۔ مگر آپ لوگ تو بڑی نیک نیتی سے ایک بار کی رائلٹی کو جملہ حقوق کا معاوضہ سمجھتے ہیں۔‘‘

’’یار ریاض، یہ تو ایک طے شدہ طریقہ کار ہے......‘‘

’’ہاں، مگر غلط تو ہے۔‘‘ ریاض نے اس کی بات کاٹ دی۔ ’’اب آپ کو اور پوری اخباری دنیا کو پتا چل جائے گا کہ یہ طریقہ غلط ہے۔‘‘

''میری بات تو سنو......''

''آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟''

''میں چاہتا ہوں کہ معاملہ عدالت سے باہر ہی طے ہو جائے۔''

''تو آپ اس سلسلے میں میرے وکیل سے بات کریں۔ ٹھیک ہے جوگندر جی...... خدا حافظ۔''

اس نے ریسیور رکھا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی پھر بجی۔ اس نے ریسیو اٹھایا۔ ''ریاض اسپیکنگ۔''

''ریاض، میں چندر کانت بات کر رہا ہوں۔ ہم اس انٹرویو کو ری پرنٹ کرنا چاہتے ہیں۔''

ریاض مسکرایا۔ اس کی ڈیلنگ ہمیشہ شرما سے ہوتی تھی۔ پبلشر صاحب نے کبھی اسے اس قابل نہیں سمجھا تھا۔ گویا سچ مچ اس پر ترقی کے دروازے کھل رہے ہیں۔ ''جی ضرور لیکن اس بار رائلٹی مناسب دیجئے گا۔''

''اس کی تم فکر نہ کرو۔ رائلٹی کے خانے میں رقم تم خود بھر لینا۔'' چندر کانت نے بلا جھجک کہا۔

''ٹھیک ہے چندر جی، آپ کنٹریکٹ بھجوا دیجئے۔ میں گھر پر ہی ہوں۔''

''او کے، بس یہ طے ہو گیا۔''

ریاض نے ریسیور رکھا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ چندر نے اسے دفتر آنے کو نہیں کہا۔ وہ اس کی ہر شرط ماننے کے لئے تیار تھا۔

ریاض اپنے وکیل کو ہر بات پوری طرح سمجھا چکا تھا۔ اس نے کہہ دیا تھا کہ معاملہ عدالت سے باہر طے کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن یہ ضروری ہے کہ اس میں وقت لگے اور اس معاملے کی پبلسٹی بھی ہو تا کہ دوسرے لوگ محتاط ہو جائیں۔ اس کے علاوہ پبلسٹی کی اپنی افادیت تھی۔

کچھ سوچ کر اس نے ریسیو اٹھایا اور نمسکار کا نمبر ملایا۔ ''میں ریاض تبسم بول رہا ہوں۔ شرما جی سے بات کراؤ۔''

ایک لمحے بعد وہ شرما سے بات کر رہا تھا۔ ''شرما جی، میں نے شام سویرا کے جوگندر پال کو نوٹس دے دیا ہے۔ انہوں نے میرا کیا ہوا آذر جمیل کا انٹرویو بغیر میری اجازت کے شائع کیا تھا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ انٹرویو کی مقبولیت کا حوالہ دیتے ہوئے آپ یہ خبر شائع کریں اور اسے فلیش کرتے رہیں۔''

''یہ تو ممکن نہیں ریاض۔ ہمارے اخبار کی پالیسی......''

''آپ چندر جی سے بات کر کے دیکھیں پھر مجھے بتا دیجئے گا۔''

ریاض نے ریسیور رکھ دیا۔ دس منٹ بعد اطلاعی گھنٹی بجی۔ اس نے دروازہ کھولا۔ روزنامہ نمسکار کا مینیجر کنٹریکٹ فارم لے کر آیا تھا۔ ریاض کنٹریکٹ پڑھنے لگا۔ اسی دوران میں فون کی گھنٹی بجی۔ فون شرما جی کا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے...... ''چندر جی نے تمہاری تجویز منظور کر لی ہے۔''

ریاض نے کنٹریکٹ پر دستخط کر دیئے!

☆......☆......☆

اپنے انٹرویو کے اثرات ونتائج سے بے نیاز آذر ایک نئے جذبے سے اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ زنگی کے پرنٹ سے اسے بہت مدد مل رہی تھی۔ وہ نیما کے جسم اور اس کے رقص کے ایکشنز کو ہندو دیومالا کے ماحول اور بیک گراؤنڈ میں پینٹ کر رہا تھا۔ ان دنوں اسے کھانے پینے، سونے کا حتیٰ کہ تن بدن کا بھی ہوش نہیں تھا۔ وہ جیسے فرہاد تھا، جیسے پہاڑ کا سینہ چیر کر دودھ کی نہر جاری کرنا تھی۔ درحقیقت وہ سحرزدہ تھا۔ سحرزدہ نہ ہوتا تو نیما کے خیال سے اتنا بے نیاز نہ ہوتا جبکہ وہ پینٹ بھی اسی کو کر رہا تھا۔ کبھی نیما کے کسی ایکشن شاٹ کو اسکرین پر اسٹل دیکھ کر اس کا خیال مگر وہ فوراً ہی اسے جھٹک دیتا۔ وہ اس کی زہرہ نہیں تھی۔ وہ تو ایک اداکارہ تھی، جسے محض اپنے مفادات عزیز تھے۔ اس لئے وہ مطلب نکلنے کے بعد وعدہ بھول گئی تھی۔

مگر آذر کو نیما سے کوئی شکایت نہیں تھی، بلکہ وہ اس کا احسان مند تھا۔ اس نے اسے ایک نئی تحریک دی تھی۔ ایک اور جہت دکھائی تھی۔ یہ اس پر اور اس کے فن پر اس کا احسان تھا۔

سو آذر نے اس عرصے میں نیما کے بارے میں اس سے زیادہ کبھی نہیں سوچا تھا۔ وہ خاموشی سے، بے خودی کے عالم میں اسے پینٹ کرتا رہا۔ کام کی رفتار کا یہ عالم تھا کہ چار ہفتوں میں اس نے چار تصویریں مکمل کر دیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اپنے اس کام سے وہ بہت مطمئن تھا۔ یہ اور زیادہ خوشی کی بات تھی۔ اس لئے کہ ایسا کم ہی ہوتا تھا۔

پھر اچانک ہی امریکہ سے چارلی واٹرز کا فون آ گیا۔ وہ تین دن بعد اس سے ملنے ہندوستان آ رہا تھا۔

چارلی واٹرز آذر جمیل کا ایجنٹ تھا۔ سال میں ایک بار وہ ہندوستان ضرور آتا تھا۔ ان دونوں کے تعلقات اب کاروباری نہیں رہے تھے۔ آذر جانتا تھا کہ چارلی کس طرح اس کے مفادات کی حفاظت کرتا ہے۔ خود آذر تو ان دنیاوی معاملات سے بے نیاز تھا۔ وہ تو انہیں پوری طرح سمجھتا بھی نہیں تھا۔

اس بار چارلی کی آمد کی اطلاع نے آذر کو ہیجانی کیفیت سے دوچار کر دیا۔ اس نے نیما کی چاروں مکمل تصاویر کو بہت غور سے دیکھا۔ اس کا سینہ فخر کے احساس سے بھر گیا۔ وہ صحیح معنوں میں فن پارے تھے۔ اس کے تصور میں ہندو دیومالا کے مناظر ہمیشہ سے موجود بہت رہے تھے۔ زہرہ کا حسین چہرہ

اور متناسب جسم بھی اس کے تصور میں ہمیشہ سے محفوظ تھا۔ مگر ایک کمی تھی۔ زہرہ رقاصہ نہیں تھی اس لئے وہ دونوں کو کبھی یکجا نہیں کرسکا مگر نینا نے ہی کمی پوری کردی۔ وہ بنی بنائی زہرہ تھی ...... وہی چہرہ، وہی جسم۔ اور بنیادی طور پر وہ رقاصہ تھی۔ چنانچہ آذر کو اسے راجا اندر کی محفل میں رقص کرتے ہوئے پینٹ کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ ایک تصویر میں وہ کرشن کنہیا کے ساتھ تھی۔

آذر کی نظریں مکمل تصاویر سے ہٹیں اور نامکمل کینوس پر جم گئیں۔ وہ پہلی چار تصویروں سے بھی بہتر تھی۔ اس نے اس کا نام نرتکی سوچا تھا۔ چارلی ان تصویروں کو دیکھ کر کتنا خوش ہوگا، اس نے خوشی سے سوچا۔

عجیب بات تھی۔ آذر کو تصویر مکمل کرنے کے بعد کبھی خواہش نہیں ہوتی تھی کہ کوئی تصویر کو دیکھے اور اس کی تعریف کرے لیکن وہ انتظار کرتا تھا کہ چارلی اس کی پینٹنگ دیکھے اور اس پر تبصرہ کرے۔ چارلی ان گنے چنے لوگوں میں سرفہرست تھا، مصوری کے بارے میں جن کی رائے آذر کے نزدیک کوئی اہمیت رکھتی تھی۔

چارلی کے آنے کی ہیجانی خوشی بھی آذر کا ہاتھ نہ روک سکی بلکہ وہ اور دیوانہ وار مصروف ہوگیا۔ وہ چارلی کی آمد سے پہلے ہی پانچویں تصویر مکمل کرلینا چاہتا تھا۔

☆......☆......☆

دوسری طرف نینا بھی بہت مصروف تھی لیکن آذر کا خیال اس کے ذہن سے کبھی محو نہیں ہوتا تھا۔

نرتکی اپنی نمائش کے پانچویں ہفتے میں داخل ہوچکی تھی لیکن سینماؤں پر رش اور بڑھ گیا تھا۔ فلم کی ایڈوانس بکنگ کا حال اب بھی پہلے جیسا تھا۔ مین سینما میں اب بھی چھ سات ہفتے کی بکنگ مل رہی تھی اور لوگ اسے بھی قبول کررہے تھے۔ یہ ناقابل یقین بات تھی۔

نرتکی کی کامیابی نے نینا کی صرف زندگی کو نہیں بدلا تھا، اس کی سوچ بھی بدل گئی تھی۔ اسے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ پوری فلم انڈسٹری خود اسے نمبر ون کہہ رہی تھی۔ ہر فلم ساز اسے بہر قیمت اپنی فلم میں کاسٹ کرنا چاہتا تھا۔

لیکن نینا کو وہ مشورہ یاد تھا، جو آذر نے اپنے انٹرویو میں اسے دیا تھا۔ وہ اس مشورے پر عمل کررہی تھی۔ اس نے اپنی کامیابی کو کیش کرانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ بلکہ معاملہ برعکس تھا۔ نرتکی کی ریلیز سے اب تک اس نے ایک فلم بھی سائن نہیں کی تھی۔ یہ بات اس کی ہم عصر ہیروئنوں کے لئے بہت خوش کن تھی۔ اس کی چھوڑی ہوئی تمام فلمیں انہی کے درمیان تقسیم ہورہی تھیں۔ پھر انہیں نینا کے خلاف باتیں کرنے کا موقع بھی مل رہا تھا۔

''کم ظرف ہے۔ ایک سپرہٹ فلم بھی ہضم نہیں ہورہی ہے اس سے۔''

''تو یہ اتنے نخرے، اپنی اوقات ہی بھول گئی۔''

''کوئی فلم سائن نہیں کر رہی ہے۔ کل کو کوئی پوچھے گا بھی نہیں تو پروڈیوسروں کی خوشامدیں کرتی پھرے گی۔''

پروڈیوسرز پریشان ہو گئے۔ انہوں نے پہلے کبھی کسی کو ایسی بے نیازی کا مظاہرہ کرتے نہیں دیکھا تھا۔ ایسے ہی چند پروڈیوسرز بزرگ ہدایت کار امرجیت کے پاس یہ مسئلہ لے کر پہنچے۔ نیا کو فلمی دنیا میں لانے کا سہرا امرجیت کے ہی سر تھا اور نیا اس کا بہت احترام کرتی تھی۔

امرجیت نیا سے ملنے اس کے گھر پہنچا۔ نیا نے اس کا بڑا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ امرجیت نے ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد کام کی بات چھیڑی۔

''کیا بات ہے نیا، فلم انڈسٹری چھوڑنے کا ارادہ ہے کیا؟''

''نہیں دادا، ایسی تو کوئی بات نہیں۔'' نیا نے کہا۔

''مگر ہر پروڈیوسر کو لوٹا بھی رہی ہو۔''

نیا نے گہری سانس لی۔ وہ جانتی تھی کہ استاد کو ٹالا نہیں جا سکتا۔ پھر وہ پروڈیوسرز کے کہنے پر آیا تھا اور اس کی بات موثر پیرائے میں پروڈیوسرز تک پہنچا بھی سکتا تھا۔ ''آپ جانتے ہیں دادا کہ زندگی کی کامیابی نے......''

''تمہیں سپر اسٹار بنا دیا ہے۔'' امرجیت نے اس کا جملہ پورا کر دیا۔ ''لیکن تمہارا دماغ بھی خراب کر دیا ہے۔''

نیا کے چہرے پر ایک رنگ سا آ کر گزر گیا۔ یہ بات کہنے کی جرات کوئی اور نہیں کر سکتا تھا۔ ''آپ غلط سمجھ رہے ہیں دادا۔ میں جانتی ہوں کہ ہر کامیابی اللہ کی دی ہوئی ہوتی ہے۔ مرتبہ اور مقام بھی اللہ کی دین ہے......''

''مگر اس سے استفادہ بھی تو کیا جائے۔ اس وقت تمہیں وہ معاوضہ مل سکتا ہے، جس کا کوئی اور اداکارہ دس سال بعد بھی تصور نہیں کر سکتی اور اس وقت تمہیں اتنی فلمیں مل سکتی ہیں کہ تم ہمیشہ کے لئے مالی معاملات سے بے نیاز ہو جاؤ۔''

''آپ مجھے بات تو پوری کرنے دیں۔'' نیا نے بڑے تحمل سے کہا۔ ''مجھے پیسے کی ہوس نہیں۔ میں اس کامیابی کو کیش نہیں کرانا چاہتی۔ فلموں میں میری ساکھ ایک اچھی رقاصہ کی تھی مگر اب میں ایک بڑی اداکارہ ہوں۔ یہ اللہ نے مجھے بڑا مقام دیا ہے اور میں اسے اپنی ذمہ داری سمجھتی ہوں کہ میں اس سے نیچے نہ آؤں۔ اس میں بری بات کون سی ہے۔ دلیپ کمار کی مثال لیجئے۔ ایسا کم ہی ہوا ہوگا کہ انہوں نے ایک وقت میں دو فلمیں سائن کی ہوں۔ میرا کہنا یہ ہے کہ میں ایک وقت میں دو سے زیادہ فلموں میں کام نہیں کروں گی اور کوئی فلم اس وقت قبول کروں گی، جب مجھے فلم کی کہانی اور اپنا رول اچھا لگے گا۔ فلم میں کام کرنے کی حتمی رضامندی میں اس وقت تک نہیں دوں گی، جب تک فلم کا مکمل اسکرپٹ نہ پڑھ لوں۔''

جاری ہے......

امرجیت کی آنکھوں میں ستائشی چمک ابھری۔ ''یہ بات تو واقعی بری ہیں لیکن نیا، تم جانتی ہو، ہمارے ہاں اس انداز میں کام نہیں ہوتا۔ یہاں تو ہر سین سیٹ پر شوٹنگ کے وقت لکھا جاتا ہے۔''

''میں اب اس انداز میں کام نہیں کروں گی۔'' نیا کے لہجے میں قطعیت تھی۔

''تو پھر تمہیں ایک وقت میں ایک فلم بھی نہیں ملے گی۔''

''نہ ملے۔ ضرورت پڑی تو میں خود فلم بناؤں گی۔''

''ٹھیک ہے۔ میں تمہاری باتیں پروڈیوسرز تک پہنچا دوں گا۔''

''اور دادا، ایک بات اور ہے۔ میں آج کل بہت زیادہ کام کر رہی ہوں۔ صرف اس لئے کہ اپنی تمام موجودہ فلمیں مکمل کرا دوں۔ اس کے بعد میں ہفتے میں صرف چار دن کام کروں گی اور رات آٹھ بجے کے بعد کام ہرگز نہیں کروں گی۔''

امرجیت نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''میری سمجھ میں بہت سی باتیں آ رہی ہیں۔'' نیا نے وضاحت کی۔ ''کسی کردار کو سمجھ کر، اس میں ڈوب کر پرفارم کرنے کے لئے اداکار ریلیکس ہونا بہت ضروری ہے تاکہ وہ کردار کو خود پر طاری کر سکے۔ اس کا دھیان ایک ہی رول پر ہو تاکہ اسے یکسوئی حاصل رہے۔ اسی لئے میں ہفتے میں تین دن اپنے لئے رکھنا چاہتی ہوں تاکہ ریلیکس کر سکوں۔ اس دوران میں، میں مطالعہ کروں گی، فلمیں دیکھوں گی۔'' اس نے گہری سانس لی۔ ''دادا، میں کم سہی لیکن بہت اچھا کام کرنا چاہتی ہوں۔''

امرجیت جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ ''نیا، تمہاری باتیں سن کر مجھے خوشی ہوئی۔'' اس نے مشفقانہ لہجے میں کہا۔ ''گڈ لک بے بی۔''

امرجیت گیا ہی تھا کہ ریاض تبسم آ گیا۔ زندگی کے پریمیئر کے بعد یہ ان کی پہلی ملاقات تھی بلکہ ریاض اس کے بعد بمبئی ہی پہلی بار آیا تھا۔

''کہو، کیسے رستہ بھول پڑے۔ تم تو بڑے آدمی ہو گئے ہو۔'' نیا نے اسے چھیڑا۔

''غلط، آدمی یا تو ابتدا سے ہی بڑا ہوتا ہے یا نہیں ہوتا۔ بڑا بنتا کوئی نہیں۔'' ریاض نے فلسفیانہ لہجے میں کہا۔ ''ہاں، دماغ خراب ہونے کی بات کر رہی ہو تو اور بات ہے لیکن یہ بھی غلط ہے۔ میرا دماغ خراب نہیں ہوا ہے۔''

''اخبارات میں آج کل بڑے چرچے ہیں تمہارے۔ سنا ہے، تم نے کسی اخبار پر کیس بھی کر دیا تھا۔''

''سنا نہیں، پڑھا ہوگا اور یہ درست ہے۔ اپنا استحصال کرنے والوں کی گرفت کرنا دماغ کی خرابی کی دلیل نہیں ہے۔''

''تم خواہ مخواہ سنجیدہ ہو گئے۔ میں تو مذاق کر رہی تھی۔''

''میں تلخ نہیں ہو رہا ہوں۔ تلخی کی کوئی بات نہیں۔ ہاں، یہاں آ کر پتا چلا کہ تم نے فلم انڈسٹری کا بائیکاٹ کر رکھا ہے۔''

''ایسی کوئی بات نہیں مگر میں اب آنکھیں بند کر کے ہر طرح کے رول قبول نہیں کر سکتی۔ ہر فلم سائن نہیں کر سکتی۔''

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔''

''تم نے تو زندگی دیکھی ہے۔ سچ بتاؤ کیسی فلم ہے؟''

''میرا ریویو نہیں پڑھا تم نے؟''

''پڑھا ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ اس سے جو مقام مجھے ملا ہے، اسے اندھا دھند کیش کرا لوں؟''

''میں تمہیں یہ مشورہ نہیں دے سکتا۔''

''تو پھر خود کو مغرور اور بد دماغ کہلوانے میں کوئی حرج نہیں۔ ٹھیک ہے نا؟''

''ہاں، یہ کہیں بہتر ہے۔'' ریاض نے کہا پھر موضوع بدلا۔ ''یہ بتاؤ اس کے بعد آذر صاحب سے تو ملاقات نہیں ہوئی؟''

''نہیں۔'' نیناسنبھل کر بیٹھ گئی۔

''تم نے انہیں فون بھی نہیں کیا؟'' ریاض کے لہجے میں حیرت تھی۔

''نہیں۔''

''کیوں؟''

''ضرورت نہیں سمجھی اس کی۔''

''یہ بات قابلِ افسوس ہے۔'' ریاض نے سنجیدگی سے کہا۔ ''آذر صاحب کا ہم پر احسان ہے......''

''تم پر ہو گا۔'' نینا نے نرم لہجے میں اس کی بات کاٹ دی۔ ''زندگی کو جو کامیابی حاصل ہوئی ہے وہ اس کی مستحق تھی۔ میں اس کا کریڈٹ آذر جمیل کو نہیں دے سکتی۔ تمہاری خاطر میں نے انہیں پریمیئر میں مدعو کیا تھا...... ان کے گھر جا کر۔'' اس نے زور دے کر کہا۔ ''ورنہ میں تو انہیں جانتی بھی نہیں تھی۔ ہاں، اس کا فائدہ تمہیں ضرور پہنچا ہے۔ اس انٹرویو نے تمہیں کہیں کا کہیں پہنچا دیا ہے۔''

ریاض اسے عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ ''خیر، میں تو ان کا احسان مند ہوں اور میں عمر بھر یہ بات نہیں بھولوں گا لیکن میں تمہیں ایسا نہیں سمجھتا تھا۔

بہر حال یہ تمہارا اپنا معاملہ ہے۔ مگر میں اب آذر صاحب کی خاطر کچھ بھی کر سکتا ہوں۔''

اس کے بعد کچھ دیر اِدھر اُدھر کی باتیں ہوئیں پھر ریاض چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد نیا اس کی باتوں پر مسکرائی۔ بہت پہلے اس نے سمجھ لیا تھا کہ ریاض بہت خطرناک رپورٹر ہے اور اس سے محتاط رہنا ہوگا۔

وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ اسے یہ احساس بہت دیر میں ہوا کہ وہ آذر جمیل کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

☆......☆......☆

آذر نے پانچویں پینٹنگ چارلی واٹرز کی آمد سے چند گھنٹے پہلے مکمل کی پھر اس نے پانچوں مکمل تصویروں کو محمد حسین سے اسٹور میں رکھوایا۔ اب وہ چارلی کا منتظر تھا۔ ڈرائیور نذیر چارلی کو لینے ایئرپورٹ جاچکا تھا۔

آذر باہر نکل آیا۔ پورچ سے گزر کر وہ لان میں پہنچا۔ وہاں ٹہلتے ہوئے اسے نیا کا خیال آ گیا۔ اس کی بے مروتی پر اسے افسوس ہونے لگا۔ پہلی بار اسے احساس ہوا کہ وہ اسے مس کر رہا ہے۔ کام کے دوران میں البتہ اسے پتا نہیں چلا تھا۔

پھر چارلی واٹرز آ گیا۔ کار پورچ میں آ رکی۔ آذر کار کی طرف بڑھا۔ نذیر نے چارلی کے لئے دروازہ کھولا۔ چارلی اترا۔ آذر کو دیکھ کر اس کے ہونٹوں میں مسکراہٹ مچلی۔ ''ہیلو ینگ اولڈ مین۔'' اس نے چہک کر کہا۔ ''ہاؤ آر یو؟''

آذر بھی مسکرایا۔ ''بیٹر دین ایور۔ تھینک یو۔''

دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے اندر چلے آئے۔ آذر نے اسے ڈرائنگ روم میں لے جانا چاہا تو چارلی مچل گیا۔ تمہارے گھر میں میرا گزارہ نہیں ہوتا ینگ اولڈ مین۔ اسٹوڈیو میں چلو۔''

آذر ہنسنے لگا۔ ''اسٹوڈیو میں کیا رکھا ہے؟''

''تم چلو نا۔ مجھے بہت پیاس لگی ہے۔''

آذر اس کا مطلب بھی سمجھتا تھا۔ وہ شراب گھر میں کبھی نہیں رکھتا تھا۔ یہ سامان اسٹوڈیو ہی کے لئے تھا اور ظاہر ہے کہ چارلی کو شراب کی طلب ہو رہی تھی۔

آذر اسے اپنی اسٹوڈیو والی اسٹڈی میں لے گیا۔ وہاں اس نے اپنے اور چارلی کے لئے جام بنائے۔ دونوں بیٹھ گئے۔ کچھ دیر ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ پھر چارلی نے اس کے سامنے حسابات کے گوشوارے رکھ دیے۔ ''یہ تمہاری رقم میں تمہارے اکاؤنٹ میں جمع کرا چکا ہوں۔'' اس نے

بتایا۔

''آذر نے بے نیازی سے گوشوارے ایک طرف رکھ دیے۔ ''ٹھیک ہے چارلی۔''

''اپنا اسٹوڈیو نہیں دکھاؤ گے؟''

دونوں باہر آ گئے۔ چارلی مکمل اور نامکمل تصویریوں کا جائزہ لیتا پھرا۔ ''اب تمہیں اپنی تصویریوں کی نمائش کا سوچنا چاہیے۔''

''ابھی تو ممکن نہیں۔ میرے پاس ایسی تصویریں ہی نہیں۔''

چارلی نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ''یہ تصویریں کم تو نہیں ہیں۔''

''یہ سب ردی ہیں۔'' آذر کے لہجے میں بےزاری تھی۔

چارلی متجسس نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ''کوئی نئی بات..... کوئی خاص تھیم ہے تمہارے ذہن میں؟''

''ہاں، اس بار ہونے والی نمائش شاید میری آخری نمائش ہو گی..... آخری مگر بھرپور اور یادگار۔''

''ایسی باتیں نہ کرو ینگ اولڈ مین۔'' چارلی نے اسے ٹوکا۔ ''اپنی نئی تھیم دکھاؤ نا۔''

''ضرور۔'' آذر نے کہا اور اسٹور میں جا کر اپنی نئی تصویریں نکال لایا۔ اس نے ایک تصویر ایزل پر لگا دی۔ ''لو دیکھو۔'' پھر وہ بہت غور سے چارلی کو دیکھنے لگا۔

چارلی کا ردعمل اس کے لئے بہت خوش کن تھا۔ وہ مبہوت ہو کر تصویر کو دیکھے جا رہا تھا۔ ''بہت خوب..... بہت خوبصورت ہے۔'' بالآخر اس نے سرگوشی میں کہا۔

''ہٹا لوں؟'' آذر نے پوچھا۔

''ہاں، اور تصویریں بھی دکھاؤ۔''

آذر نے وہ تصویر اتاری اور دوسری تصویر ایزل پر لگا دی۔

پانچوں تصویریں دیکھنے کے بعد چارلی نے گہری سانس لی۔ ''میں نے زندگی میں ایسا کام کبھی نہیں دیکھا۔'' وہ بولا۔ ''تم نے کمال کر دیا ہے آذر!''

آذر کی خوشی کی کوئی حد نہیں تھی۔ چارلی کی تعریف معمولی نہیں تھی۔ ''شکریہ۔'' اس نے آہستگی سے کہا۔

چارلی اب پانچویں تصویر کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ ''ان تصویروں میں جو لڑکی ہے، اسے تم پہلے بھی کئی بار پینٹ کر چکے ہو۔'' اس نے کہا۔ ''مگر ان

تصویریوں میں یہ جیتی جاگتی لگ رہی ہے۔تم نے ایک بار بتایا تھا کہ یہ تمہاری کزن تھی لیکن اس کی موت کو تو برسوں گزر چکے ہیں۔

''تم درست کہہ رہے ہو۔''

''مگر یہ تصویریں بتاتی ہیں کہ جیسے یہ تمہارے سامنے موجود تھی۔''

''ہاں، خوش قسمتی سے یہ لڑکی مجھے مل گئی ہے۔''

''کہاں؟ کیسے؟''

''تمہارے پاس وقت ہو تو میں تمہیں ایک فلم دکھانا چاہوں گا۔''

''ضرور، لیکن کب اور کہاں؟''

''ابھی اور یہیں۔'' آذر نے کہا اور گھنٹی بجا کر محمد حسین کو طلب کرلیا۔

☆......☆......☆

فلم ختم ہوگئی۔آذر نے اٹھ کر پروجیکٹر سے آخری ریل اتاری پھر وہ اپنی جگہ آ بیٹھا۔دیر تک دونوں گم صم بیٹھے رہے۔آذر کی تو زنگی دیکھنے کے بعد ہمیشہ یہی کیفیت ہوتی تھی مگر چارلی بھی سحر زدہ نظر آرہا تھا۔

دیر تک خاموشی رہی پھر چارلی نے ہی خاموشی کو توڑا۔''مجھے یقین نہیں آتا۔''

''کیا یقین نہیں آتا؟'' آذر نے پوچھا۔

''یہ انڈین فلم ہے؟ تمہارے ہاں بنی ہے؟''

''ہاں، کیسی لگی تمہیں؟''

''اس کا شمار تو دنیا کی عظیم ترین فلموں میں ہونا چاہئے۔'' چارلی نے کہا۔''تو تم آج کل اس اداکارہ کو پینٹ کررہے ہو۔یہ ہے تمہاری ماڈل؟''

''ماڈل تو نہیں، اتنی مصروف اداکارہ کو تصاویر سے کہاں دلچسپی ہوسکتی ہے۔اس سے تو میری دوسری ملاقات بھی نہیں ہوئی اب تک۔''

''میں سمجھ گیا۔تم اس کی فلم سے مدد لے رہے ہو۔''

''دیومالا کا بیک گراؤنڈ تو میرے ذہن میں پہلے سے تھا۔لیکن پہلے میری ماڈل بنیادی طور پر رقاصہ نہیں تھی۔وہ کمی اب پوری ہوگئی۔'' آذر نے مسکراتے ہوئے کہا۔''ہاں، اس فلم کے اسٹل شاٹس سے مجھے بہت مدد مل رہی ہے۔''

''یقین کرو جمیل، تم بہت بڑا کام کر رہے ہو۔ تم مصوری کی دنیا میں امر ہو جاؤ گے۔''

''امر تو میں اب بھی ہوں۔'' آذر نے کہا۔ ''ہاں، شاید مکمل ہو جاؤں گا۔''

''اور تمہارے خیال میں تم نمائش بھر تصویریں کب تک بنالو گے؟''

''کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اس معاملے میں تعداد کی کوئی اہمیت نہیں۔ میں کہہ چکا ہوں کہ یہ میری آخری نمائش ہوگی اور نمائش اس وقت ہوگی جب میں یہ محسوس کروں گا کہ اب میرے پاس کرنے کو کچھ نہیں رہا۔ میں خالی اور مطمئن ہوں۔

چارلی اسے عجیب سی نظروں سے دیکھتا رہا۔'' اس کے متعلق بعد میں بات کریں گے۔ ابھی تو میں بہت کچھ سوچنا چاہتا ہوں۔ میرے ذہن میں اس وقت کئی آئیڈیے ہیں، اپ پر غور کرنے کے بعد میں تم سے ڈسکس کروں گا۔''

''اب کیا ارادہ ہے؟''

''ہوٹل جاؤں گا۔ میرا کمرا ریزرو ہے۔''

''اب کب ملاقات ہوگی؟''

''میں آنے سے پہلے تمہیں رنگ کرلوں گا۔ میرا اندازہ ہے کہ اس وقت تم پر کام طاری ہے۔ ایسے میں تمہیں ڈسٹرب کرنا اچھا نہیں۔''

آذر مسکرایا۔ اسے اپنے ایجنٹ کی یہ ادا بہت اچھی لگتی تھی۔ وہ اس کے کام کے درمیان کبھی نہیں آتا تھا۔ ''اب ایسا بھی نہیں۔'' اس نے کہا۔

''بات یہ ہے کہ میں بھی کچھ دن مصروف رہوں گا۔ پھر میں واقعی سوچنا بھی چاہتا ہوں۔''

''او کے چارلی۔''

☆......☆......☆

آذر پھر جوش وخروش سے کام میں لگ گیا۔ لیکن اگلے روز ہی یہ سلسلہ ٹوٹ گیا۔ اس کی وجہ ایک فون کال تھی۔

فون کی گھنٹی بجی تو اس نے ریسیور اٹھالیا۔ ''ہیلو۔''

''کیسے ہیں؟'' دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز نے پوچھا پھر کہا۔ ''شاید آپ پہچانے نہیں۔''

''یہ تو ممکن ہی نہیں ہے۔ ہاں یقین نہیں آ رہا ہے۔''

''کیوں؟ کیا آپ سمجھتے تھے کہ میں وعدہ پورا نہیں کروں گی؟''

''وعدہ پورا کرنا دور کی بات ہے۔ اس کے متعلق تو میں اس وقت بھی نہیں سوچ رہا ہوں۔ مجھے یقین تھا کہ تم اب کبھی رابطہ نہیں کرو گی۔''

''مجھے افسوس ہے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں نے آپ پر اتنا خراب تاثر چھوڑا ہے۔'' نیا کے لہجے میں اداسی تھی۔ چند لمحوں کے توقف کے بعد اس نے کہا۔ ''صرف اس لئے نا کہ میں اداکارہ ہوں۔''

آذر کا دل موم ہو گیا۔ ''ایسی کوئی بات نہیں۔ میں نے مصروفیت کی وجہ سے یہ سوچا تھا۔''

''حالانکہ میں نے یقین دلا دیا تھا کہ میں اپنے لئے بھی وقت رکھتی ہوں اسی لئے بیک وقت زیادہ فلموں میں کام نہیں کرتی۔''

''مجھے یاد ہے۔''

''تو پھر شاید آپ نے مجھے جھوٹا سمجھا ہوگا۔''

''یہ بات بھی نہیں۔ اب اس بات کو چھوڑو نا۔ کیسی ہو؟''

''اب آپ یہ پوچھنا چاہ رہے ہیں کہ خیریت تو ہے۔ فون کیسے کیا ہے؟ ہے نا؟''

آذر کو اس پر پیار آ گیا۔ اسے اتنی شدت سے اپنی زیادتی کا احساس تھا کہ وہ خود اپنے اوپر فردِ جرم عائد کر رہی تھی۔ ''زہرہ، ایسی بھی کوئی بات نہیں۔ کیا تم تمام وقت میری طرف سے خود سے شکایتیں کرتی اور خود ہی جواب دیتی رہو گی؟ کوئی بات نہیں کرو گی۔'' اس کے لہجے میں محبت تھی۔

''میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ آپ کو فون کروں گی۔ کتنی ہی تاخیر کے بعد ہو، میں بہرحال آپ کے گھر آنا چاہتی تھی لیکن مجھے آپ کے پاس آنے کی آزادی حاصل کرنے میں اتنی دیر ہو رہی ہے کہ میری برداشت جواب دے گئی۔'' اس کی آواز لرز رہی تھی۔ ذرا سے توقف کے بعد اس نے کہا ''میں نے سوچا، آپ کی آواز ہی سن لوں۔''

آذر ریسیور ہاتھ میں لئے گم صم بیٹھا تھا۔ اسے اپنی سماعت پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ لہجے میں ایسی تڑپ تو محبت ہی سے آتی ہے۔ لیکن کہاں وہ اور کہاں اداکارہ نیا۔ عمر کا اتنا بڑا فرق۔ پھر اس نے سوچا، ممکن ہے خدا کو میری محرومیوں کا خیال آ گیا ہو۔ وہ نوازنے پر آئے تو دو گھونٹ پانی کے لئے ترسنے والے کو میٹھے پانی کا دریا عطا فرما دے۔ کون جانے...... کون جانے! اس کے اندر شک اور خوش امیدی کے دیے جل بجھ رہے تھے۔ عجیب کیفیت ہو تھی اس کی۔

نیا کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ ''میری ایک ہفتے کی مصروفیت اور ہے۔ مگر اب مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ پھر مجھے یہ ڈر بھی لگا کہ آپ کہیں بدگمان ہو کر مجھ سے خفا نہ ہو جائیں۔ یہ مجھے گوارا نہیں۔ آذر صاحب، آپ مجھ سے ناراض تو نہیں ہیں نا؟''

''نہیں، زہرہ، میں چاہوں بھی تو تم سے ناراض نہیں ہوسکتا۔آذر نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

''بس اب میں مطمئن ہوں۔ایک ہفتے بعد میں آپ کے پاس ہوں گی۔ٹھیک ہے؟''

''میں انتظار کروں گا۔''

''اچھا خدا حافظ۔''

آذر رابطہ ٹوٹنے کے بعد بھی دیر تک ریسیور ہاتھ میں لئے بیٹھا رہا۔

اس کال کے بعد آذر سے کام نہیں کیا گیا۔ایک بے خودی سی تھی، جو اس پر طاری تھی۔وہ بڈھا تھا۔کہتے ہیں کہ بڈھا بچہ برابر ہوتا ہے لیکن وہ بچہ نہیں تھا۔وہ تو محسوسات کا آدمی تھا۔زہرہ کے لہجے نے جو کچھ اسے بتایا تھا، وہ ناقابل تردید تھا۔ہاں وہ یہ ضرور سوچ رہا تھا کہ نیا اداکاری کر رہی ہوگی۔

لیکن کیوں؟ اسے اس سے کیا غرض ہوسکتی ہے؟

مگر وہ اس بارے میں زیادہ سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔وہ تھا ہی خوبصورت کیفیات کا آدمی۔صرف شک وشبے کی وجہ سے، خواہ وہ کتنا ہی مضبوط ہو، ایک خوبصورت کیفیت کو گنوانا اسے پسند نہیں تھا۔وہ بس یہ جانتا تھا کہ اسے ایک خواب کی تعبیر مل گئی ہے، جس کے ملنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔

اب اسے زہرہ کا انتظار تھا اور اس دوران میں وہ کام بالکل نہیں کرسکتا تھا۔

☆......☆......☆

دو بجے کے قریب فون کی گھنٹی بجی۔آذر نے ریسیور اٹھایا۔''آذر جمیل اسپیکنگ۔''

''ینگ اولڈ مین۔تم نے تو کمال کردیا۔'' دوسری طرف سے چارلی واٹرز بے حد ایکسائیٹڈ لہجے میں بول رہا تھا۔''کونگریچولیشنز۔''

''کیا بات ہے چارلی! کس حوالے سے بات کر رہے ہو؟''

''میں تمہارے انٹرویو کی بات کر رہا ہوں۔''

''انٹرویو؟'' آذر کو انٹرویو یاد بھی نہیں تھا۔

''تمہیں نہیں معلوم، آج دی سن میں تمہارا انٹرویو شائع ہوا ہے۔''

آذر کی سمجھ میں اب بھی کچھ نہیں آیا۔''میری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔میں نے دی سن کو کوئی انٹرویو نہیں دیا۔''

''صحیح بتاؤ، تم مصروف تو نہیں ہو؟'' چارلی نے پوچھا۔

''نہیں۔''

''بس تو میں آ رہا ہوں۔''

رابطہ منقطع ہو گیا۔ چارلی نے ریسیور رکھ دیا۔ پانچ منٹ بعد آذر کو حیرت ہوئی کہ اسے پہلی ہی ریاض تبسم کا خیال کیوں نہیں آیا۔ اس نے ایک ہی تو انٹرویو دیا تھا۔ وہی ری پرنٹ ہوا ہو گا مگر چارلی اتنا ایکسائیٹڈ کیوں تھا؟ یہ اس کی سمجھ میں نہیں آیا۔

زیادہ دیر الجھنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ پندرہ منٹ میں چارلی اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے ہاتھ میں وی سن کا شمارہ تھا۔

دونوں گرم جوشی سے ملے۔ آذر نے اس کی تواضع کی۔ چارلی نے اس کی طرف اخبار بڑھایا۔ آذر نے کہا ''اس کی ضرورت نہیں۔ مجھے یاد آ گیا ہے۔ زندگی دیکھنے کے بعد میں نے ایک انٹرویو دیا تھا۔ یہ وہی انٹرویو ری پرنٹ ہوا ہے۔''

پھر بھی اس نے اخبار لیا اور انٹرویو کو سرسری نظر سے دیکھا۔

''مگر ینگ اولڈ مین، تم تو پبلسٹی سے بھاگتے رہے ہو۔'' چارلی نے اسے یاد دلایا۔

''اب بھی بھاگتا ہوں۔ یہ میں نے اس صحافی سے گفتگو کی تھی، جس نے مجھے زندگی کا پرنٹ دلوایا تھا۔ تم تو اس کی اہمیت سمجھتے ہو۔ درحقیقت اس نے بہت بڑا کام کیا تھا۔ مجھے جب یہ پرنٹ ملا ہے، فلم کو ریلیز ہوئے ایک ہی دن ہوا تھا۔ اس صحافی نے صلے میں یہ انٹرویو مانگا تھا۔''

''اس سے بہتر صلہ وہ مانگ ہی نہیں سکتا تھا۔'' چارلی نے تبصرہ کیا۔

''مگر تم اتنے ایکسائیٹڈ کیوں ہو؟''

''تمہیں نہیں معلوم؟'' چارلی نے اسے عجیب سی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''کیا بے ہوشی کے عالم میں انٹرویو دیا تھا؟''

''میں اب بھی نہیں سمجھا۔''

''مائی ڈیئر جمیل، مجھے یاد نہیں پڑتا کہ تم نے کبھی کوئی بھرپور انٹرویو دیا ہو لیکن تم فکری آدمی ہو......سوچنے والے۔ اور میں ہمیشہ یہی کہتا رہا ہوں کہ تم غیر معمولی آدمی ہو، جینئس ہو۔ اب جو تم نے انٹرویو دیا تو تم نے اپنے اندر کی تمام دولت لٹا دی۔ یہ پر مغز انٹرویو درحقیقت تاریخ انسانی اور تاریخ فنون کا خزانہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ پوری انسانیت کی امانت ہے۔ اس کے بیشتر نکات ایسے ہیں کہ جن پر پوری دنیا میں تبادلہ خیال اور بحث ہونی چاہئے۔ اس طرح اس دنیا کی تاریکی کچھ کم ہو سکتی ہے۔''

آذر کچھ کھسیایا ہوا نظر آ رہا تھا۔ ''تمہیں میں اچھا لگتا ہوں اس لئے یہ سب کچھ کہہ رہے ہو۔'' اس نے شرمیلے لہجے میں کہا۔

''تم جانتے ہو کہ میں جھوٹی تعریف کبھی نہیں کرتا۔ خیر، اس بات کو جانے دو۔ بات یہ ہے کہ میں اس انٹرویو کو دنیا بھر کے اخبارات میں شائع کرانا چاہتا ہوں۔''

''تو کرادو۔''

''اس کے لئے مجھے قانونی حقوق چاہئیں۔'' چارلی نے کہا۔

''وہ ہمارے ہاں اخبارات کے پاس ہوتے ہیں۔''

''نہیں۔ اس انٹرویو کے جملہ حقوق اس صحافی کے پاس ہیں، جس نے تم سے انٹرویو لیا ہے۔''

''اوہ...... غیر معمولی بات ہے۔ ریاض تبسم......''

''ہاں۔ یہی نام ہے اس کا۔ تم مجھے اس سے ملوا سکتے ہو۔''

''کیوں نہیں۔ میں ابھی بات کرتا ہوں۔'' آذر نے ٹیلی فون انڈیکس اٹھائی۔ اس میں سے ریاض کا نمبر نکالنے کے بعد اس نے ٹیلی فون اپنی طرف کھسکایا اور ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔

☆......☆......☆

اگلا ایک مہینہ ریاض کے لئے بے حد طمانیت خیز تھا۔

مناسب وقت پر اور اچھی طرح پبلسٹی حاصل کر لینے کے بعد اس نے شام سویرا کے پبلشر جوگندر پال کو عدالت میں ذلیل ہونے سے بچا لیا تھا۔ اس معاملے میں اسے دو لاکھ روپے بھی ملے اور روزنامہ نمسکار کا پبلشر چندر کانت الگ اس کا احسان مند تھا کیونکہ بظاہر اسی کی کوششوں کے نتیجے میں یہ معاملہ عدالت میں جائے بغیر طے پایا تھا۔ یہ الگ بات کہ ریاض کے لئے وہ سب کچھ سوچا سمجھا تھا۔

اس وقت تک وہ انٹرویو ایک ایسی کلی کی طرح تھا، جس نے ابھی ابھی منہ کھولا ہو اور پھر وہ پھول بننے کے مرحلے میں داخل ہو گیا۔ پندرہ دن کے اندر اندر وہ ملک کے ہر قابل ذکر اخبار میں اور ہر بڑے ماہنامے میں شائع ہو چکا تھا۔ ریاض تبسم پر شہرت اور دولت کے دروازے کھل چکے تھے۔

اور ابھی دو دن پہلے اطلاع آئی تھی کہ یہ انٹرویو پاکستان میں بھی بہت مقبول ہو رہا ہے۔ وہاں کے کئی کثیر الاشاعت روزنامے ہفت روزہ اور ماہنامے بغیر کسی اجازت کے اسے شائع کر چکے تھے۔ ریاض جانتا تھا کہ ان لوگوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جا سکتی۔ اسے کوئی اعتراض بھی نہیں تھا۔ اس کی شہرت پھیل رہی تھی۔

اب تک سب سے بڑا فائدہ اسے یہ پہنچا تھا کہ روز نمسکار نے اسے باقاعدہ ملازمت کی پیشکش کی تھی۔ وہ اسے منہ مانگی تنخواہ اور مراعات دینے کے لئے تیار تھے۔ ریاض نے دو تین دن غور کرنے کے بعد ان کی پیشکش قبول کر لی تھی۔ درحقیقت اخبار سے منسلک ہونا اس کے کیریئر کے لئے بہت ہی اچھا تھا۔ اس حیثیت میں اسے بڑی اور بہت اہم شخصیتوں کا انٹرویو کرنے کا موقع ملتا۔

سو ریاض بہت خوش تھا۔ ایک ہفتے بعد اسے نمسکار کی ملازمت جوائن کرنا تھی۔ اس وقت وہ بمبئی جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ اسے بمبئی کے دو اخبارات سے رائلٹی وصول کرنا تھی۔ ان میں ایک وی سن تھا، جس نے آج ہی اس کا انٹرویو شائع کیا تھا۔

اس کی تیاری مکمل تھی۔ وہ گھر سے نکل ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اس کا پہلا ردعمل گھنٹی کو نظر انداز کر کے نکل جانے کا تھا لیکن کچھ سوچ کر وہ رک گیا۔ وہ پلٹ کر واپس آیا اور ریسیور اٹھایا۔ ''مجھے ریاض صاحب سے بات کرنی ہے۔'' دوسری طرف سے کسی نے کہا۔

ریاض کو آواز پہچاننے میں ایک لمحہ لگا۔ ''آذر صاحب! میں ریاض بول رہا ہوں۔'' اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ ''کیا حکم ہے جناب؟''

''حکم کیسا میاں۔ بس تم سے ملنے کو جی چاہ رہا ہے۔''

''کب حاضر ہو جاؤں؟''

''ابھی..... اسی وقت نہیں آسکتے؟''

ریاض صرف ایک لمحے کو ہچکچایا۔ ''ٹھیک ہے آذر صاحب، میں آرہا ہوں۔''

''شکریہ۔''

رابطہ منقطع ہوتے ہی ریاض نے ریسیور رکھا اور اپنا ہولڈال اور بریف کیس اٹھا کر گھر سے نکل آیا۔ اب اس کی منزل ایئرپورٹ نہیں آذر جمیل کا گھر تھا۔

☆.....☆.....☆

''آپ ریاض صاحب ہیں؟'' آذر کی ملازمہ سلطانہ نے پوچھا۔

''جی ہاں، آذر صاحب نے مجھے بلایا ہے۔''

''آجائیے۔'' سلطانہ نے کہا۔ ''صاحب اسٹوڈیو میں ہیں۔ آپ چلے جائیے۔''

ریاض نے اپنا ہولڈال اور بریف کیس ڈرائنگ روم میں ہی رکھ دیا۔ ''یہ سامان میں یہیں چھوڑ رہا ہوں۔'' اس نے کہا۔

''جی ٹھیک ہے۔''

ریاض اسٹوڈیو میں چلا گیا۔آ ذر نے گرم جوشی سے اس سے ہاتھ ملایا اور اسے اپنی اسٹڈی میں لے گیا۔اسٹڈی میں ایک غیر ملکی پہلے سے موجود تھا۔ وہ اسے دیکھ کر اٹھا۔آ ذر نے تعارف کرایا۔''چارلی، یہ ہے میرا صحافی دوست ریاض تبسم۔'' پھر وہ ریاض کی طرف مڑا۔''اور یہ چارلی واٹرز ہے، میرا ایجنٹ، مینیجر اور بہت اچھا دوست۔''

ریاض نے چارلی سے ہاتھ ملایا۔اس کی نظر میز پر رکھے ہوئے ڈی سن پر پڑی۔

''بیٹھو بھئی...... بیٹھ جاؤ۔'' آ ذر نے ان دونوں سے کہا۔

وہ سب بیٹھ گئے۔''چارلی تم سے ملنا چاہ رہا تھا۔'' آ ذر نے ریاض کو بتایا۔

ریاض نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔''یہ میرے لئے ایک اعزاز ہے۔''

''یہ بات تو مجھے کہنی چاہئے ینگ مین۔'' چارلی نے جلدی سے کہا۔''میں جمیل کے انٹرویو کے حوالے سے بات کر رہا ہوں۔مجھے نہیں معلوم کہ تمہیں پتا ہے یا نہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ تمہیں اس صدی کے سب سے بڑے اور فکر انگیز انٹرویو کو سامنے لانے کا اعزاز حاصل ہوا ہے۔''

''کیوں شرمندہ کرتے ہیں مسٹر واٹرز......''

''تم مجھے چارلی کہہ سکتے ہو۔'' چارلی نے اس کی بات کاٹ دی۔''اس انٹرویو کے بارے میں یہ میری ذاتی رائے ہے لیکن میں دعوے سے کہہ رہا ہوں کہ پوری دنیا اسے اس صدی کے عظیم انٹرویو میں نمایاں مقام دے گی۔تم مبارکباد کے مستحق ہو ینگ مین!''

ریاض بے حد شرم سار نظر آ رہا تھا۔''اس میں میرا کوئی کمال نہیں مسٹر چارلی! آ ذر صاحب سے کوئی بھی انٹرویو لیتا تو یہی نتیجہ سامنے آ تا۔یہ سب ان کا کمال ہے۔''

''نہیں، تمہارا بھی کمال ہے۔'' چارلی نے مسکراتے ہوئے کہا۔''جمیل کو انٹرویو کے لئے رضامند کرنا ایک ایسا مکمل کمال ہے جو آج تک کسی کو نصیب نہیں ہوا۔''

''میں اس کے لئے بھی آ ذر صاحب کا شکریہ ہی ادا کر سکتا ہوں۔'' ریاض کے لہجے میں بے پناہ خلوص تھا۔

چارلی نے انٹرویو کے بارے میں وہی کچھ کہا، جو وہ آ ذر سے کہہ چکا تھا۔آخر میں اس نے کہا۔''یہ انٹرویو پوری دنیا تک پہنچنا چاہئے۔''

ریاض تھوڑی دیر سوچتا رہا۔اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کی زندگی میں خوش قسمتی کی پیش قدمی جاری ہے۔''آپ کی بات سے میں اتفاق کرتا

ہوں۔'' بالآخر اس نے کہا۔ ''لیکن میں وسائل سے محروم ہوں۔''

''یہ کام میں کرسکتا ہوں لیکن مجھے قانونی مضبوطی کی ضرورت ہے۔''

''میں اس سلسلے میں کیا کرسکتا ہوں۔'' ریاض کا دل جیسے حلق میں دھڑک رہا تھا۔

''تم مجھے اپنا ایجنٹ مقرر کردو۔ اس کے لئے باقاعدہ معاہدہ ہوگا۔ اس کے بعد میں اس انٹرویو کو دنیا بھر کے موقر ترین اخبارات اور جرائد میں شائع کراؤں گا۔ میں تمہارے مفادات کی نگرانی کروں گا۔ میں پوری کوشش کروں گا کہ تمہیں پلٹزر پرائز کے لئے نامزد کرادوں۔ بشرطیکہ تم مجھے اس قابل سمجھو۔''

''آپ آذر صاحب کے لئے معتبر ہیں تو میں آنکھیں بند کر کے معاہدے پر دستخط کرسکتا ہوں۔'' ریاض نے کہا۔

''یہ کاروباری معاملات ہیں ریاض۔'' آذر نے اسے ٹوکا۔

''تم نے یہ بھی نہیں پوچھا کہ اس میں میرا مفاد کیا ہے؟'' چارلی نے کہا۔

''آپ بتا دیجئے۔''

''تمہاری آمدنی کا بیس فیصد میرا ہوگا۔''

''مجھے منظور ہے۔''

چارلی نے ایک کاغذ پر اپنا ہوٹل کا روم نمبر لکھ کر اسے دیا۔ ''پرسوں میرے پاس آجانا۔ میں دستاویزات تیار کرالوں گا۔''

''ٹھیک ہے مسٹر چارلی!''

چارلی آذر کی طرف متوجہ ہوگیا۔ ''ایک کام تو ہوگیا۔''

''تو کوئی اور کام بھی ہے؟'' آذر نے پوچھا۔

''ہاں، مگر وہ مشکل ہے۔'' چارلی نے گہری سانس لے کر کہا۔ ''وہ جو فلم تم نے دکھائی تھی، میں اسے بھی پوری دنیا تک پہنچانا چاہتا ہوں۔''

ریاض چونکا۔ ''مشکل تو یہ بھی نہیں ہے۔ میں بات کروں اس سلسلے میں؟''

''زندگی کے پروڈیوسر کو جانتے ہو تم؟'' آذر نے اس سے پوچھا۔

''ارے، یہ فلم نینا نے خود پروڈیوس کی ہے۔''

آذر کے لئے یہ انکشاف تھا۔ اس کا ذہن بہت تیزی سے سوچ رہا تھا۔ چند لمحے بعد اس نے ریاض سے کہا۔ ''ریاض، تم کچھ نہیں کہنا۔ نیا سے میں خود بات کرلوں گا۔ تم اسے اس سلسلے میں بالکل نہ چھیڑنا۔''

''جو آپ کا حکم آذر صاحب! لیکن یہ اداکار لوگ بڑے مطلبی ہوتے ہیں۔''

''تم اس کی فکر نہ رکو۔ میں اسے ہینڈل کرلوں گا۔''

''تو میں اب چلوں؟''

''کمال ہے۔ میں بہت بداخلاق ہوتا جارہا ہوں۔'' آذر نے شرمندگی سے کہا پھر اس نے سلطانہ کو بلانے کے لئے بٹن دبایا۔

''آذر صاحب، کوئی تکلف نہیں سر!'' ریاض نے بے حد احترام سے کہا۔

''یہ تکلف نہیں میاں۔'' آذر بولا۔ اتنی دیر میں سلطانہ آگئی۔ ''سلطانہ کافی لاؤ جلدی سے۔''

''سر، میں کافی اگلی بار پی لوں گا۔'' ریاض نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

''کافی پیئے بغیر تو میں تمہیں جانے نہیں دوں گا۔''

ریاض پرسکون ہو کر بیٹھ گیا۔ اب اسے فلائٹ نہیں مل سکتی تھی۔

کافی پینے کے بعد اس نے اجازت طلب کی۔ آذر اسے چھوڑنے کے لئے اسٹوڈیو سے باہر آیا۔ اس کا ہولڈال اور بریف کیس دیکھ کر آذر کو حیرت ہوئی۔ ''تم کہیں جارہے ہو؟''

''اب تو نہیں جاسکتا۔ ہاں، بمبئی جارہا تھا۔ آپ کی کال ایک منٹ لیٹ ہوجاتی تو میں ایئرپورٹ کے لئے روانہ ہوگیا ہوتا۔''

آذر نے اسے عجیب سی نظروں سے دیکھا۔ ''تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں۔ یہ ملاقات بعد میں بھی ہوسکتی تھی۔''

''آذر صاحب، ممکن ہے آپ کو یقین نہ آئے لیکن میں آپ کی کوئی بات ٹال نہیں سکتا۔ یاد رکھئے گا۔ میں آپ کے لئے کچھ بھی کرسکتا ہوں۔ آپ میرے لئے اتنے ہی محترم ہیں۔''

اس کے جذبے نے آذر کے دل کو چھولیا۔ ''میں تمہارے اس احترام کو اور تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گا۔'' اس نے ریاض کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

آذر ریاض کو رخصت کر کے اپنی اسٹڈی میں واپس آیا۔ چارلی واٹرز بے تابانہ ٹہل رہا تھا۔ ''جمیل...... کیا تم واقعی اس فلم کے حقوق مجھے دلوا سکتے ہو؟'' اس نے آذر کو دیکھتے ہی پوچھا۔

''امکان تو ہے۔'' آذر نے محتاط لہجے میں کہا۔

چارلی ہاتھ مل رہا تھا، جو اس کے اندرونی اضطراب اور ہیجان کی غمازی کرتا تھا۔ ''جمیل ..... یہ ڈیل جیک پاٹ ثابت ہو سکتی ہے۔'' اس نے کہا۔

''اس لئے میں یہ فلم خود ریلیز کرنا چاہوں گا۔ یہ فلم دنیا بھر میں سپر ہٹ ہو سکتی ہے۔''

''تو ایسا کرلو۔''

''لیکن اس کے لئے بہت زیادہ سرمائے کی ضرورت ہوگی۔''

''تو پھر؟''

''میری ایک بات مانو گے؟''

''کہو تو۔''

''تم میرے ساتھ شراکت کرلو۔ سرمایہ تمہارا، محنت میری۔ منافع ففٹی ففٹی۔''

آذر اتنی دیر سے الجھن میں پڑا ہوا تھا۔ وہ نیا کو چارلی سے ملوانا نہیں چاہتا تھا۔ چارلی کی تجویز نے یہ مسئلہ حل کر دیا۔ ''چلو، مجھے منظور ہے لیکن پروڈیوسر کو کیا ملے گا؟'' اس نے کہا۔

''گراس کا ففٹین پرسینٹ۔ تم کہو تو میں معاہدہ تیار کرالوں؟''

''تم کاغذات تیار کر کے بھجوا دینا۔ مجھ سے جتنی رقم چاہئے، وہ بتا دو، میں تمہیں چیک دے دیتا ہوں۔ پروڈیوسر کو یہاں جو رقم دینی ہوگی وہ یہیں ادا کر دوں گا۔''

چارلی سوچتا رہا پھر بولا۔ ''یہ حساب کتاب تو مجھے وہاں جا کر لگانا ہوگا۔ پھر میں تم سے رقم لے لوں گا۔'' وہ چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ ''مجھے یقین ہے، تمہیں اس میں نقصان نہیں ہوگا۔ البتہ بہت زیادہ منافع ہو سکتا ہے۔''

''مجھے اس کی پرواہ بھی نہیں۔'' آذر نے کندھے جھٹک دیئے۔

''اس کا مطلب ہے، چھ سات ہفتے بعد مجھے دوبارہ آنا ہوگا۔''

''یو آر ویل کم۔''

☆......☆......☆

اب وہ تھا اور انتظار کا موسم، اس کے نزدیک انتظار ایک چھوٹی سی رت تھی جو موسم وصل سے پہلے آتی ہے۔ ہاں، یہ رت کبھی پھیل کر بہت طویل بھی ہو جاتی ہے۔ یہ اس کے لئے موسم سرما کی آخری بارش کی طرح تھی، جو بہار کی نقیب ہوتی ہے۔ جو ملک بہار کے آنے سے پہلے اس کے شایان شان استقبال کا اہتمام کرتی ہے۔ سوکھے درختوں کو نمو دیتی ہے۔ کلیوں کے کھلنے اور شگوفوں کے پھوٹنے کا اہتمام کرتی ہے۔

سوان دنوں وہ اس رت میں جی رہا تھا۔ دنوں کی گنتی اور زہرہ کے سوا اسے کچھ یاد نہیں تھا۔ پھر اس کے حساب سے آمد بہار کا...... آغاز وصل کا موسم آ گیا۔ اس کی سماعت کسی جانی پہچانی آہٹ کے لئے ہمہ تن متوجہ ہو گئی۔

اس روز صبح ہی سے اس کی کیفیت بدل گئی۔ وہ جیسے بارش رکنے کے بعد کا حبس تھا اور آسمان پر گھٹا اب بھی تلی کھڑی تھی۔ ہر لمحے اس کی کیفیت بد سے بدتر ہوتی گئی۔ شام ہو گئی۔ اس کا جی چاہنے لگا کہ وہ مر جائے۔ ایسا انتظار اس نے کبھی نہیں کیا تھا۔

سورج غروب ہو گیا اور وہ نہیں آئی۔ رات ہو گئی۔ اس کا کرب بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ منتظر آنکھوں نے ایک لمحے کے لئے بھی اپنے پٹ بند کرنا گوارا نہیں کیا۔ صبح ہوتے ہوتے امید نا امیدی میں بدل گئی لیکن نا امیدی مکمل نہیں تھی۔ اندر سے کہیں، بہت اندر امید زندہ تھی اور منہ چھپائے بیٹھی تھی۔

وہ دن بھی گزرا۔ شام ہوئی پھر رات ہوئی۔ اس دوران میں اس نے کچھ کھایا پیا نہیں تھا۔ اس کا حال عجیب ہو رہا تھا۔ وہ ایسے کسی زنداں میں...... بلکہ خلا میں سانس لے رہا تھا، جہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ نہ روشنی، نہ کوئی آواز...... بلکہ وہاں تو وقت بھی نہیں تھا۔ وہ جیسے زہرہ کے وعدے کی ساعت کا اسیر ہو گیا تھا۔

آدھی رات گزر گئی تھی کہ اس کے حساس کانوں کو کوئی آہٹ سنائی دی...... پھر قدموں کی چاپ مگر یہ وہم اتنی بار ہو چکا تھا کہ اب اس نے اسے اہمیت دینا چھوڑ دیا تھا۔ مگر چاپ قریب آ گئی...... اور بہت قریب...... سامنے آ کر خاموش ہو گئی۔

کئی لمحے گزر گئے۔ وہ ایک اور فریب کھانے سے بچنا چاہ رہا تھا۔ لیکن پھر اس سے رہا نہیں گیا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ سامنے کھڑی تھی۔ وہ اسے غور سے دیکھتا رہا۔ سرخ رنگ کی ساڑی اور گہرے نیلے بغیر آستین کے بلاؤز میں وہ قیامت لگ رہی تھی۔ میک اپ سے پاک چہرہ پھول کی طرح کھلا ہوا تھا۔

آذر نے منہ پھیر لیا۔

''کیا بات ہے۔ مجھ سے ناراض ہیں؟'' نیا نے پوچھا۔

آذر کو اچانک ہی اپنے وقار کا خیال آ گیا۔ عمر کے اس حصے میں اظہار محبت اور اظہار وارفتگی وقار کے منافی تھا۔ چنانچہ اس نے بے حد ٹھنڈے لہجے میں کہا۔ ''نہیں۔ ناراضی کی تو کوئی بات ہی نہیں۔''

''میں ایک دن لیٹ ہوگئی لیکن یقین کریں مجبوری تھی۔''

''میں کب شکایت کر رہا ہوں۔'' نہ چاہتے ہوئے بھی آذر کے لہجے میں شکایت آ گئی۔

''آپ کو پتا ہے، میں اس وقت کہاں ہوں؟'' نیلا نے شگفتہ لہجے میں پوچھا پھر خود ہی جواب دیا۔ ''اس وقت میں نیویارک ہوں۔''

''کیا مطلب؟''

''سب یہی سمجھ رہے ہیں۔ میں نے یہی بتایا ہے سب کو۔'' نیلا نے ہنس کر کہا۔ ''اب مجھے اپنے لئے آپ کے قریب ہی کہیں کوئی مکان تلاش کرنا ہوگا۔ لیکن آج رات تو آپ کو ہی زحمت اٹھانا ہوگی۔''

آذر کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ ''کیوں؟ میرے گھر نہیں ٹھہرو گی؟''

دیکھئے جی، آدمی ایک دن مہمان، دوسرے دن مہمان، مگر تیسرے دن بلائے جان ہو جاتا ہے۔ جبکہ میں تو کم از کم ایک مہینہ آپ کے سر پر سوار رہوں گی اور ہوسکتا ہے کہ دو مہینے رہوں۔''

آذر پر تو شادی مرگ کی کیفیت طاری ہوگئی۔ ''اور تمہاری فلمیں......''

''اسی لئے تو اتنے دن لگ گئے۔'' وہ ایک ادا سے بولی۔ ''آپ تو میرے بارے میں جانے کیا کیا گمان کر رہے ہوں گے اور میں نے دن رات ایک کرکے اپنی تمام فلمیں مکمل کرائی ہیں۔ اب میں آزاد ہوں۔'' وہ ہنسی۔ ''اور امریکہ میں ہوں۔''

''مگر زندگی کی کامیابی کے بعد تو تم پر فلمیں برس پڑی ہوں گی۔''

''اس کے بعد سے اب تک میں نے ایک فلم بھی سائن نہیں کی ہے۔''

''کیوں؟'' آذر کے لہجے میں حیرت تھی۔

''میں بہت سارے دنوں کے لئے آئی ہوں جناب، سب کچھ ابھی پوچھ لیں گے کیا۔''

''واقعی، میں نے تو تمہیں بیٹھنے کو بھی نہیں پوچھا۔'' آذر شرمندہ ہوگیا۔ ''تمہارا سامان کہاں ہے؟''

''آپ کے ملازم نے ایک کمرے میں پہنچا دیا ہے۔''

آذر جانتا تھا کہ سلطانہ سوچکی ہوگی۔ ''ٹھیک ہے۔ میں محمد حسین سے کہہ کر تمہارا سامان اپنی خواب گاہ میں رکھوا دیتا ہوں۔''

نیا کے چہرے پر رنگ دوڑ گیا۔ ''اور آپ؟''

''میں؟ میں تو اسٹوڈیو میں ہی سوتا ہوں زیادہ تر۔'' آذر نے جواب دیا۔ ''اور ہاں، تمہیں مکان ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں۔ میرا گھر بہت بڑا ہے۔''

''لیکن آپ کے ملازم؟''

''وہ سب میرے اعتبار کے ہیں۔ تم فکر نہ کرو۔ تمہاری موجودگی کی بات باہر نہیں جائے گی۔ چلو، میں تمہیں کمرا دکھا دوں۔''

آذر نے نیا کا سامان اپنی خواب گاہ میں رکھوا دیا اور اسے کمرا دکھایا۔ ''بس اب یہ کمرا تمہارا ہوگا۔''

''بہت خوبصورت کمرا ہے۔ کیوں نہ ہو، آپ کا جو ہوا۔'' نیا نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

آذر کو اچانک چکر آ گئے۔ اس نے دیوار کا سہارا لیا اور پھر دھیرے دھیرے بیڈ کی طرف آ گیا۔ نیا نے سہارا دے کر اسے بٹھایا۔

''کیا ہوا؟'' اس نے پر تشویش لہجے میں پوچھا۔

''شاید بھوک...... کمزوری ہو گئی ہے۔ دراصل میں نے 48 گھنٹوں سے کچھ نہیں کھایا پیا۔''

''یہ کیا غضب کیا آپ نے۔'' نیا اور پریشان ہو گئی۔ ''اچھا، اب تو کچھ کھا لیجئے۔''

''اب تو سلطانہ سو چکی ہے۔ میں اسے نہیں اٹھا سکتا۔''

''تو میں کچھ پکا لاتی ہوں۔ کچن میں چیزیں تو ہوں گی۔''

''کچن میں بھی اور فریج میں بھی۔ لیکن تم کہاں......''

''ابھی آپ نے مجھے دیکھا کہاں ہے آذر صاحب۔'' نیا نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ ''اس خرابے میں بڑے خزانے چھپے ہیں۔ آپ پلیز آرام سے لیٹ جائیں۔ میں ابھی آئی۔''

وہ ہوا کے جھونکے کی طرح کمرے سے نکل گئی۔

☆......☆......☆

بھوک اور نیند میں مقابلہ تو بہت ہوا لیکن بالآخر نیند جیت گئی۔ شدید بھوک کے باوجود آذر کی آنکھیں بند ہوتی گئیں۔ لمحوں میں وہ بے خبر سو گیا۔

پھر اسے احساس ہوا کہ نرم و گداز انگلیاں اس کے بالوں کو سہلا رہی ہیں۔ اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ نیا اس پر جھکی ہوئی تھی۔ اس وقت وہ شب خوابی کے لباس میں تھی۔ پہلے تو آذر کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا پھر اسے سب کچھ یاد آ گیا۔ ''سوری، تمہیں یہ کمرا دیا اور پھر خود ہی یہاں سو گیا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے مینرز تباہ ہوتے جا رہے ہیں۔ تمہیں آرام کی ضرورت مجھ سے زیادہ ہے۔''

''جی نہیں۔ آپ کو ہر چیز کی ضرورت مجھ سے زیادہ ہے۔'' نیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''اور آپ بھول رہے ہیں کہ آپ کو بھوک کی وجہ سے چکر آ رہے تھے۔''

''ارے ہاں۔'' آذر ایک دم اٹھ کر بیٹھ گیا۔ تب اس کی نظر ٹرالی پر پڑی۔ اس نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ اسے حیرت ہوئی۔ صرف آدھے گھنٹے میں زہرہ نے کھانے کا اتنا اہتمام کر لیا تھا۔ وہ واقعی اسے حیران کر رہی تھی۔

اس نے باتھ روم میں جا کر کلی کی اور منہ دھویا۔ وہ واپس آیا تو زہرہ ٹرالی کو بیڈ سے لگا چکی تھی۔ آذر کھانے پر ٹوٹ پڑا۔ پیٹ میں کچھ پڑا تو اسے زہرہ کا خیال آیا ورنہ وہ اسے بھول ہی چکا تھا۔ منہ میں موجود نوالہ چباتے ہوئے اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ زہرہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

''میں نے تمہیں پوچھا بھی نہیں۔'' آذر نے شرمساری سے کہا۔ ''آؤ نا۔''

''میں تو کھانا کھا چکی ہوں۔ آپ کھائیں بے فکری سے۔''

''کھانا ختم ہوتے ہی وہ کافی لے آئی۔

آذر کافی کی پیالی خالی کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔ ''اب تم آرام کرو۔'' تھک گئی ہو گی۔ شب بخیر۔''

نیا کچھ کہنا چاہتی تھی مگر کہتے کہتے رک گئی۔ ''شب بخیر۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔

آذر اپنے اسٹوڈیو میں چلا آیا۔ کچھ دیر وہ اسٹوڈیو میں ہی چہل قدمی کرتا رہا۔ کھانے کے بعد تھوڑی دیر ٹہلنا اس کا معمول تھا۔ پھر وہ خواب گاہ میں چلا گیا۔ اس نے لائٹ آف کی اور بستر پر دراز ہو گیا۔

پانچ منٹ بعد اسے احساس ہوا کہ وہ بلاوجہ آنکھیں بند کیے لیٹا ہے۔ اس کی آنکھوں میں تو نیند کا نام و نشان بھی نہیں۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی تو اس سے ہلا بھی نہیں گیا۔ دو دن، دو رات کا جاگنا رنگ لایا تھا۔ جسم انتظار اور بے خوابی کی تھکن سے چور ہو گیا تھا اور اب آرام کا تقاضا کر رہا تھا۔ دوسری طرف ذہن تھا کہ سونے کے لئے آمادہ ہی نہیں تھا اور وہ مسلسل زہرہ کے بارے میں سوچے جا رہا تھا۔

آذر کسی بت کی طرح ساکت وصامت پڑا رہا۔کیسی ستم ظریفی تھی کہ پہلے وہ زہرہ کے نہ آنے کی وجہ سے جاگ رہا تھا اور اب وہ اس کے آنے کی وجہ سے جاگ رہا تھا۔

یہ سب کیا ہے؟ وہ کیا چاہتا ہے زہرہ سے؟ اس نے معقولیت سے سوچنے کی کوشش کی مگر دل میں کسی ضدی بچے کی طرح بس چاند کو حاصل کرنے کی ضد پر اڑا ہوا تھا۔ ''بس وہ میرے سامنے، میرے قریب...... بہت قریب رہے۔ اس کے اندر سے کسی نے جواب دیا۔

تو اب تو وہ میرے پاس ہے...... میرے بہت قریب، وہ بڑبڑایا۔ اب میری نیند کیوں اڑ گئی ہے۔ جبکہ نیند کا نہ آنا بے سکونی کی علامت ہے اور محبت تو بے حد سکون بخش جذبہ ہے۔ پھر میرے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟''

وہ ان سوالوں کے جواب تلاش کرتا رہا اور الجھتا رہا۔ وہ اپنی سوچوں میں ایسا ڈوبا ہوا تھا کہ اسے گردوپیش کا احساس بھی نہیں تھا۔ اچانک کسی نامعلوم حس نے اسے بتایا کہ وہ خواب گاہ میں اکیلا نہیں ہے۔ وہاں کوئی اور بھی موجود ہے۔

اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھنے کی کوشش کی۔ لیکن وہاں تو گھپ اندھیرا تھا۔ اس کا شروع ہی سے یہ حال تھا کہ نائٹ بلب کی روشنی میں بھی نیند نہیں آتی تھی۔ وہ گھپ اندھیرے میں سونے کا عادی تھا۔

اس نے اندازے سے دروازے کی طرف سر گھمایا لیکن دروازہ بند تھا ورنہ پتا چل جاتا۔ اس کی نظریں اب قوسی سفر کر رہی تھیں۔ اتنی دیر میں وہ اندھیرے سے مانوس بھی ہو چکی تھی۔ اندھیرا اب اتنا دبیز نہیں رہا تھا۔

اچانک اسے پائنتی کی جانب تحرک محسوس ہوا۔ ساتھ ہی لباس کی سرسراہٹ بھی سنائی تھی۔ وہ جو کوئی بھی تھا، باریک ریشمی لباس میں تھا بلکہ اسے یقین ہو گیا کہ وہ تھی۔

''کون ہے؟'' اس نے تحرک پر نظریں جماتے ہوئے پکارا۔

تحرک ساکت ہو گیا۔ وہ ڈر گئی تھی ''آذر...... آپ کہاں ہیں؟ یہ آپ ہی ہیں ناں؟''

آذر ایک دم سے اٹھ بیٹھا۔ ''کون؟ زہرہ؟''

''جی ہاں، یہ میں ہوں...... زہرہ۔'' جواب ملا اور سفید سرسراتے ہوئے لباس والے ہیولے نے اب اس کی سمت چلنا شروع کر دیا۔

آذر کی عجیب کیفیت تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اگر وہ زہرہ ہے تو دروازہ کھولے بغیر اندر کیسے آ گئی۔ دروازہ کھلنے کی آواز تو اس نے سنی ہی نہیں تھی۔

جاری ہے......

آذر نے ڈوری کھینچی اور روشنی ہوگئی۔

چند لمحے کے لئے دونوں کی آنکھیں چندھیا کر رہ گئیں پھر زہرہ نے کہا ''آپ سوئے نہیں۔''

''نہیں'' آذر نے بے بسی سے کہا۔

''میں سمجھی تھی، آپ سو گئے ہوں گے۔''

''پھر تم یہاں کس لئے آئیں؟''

نیا شرمندہ نظر آنے لگی۔ ''وہ...... میرا جی چاہ رہا تھا کہ آپ کو سوتے ہوئے دیکھوں۔ سوچا تھا، ایک نظر دیکھ کر واپس چلی جاؤں گی۔''

''تو اب مجھے سوتے ہوئے دیکھ کر ہی جاتا۔'' آذر نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''ابھی تو میں جاگ رہا ہوں۔ آؤ بیٹھو۔''

نیا کمرے کا جائزہ لے رہی تھی'' آپ کی اسٹڈی میں نہ چلیں۔''

''مجھ سے تو ہلا بھی نہیں جا رہا ہے۔'' آذر کے لہجے میں پھر بے بسی آ گئی۔ ''لگتا ہے، جسم شل ہو کر رہ گیا ہے۔''

''مگر آپ دو راتوں سے سوئے نہیں ہیں۔ آپ کو سو جانا چاہئے تھا۔'' نیا نے تشویش سے کہا۔

''جسم تو میرا سو ہی رہا ہے لیکن دماغ سونے پر آمادہ نہیں ہے۔''

نیا ایک کرسی گھسیٹ کر اس کے پاس بیٹھ گئی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر آذر کے سر کو دھیرے سے چھوا۔ ''بال کتنے خشک ہو رہے ہیں۔'' وہ بولی۔ ''آپ سر میں تیل نہیں لگاتے؟''

''کبھی خیال ہی نہیں آیا۔ آبھی جاتا تو میرے پاس اتنی فرصت کہاں۔ میں ان باتوں کو اہمیت نہیں دیتا۔''

''حالانکہ آپ دماغی کام کرتے ہیں۔ یہ آپ کی ضرورت ہے۔'' نیا نے کہا۔ ''کسی اور سے ہی لگوا لیا کریں۔''

''اور ہے کون۔ کوئی بھی نہیں۔''

نیا اٹھ کھڑی ہوئی۔ ''میں ابھی آتی ہوں۔''

ذرا دیر بعد وہ واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں تیل کی شیشی تھی۔ ''یہ بہت خاص تیل ہے۔ میں خاص طور پر بنواتی ہوں اپنے لئے۔'' اس نے ہتھیلی پر تھوڑا سا تیل لیا اور آذر کے سر پر ملنے لگی۔ آذر نے احتجاج کیا تو اس نے ڈپٹ دیا۔ ''آپ خاموش رہیے۔''

اتنی دیر میں آذر احتجاج کے قابل ہی نہیں رہا تھا۔ اسے ناقابلِ بیان سکون کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ سکون اس قدر تھا کہ اب وہ زبان بھی نہیں ہلا سکتا

تھا۔سکون کا ایک گہرا سمندر تھا، جس میں وہ ڈوبتا جا رہا تھا۔
اسے پتا بھی نہیں چلا کہ کب وہ سویا اور کب زہرہ چلی گئی۔

☆......☆......☆

دو دن آرام کرنے میں گزر گئے۔ دوسرے دن آذر نے نیا کے ساتھ اپنے اسٹوڈیو میں زندگی دیکھی۔ اس تجربے کو دونوں نے بہت پسند کیا۔ آذر کے لئے یہ خیال بہت خوش کن تھا کہ پردے پر اداکاری کرنے والی نیا اس کے پاس بیٹھی ہے۔ دوسری طرف نیا کو اس کے تبصرے بہت اچھے لگ رہے تھے۔ ان کی وجہ سے وہ اپنی فلم کو اور بہتر طور پر سمجھ رہی تھی۔ فلم کے کچھ اور پہلو بھی اس کی سمجھ میں آ گئے تھے۔

تیسرے دن آذر نے کام شروع کر دیا۔ بارہ بجے کے قریب نیا بھی آ گئی۔ وہ اس کے سامنے ہی ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ وہ اسے کام کرتے ہوئے دیکھتی رہی لیکن اس کے آنے کے بعد آذر کی توجہ کام پر سے ہٹ گئی تھی۔ پھر نیا اس سے اس کے کام کے متعلق پوچھنے لگی۔ وہ اسے بتاتا رہا۔ مشکل باتوں کی وضاحت کرتا رہا۔

آپ کا کام بہت مشکل ہے۔ نیا نے کہا۔

''ہر کام مشکل ہوتا ہے لیکن جس کا ہو اس کے لئے مشکل نہیں ہوتا۔'' آذر نے کہا۔ ''مجھے اداکاری بہت مشکل لگتی ہے۔''

''ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ۔ مجھے بھی مشکل لگتی ہے مگر کیمرے کے سامنے کھڑی ہوتی ہوں تو پتا ہی نہیں چلتا۔''

''یہی تو خداداد صلاحیت کا کمال ہے۔ بڑی سے بڑی مشکل آسان ہو جاتی ہے۔''

نیا آذر کو بہت غور سے دیکھتے ہوئے کچھ سوچ رہی تھی۔ چند لمحے بعد اس نے کہا ''اپنے بارے میں کچھ بتائیے نا؟''

''اپنے بارے میں کیا بتاؤں؟ بتانے کو ہے ہی کیا؟''

''چلیں......زہرہ کے بارے میں ہی کچھ بتا دیجئے۔''

''زہرہ۔'' آذر نے گہری سانس لی اور نیا کو غور سے دیکھا۔ ''وہ میری کزن تھی اور بالکل تم جیسی تھی۔ کم از کم ظاہری طور پر۔'' اس نے جلدی سے وضاحت کی۔ ''مگر اب میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم اندر سے بھی ویسی ہی ہو۔ آذر کو وہ پہلی رات یاد آ گئی، جب اسے نیند نہیں آ رہی تھی اور نیا نے اس کے سر پر تیل لگایا تھا اور وہ لمحوں میں سو گیا تھا اور اس سے پہلے وہ کتنی جلدی اور کتنے سلیقے سے کھانا تیار کر لائی تھی۔ اس وقت وہ اداکارہ تو کہیں سے نہیں لگ رہی تھی۔''

''یہ تو مجھے بھی معلوم ہے۔'' زہرہ نے کہا۔'' کچھ اور بتائیں نا۔''

''کسی دن فرصت سے بتاؤں گا۔ آج تو کام کا موڈ ہے۔ تم بتاؤ، تمہارا کیا ارادہ ہے؟''

''میں نے تو اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ اب آپ میری تصویر بنائیں۔''

''میں تو تمہاری تصاویر بنانے کا آغاز بھی کر چکا ہوں۔'' آذر نے کہا۔ اس نے وہ پانچوں تصاویر نینا کو دکھائیں۔

وہ تصویریں دیکھ کر نینا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ کچھ دیر تو وہ تبصرہ نہیں کر سکی۔ آذر اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔

''بہت خوب۔ کمال کر دیا آپ نے۔'' اس نے داد دی۔'' لیکن یہ آپ نے کیسے کیا؟ میرا مطلب ہے، میرے بغیر یہ تصویریں کیسے بنا لیں آپ نے؟''

''تمہاری فلم...... اس کا پرنٹ میرے کام آ رہا ہے۔'' آذر نے پروجیکٹر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

نینا تصویروں کو بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔'' یہ تو ہو سکتا ہے کہ میرے ایکشن آپ نے فلم سے لئے ہوں لیکن یہ پس منظر، یہ دوسرے لوگ فلم میں نہیں تھے۔ فلم میں ایسا کوئی لباس بھی میں نے نہیں پہنا اور میرا خیال ہے کہ میرے چہرے کے تاثرات بھی مختلف ہیں۔''

آذر نے تعریفی نظروں سے اسے دیکھا۔'' تمہارا مشاہدہ بہت اچھا ہے۔ ہونا بھی چاہئے۔'' اس کے لہجے میں بھی ستائش تھی۔'' یہ درست ہے۔ فلم سے میں نے صرف ایکشن لئے ہیں۔ پس منظر پہلے سے میرے تصور میں تھا۔ وجہ یہ ہے کہ ہند و دیو مالا سے مجھے ہمیشہ سے دلچسپی رہی ہے۔ تصویروں میں تمہارا لباس اس تصوراتی پس منظر کا حصہ ہے اور چہرے کے تاثرات تصویر اور اس کے عنوان کے مطابق ہیں۔''

''جو کچھ آپ کے تصور میں ہے، آپ وہ سب کچھ تصاویر میں منتقل کر سکتے ہیں؟'' نینا کے لہجے میں بچوں کی سی حیرت تھی۔

''سب کچھ تو نہیں۔'' آذر کھو سا گیا۔'' ہاں، جو بہت سوچا گیا ہے اور تصور میں رچ بس گیا ہے، اسے میں تصویر میں ڈھال سکتا ہوں۔''

''جیسے میں ہوں۔'' نینا نے خوشی سے کہا۔

''تم صرف تم نہیں ہو۔ پس منظر میں بھی ایک زہرہ ہے، جسے میں نے بہت سوچا ہے، جو میرے تصور میں رچی بسی ہے لیکن میں تصور میں بھی اسے رقص کرتے ہوئے نہیں دیکھ سکا۔ بلکہ چلتے ہوئے، اٹھتے بیٹھتے ہوئے بھی اس کے انداز میں رقص کی کیفیت میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ تم آئیں تو میرا تصور مکمل ہو گیا۔ شاید تم نہیں جانتیں...... شاید کم ہی لوگ دیکھ سکتے ہیں کہ تم ساکت بیٹھی ہو، تب بھی حالت رقص میں ہوتی ہو۔''

نینا یہ سن کر بجھ سی گئی۔'' تو میں بس آپ کے تصور کی تکمیل کرتی ہوں...... تصویری معمے کا آخری گمشدہ ٹکڑا ہوں۔''

''نہیں، ایسا بھی نہیں۔ ابھی تم میرے تصور میں رچنے بسنے کے مرحلے میں ہو۔''

''آپ اس زہرہ سے بہت محبت کرتے تھے؟''

''ہاں، بہت زیادہ۔ خود اپنے اندازے سے بھی بہت زیادہ۔''

''وہ آپ کو کبھی ملی نہیں؟''

آذر نے نفی میں سر ہلایا۔ ''کبھی نہیں۔''

''کیوں؟ جبکہ وہ آپ کی کزن تھی۔''

''لمبی کہانی ہے۔'' آذر نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ ''مختصراً یوں سمجھ لو کہ مقدر کو کوئی مانے یا نہ مانے، اس کی اہمیت اپنی جگہ ہے۔ لکھنے والے نے میری قسمت میں محرومی لکھی تھی تو مجھ جیسا باغی اور سرکش بھی اسے نہیں مٹا سکا۔'' نیا کے لبوں پر مسکراہٹ دیکھ کر وہ بھی مسکرایا ''تم نہیں سمجھ سکتیں۔ میں نے کبھی کسی کے سامنے سر نہیں جھکایا، اپنے باپ کے سامنے بھی نہیں مگر میں پورا اختیار رکھنے اور کوئی رکاوٹ نہ ہونے کے باوجود زہرہ کو نہ پا سکا۔ سوچو کہ میں نے کیسی بے بسی محسوس کی ہوگی مگر پھر ایک عمر گزارنے کے بعد میں نے قدرت کے سیٹ اپ کو سمجھ لیا۔ یہی وجہ ہے کہ محرومی کے باوجود میں شاکی نہیں ہوا۔''

''مجھے بھی سمجھا دیجئے۔''

''ذرا سا غور کرو تو بات بہت سادہ اور آسان ہے۔'' آذر نے کہا۔ دیکھو، اس نے مجھے مصوری کی صلاحیت دی۔ میری طبیعت کو بغاوت اور سرکشی دی۔ اب سوچو، کوئی خاص صلاحیت تو وہ کتنے ہی لوگوں کو دیتا ہے مگر ان صلاحیتوں سے استفادہ تو کم لوگ ہی کر پاتے ہیں اور پوری طرح استفادہ کرنے والے تو چند ایک ہی خوش قسمت ہوتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ کسی فطری صلاحیت سے استفادہ کرنے کے لئے اظہار کی شدید طلب اور ایک تڑپ ضروری ہوتی ہے۔ مجھ پر اس کی خاص عنایت ہے۔ مصوری کی صلاحیت، سرکشی اور بغاوت کے بعد اس نے مجھے پہلے کسی کی طلب عطا کی...... اتنی شدت کے ساتھ کہ تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتیں۔ پھر اس نے مجھے محرومی سے دوچار کیا۔ جس کے نتیجے میں بے بسی کا شدید احساس ابھرا۔ یہ کسی مطیع و قانع انسان کے ساتھ ہوا ہوتا تو اسے بے بسی کا احساس بھی نہ ہوتا مگر معاملہ مجھ جیسے سرکش کا تھا۔ چنانچہ محرومی اور بے بسی نے کچھ کرنے پر اکسایا اور میں پوری شدت اور تڑپ کے ساتھ مصوری میں لگ گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں محروم نہ رہا ہوتا تو میرا فن بہت پیچھے رہ جاتا کیونکہ میں فکر معاش سے بے نیاز تھا۔ مجھے مصوری کی ایسی کوئی خاص ضرورت نہ رہتی۔ بس شوقیہ کام کرتا رہتا۔''

''واقعی، اس انداز میں تو میں نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا۔'' نیا نے کہا۔ ''آپ اتنی مشکل باتیں کیسے سوچ لیتے ہیں اور انہیں اتنا آسان کیسے کر لیتے

ہیں؟''

''شاید میں زیادہ سوچنے والا جانور ہوں۔ اچھا یہ بتاؤ، تم نے کبھی محبت کی ہے؟''

زہرہ سوچ میں پڑ گئی۔ اس نے جواب نہیں دیا۔

''اس میں سوچنے کی کون سی بات ہے۔'' آذر نے کہا۔ ''کی ہے تو کی ہے۔ نہیں کی تو نہیں کی۔''

''میں اتنی آسانی سے جواب نہیں دے سکتی۔ پہلے آپ کی بیان کردہ محبت کی تعریف پر پرکھنا بھی تو ہے۔ میں محبت کی توہین نہیں کرنا چاہوں گی۔ آپ سے اتنے کم وقت میں اتنا کچھ سیکھا ہے کہ بہت کچھ سمجھنے لگی ہوں۔ جانتی ہوں کہ آدمی کو کئی بار محبت کا گمان ہوتا ہے مگر وہ محبت نہیں ہوتی۔ فلم میں آنے سے پہلے مجھے ایک بار یہ گمان ہوا تھا کسی کے بارے میں۔''

''کون تھا وہ؟'' آذر کے لہجے میں دلچسپی تھی۔

''ایک عام سا گمنام سا آدمی۔ میں سمجھتی تھی کہ مجھے اس سے محبت ہے لیکن درحقیقت اس سے ایک غرض تھی مجھے۔ شاید آپ کو یقین نہ آئے لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں اداکارہ نہیں بننا چاہتی تھی۔ میں تو ایک عام گھریلو عورت کی طرح زندگی گزارنا چاہتی تھی۔ میرے والد کا انتقال ہوا تو میں بہت چھوٹی تھی۔ آٹھ سال کی تھی کہ امی بھی چھوڑ گئیں۔ ماموں نے مجھے پالا۔ وہ مجھے اداکارہ بنانا چاہتے تھے۔ میں اس عام، گمنام آدمی سے یہ چاہتی تھی کہ وہ شادی کرکے مجھے چھوٹا سا گھر دے دے، جہاں میں عافیت سے رہ سکوں۔ اس نے کہا کہ اداکارہ بننا تو اچھا ہے۔ اس طرح سب کچھ مل جائے گا...... مجھے بھی اور اسے بھی۔ میں نے سوچا کہ جب اداکارہ بننا ہے تو پھر اسے یا کسی اور کو کیوں شریک کروں۔ بس پھر اس سے تعلق ختم ہو گیا۔ فلموں میں آئی تو پتہ چلا کہ مجھ میں رقص کی پیدائشی صلاحیت ہے۔ ڈانس ڈائریکٹر کو ایک بار دیکھ کر میں ہر اسٹیپ یاد کر لیتی تھی اور کبھی غلطی نہیں کرتی تھی۔ پھر میں نے باقاعدہ رقص کی تربیت لینا شروع کر دی۔ اس کے بعد آج تک مجھے اس شخص کا خیال نہیں آیا۔ لہٰذا وہ محبت نہیں تھی۔''

''اور فلم میں آنے کے بعد؟''

''ایک بار پھر ایسا ہوا مگر اب میں پہلے سے زیادہ محتاط ہوں۔ محبت ہو گی تو اسے محبت سمجھوں گی اور کہوں گی۔''

''یہ دوسرا شخص کون ہے؟''

''کون جانے، یہ بھی میرا گمان ہے اس لئے یقین ہونے سے پہلے میں نہیں بتاؤں گی۔'' نیّا نے کہا۔ وہ ایک لمحے کو رکی اور پھر بولی ''آپ کو بھی نہیں۔''

آذر کا ہاتھ کینوس پر چلنے لگا۔

''تو اب آپ کب میری تصویر بنائیں گے؟''

''میں تمہاری ہی تصویر بنا رہا ہوں۔'' آذر نے جواب دیا ''بلکہ تمہیں کچھ تصویریں دکھا بھی چکا ہوں۔''

''وہ تو آپ نے فلم کے حوالے سے بنائی ہیں۔ اب تو آپ براہ راست میری تصویر بنائیں گے نا۔''

''ہاں۔''

''اس کے لئے مجھے کیا کرنا ہوگا؟''

''بس یونہی میرے سامنے بیٹھی رہو۔''

''آپ مجھے پوز نہیں بتائیں گے؟'' نیا نے حیرت سے پوچھا۔ ''یہی کہ میں کیسے بیٹھوں یا یا کیسے کھڑی ہوں۔ کیا اسٹائل ہو۔ پھر مجھے دیکھ دیکھ کر آپ تصویر بنائیں گے۔ میں ہلوں گی تو آپ کے انہماک میں خلل بھی ہوگا اور مجھے گھنٹوں ایک ہی پوز بنا کر کھڑا رہنا ہوگا۔''

آذر حیرت اور دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ''یہ کس نے کہہ دیا تم سے؟''

''میں نے سنا ہے کہ مصور اسی طرح تصویر بناتے ہیں۔''

''ٹھیک کہہ رہی ہو مگر میرا طریقہ کار مختلف ہے۔ کسی کو دیکھ کر اس کا عکس کینوس پر اتار دینا نقل کرنا ہے...... مصوری کا ابتدائی درجہ۔ مجھے کبھی اس انداز میں کسی ماڈل کی مدد کی ضرورت نہیں پڑی۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ میں بناوٹی انداز میں نہیں بلکہ قدرتی انداز میں تصویریں بناتا ہوں۔''

''مجھے سمجھائیں تو کہ آپ میری تصویر کیسے بنائیں گے؟''

''تم یہاں سامنے بیٹھی رہو اور باتیں کرو۔ تھک جاؤ تو ادھر ادھر ٹہلو۔ بے شک بیڈ روم میں جا کر لیٹ جاؤ یا اسٹڈی میں آرام کرسی پر نیم دراز ہو جاؤ۔ دم گھٹنے لگے تو کھڑکی کھول کر باہر دیکھو۔ گھٹن زیادہ ہو تو باہر جا کر ٹہلو۔ مضطرب ہو تو یہیں چہل قدمی کر لو۔ اس عمل میں تمہارے بے شمار قدرتی پوز بنیں گے۔ ان میں سے دل نشیں انداز اور زاویے میرے ذہن میں مرتسم ہو جائیں گے۔ یہ سب دہرایا جاتا رہے گا تو نقش بھی گہرا ہوتا چلا جائے گا۔ پھر کسی وقت میں انہیں تصویر کے قالب میں ڈھال لوں گا اور ضروری نہیں ہوگا کہ اس وقت تم میرے سامنے موجود بھی ہو۔''

''واہ...... یہ تو بہت آسان ہے۔'' نیا نے خوش ہو کر کہا۔ ''آسان بھی اور دلچسپ بھی۔''

کچھ دیر خاموشی رہی۔ آذر کام کر رہا تھا اور نیا سوچ رہی تھی۔ آذر کی شخصیت کی کشش پوری طرح واضح ہو چکی تھی۔ وہ اس کی طرف کھنچی جا رہی تھی

لیکن اس کی ایک توقع پوری نہیں ہوئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ پرانی زہرہ کے حوالے سے آذر اس کے قریب آئے گا لیکن ایسا ہوا نہیں تھا۔

نینا کو وہ رات یاد آ گئی جب وہ پہلی بار یہاں آئی تھی۔ اس رات آتے ہی اس نے آذر کو جس کیفیت میں دیکھا تھا، اس کے بعد کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں تھی۔ اگرچہ آذر نے بڑے وقار سے اس کا سامنا کیا تھا لیکن وہ بچی نہیں تھی۔ پھر اداکارہ تھی، جس کا واسطہ دن میں سو طرح کے لوگوں سے پڑتا ہے۔ وہ ہر نگاہ، ہر انداز پہچانتی تھی۔ اس نے سمجھ لیا تھا کہ اس کا انتظار آذر پر بے حد شاق گزرا ہے۔ بعد میں آذر کا حفاظتی حصار بھی ٹوٹ گیا، جب اس نے کہا کہ دو دن دو رات ہو گئے۔ نہ اس نے کچھ کھایا پیا نہ پلک جھپکائی ہے اور یہ علامت یا تو محبت کی ہے یا ہوس کی۔ تیسری کوئی بات نہیں اور وہ جو کچھ بھی تھا، نینا اسے سمجھنا چاہتی تھی۔

پھر نینا کو اپنی کیفیت بھی یاد تھی اور اسے اس پر بھی غور کرنا تھا۔ اس رات جب وہ کچن میں گئی تو وہ اداکارہ نینا نہیں، ایک گھریلو عورت تھی اور آذر کو کھاتے دیکھ کر اسے جو سچی خوشی ہوئی تھی، وہ بھی حیران کن تھی۔ پھر آذر اسے شب بخیر کہہ کر چلا گیا تھا تو وہ بستر پر کروٹیں بدلتی رہی تھی۔ وہ آذر ہی کے بارے میں سوچتی رہی تھی اور جب ایک گھنٹا ہو گیا اور اسے نیند نہیں آئی تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس وقت اس کے دل میں کیسی بچگانہ خواہش جاگی تھی۔ اس کا جی چاہا کہ وہ جا کر آذر کو دیکھے۔ دیکھے کہ وہ سوتا ہوا کیسا لگتا ہے۔ وہ خواہش ایسی تھی کہ وہ خود کو روک نہیں سکی۔ یہ خیال بھی اسے نہیں روک سکا کہ وہ ایک اجنبی جگہ اور پرایا گھر ہے۔ اس نے سلیپر پہنے اور شب خوابی کے لباس میں ہی باہر آ گئی۔

وہ دبے پاؤں اسٹوڈیو میں داخل ہوئی۔ مین اسٹوڈیو میں ایک ٹیوب لائٹ روشن تھی۔ باقی ہر طرف اندھیرا تھا۔ اس نے بہت آہستگی سے خواب گاہ کا دروازہ کھولا۔ کھڑکیوں پر شاید بہت دبیز پردے تھے، جس کی وجہ سے وہاں گھپ اندھیرا تھا۔ اس نے دروازہ بند کیا اور اندازے سے بیڈ کی طرف چلی۔ دو راتوں کا جاگا ہوا آذر یقینی طور پر سو رہا تھا۔ ایک لمحے کو اسے روشنی کرنے کا خیال آیا مگر وہ اس کی نیند خراب کرنا نہیں چاہتی تھی۔ تو پھر اس وقت یہاں آنے کی تک کیا ہے؟ اس کے اندر سے کسی نے پوچھا۔ یہ کیا بچپنا ہے کہ کسی کو سوتے ہوئے دیکھنے کی خواہش کی جائے۔ جواب نے اسے ہلا دیا تھا۔ وہ آذر کو ہر روپ میں، ہر حال میں، ہر عالم میں دیکھنا چاہتی تھی۔

اس جذبے کو کیا نام دیا جائے؟ اس وقت دن کی روشنی میں آذر کے سامنے بیٹھی نینا نے خود سے پوچھا۔

پھر اسے آذر کے سر میں تیل لگانا یاد آیا۔ اس وقت اس کے جسم میں کوئی برقی رو دوڑ رہی تھی۔ اسے آذر پر ایسا پیار آ رہا تھا کہ پہلے کبھی کسی پر نہیں آیا تھا۔ اسے یاد تھا کہ جب پہلی ملاقات میں آذر نے اسے چھوا تھا، تب بھی اس کے جسم میں کرنٹ سا دوڑ گیا تھا۔

یہ سب کیا ہے؟ باپ سے محرومی کسی بھی لڑکی کو کسی بوڑھے شخص کی طرف مائل کر سکتی ہے......

فون کی گھنٹی نے اسے چونکا دیا۔ فون اسٹڈی میں تھا لیکن اس کی ایک لائن اسٹوڈیو میں بھی تھی۔ نیما کی نظریں اٹھیں تو اسے پتا چلا کہ آذر اسے بغور دیکھ رہا ہے۔ اس کے رخسار تمتما اٹھے۔ وہ اسے اس عالم میں اپنی یادداشت پر نقش کر رہا ہے اور کسی بھی وقت تصویر بنا دے گا۔ وہ اس تصویر کا کیا نام رکھے گا؟ کیا اس نے اس کی سوچیں پڑھ لی ہیں؟

آذر اٹھ کر فون کی طرف گیا اور اس نے ریسیور اٹھایا۔ ''آذر اسپیکنگ۔''

دوسری طرف سے چارلی واٹرز کی آواز سن کر اس نے زہرہ کی طرف دیکھا۔ وہ پھر کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی تھی۔ آذر کو تجسس تھا کہ وہ کیا سوچ رہی ہے۔ بہر حال وہ چارلی سے بات کر سکتا تھا پھر بھی احتیاط ضروری تھی۔

''ہاں چارلی......'' اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

''میں آج واپس جا رہا ہوں......''

''کس وقت؟''

''رات دس بجے کی فلائٹ ہے۔''

''ٹھیک ہے چارلی، میں آ رہا ہوں۔'' آذر نے جلدی سے کہا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ چارلی خود آ جائے۔

''اوکے ینگ اولڈ مین۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔''

ریسیور رکھ کر آذر نیما کی طرف مڑا۔ ''زہرہ، مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے۔ دو تین گھنٹے میں آ جاؤں گا۔ تم بور تو نہیں ہو گی؟''

''آپ کے گھر میں میری دلچسپی کی بہت چیزیں ہیں۔ آپ میری طرف سے فکر نہ کریں۔''

آذر تیار ہونے کے لئے اپنی خواب گاہ میں چلا گیا۔ دس منٹ بعد وہ تیار ہو کر نکلا ''اچھا زہرہ، میں چلتا ہوں۔ تم کھانا کھا لینا۔''

''ٹھیک ہے! آذر صاحب۔'' نیما نے کہا۔ ''خدا حافظ۔''

آذر کے جانے کے بعد اس نے اپنی ٹوٹی ہوئی سوچوں کا سلسلہ جوڑا۔ اپنے جذبے کو پوری طرح سمجھنا تو مشکل تھا لیکن ایک بات وہ یقین سے کہہ سکتی تھی۔ وہ آذر کو باپ جیسا کوئی مقام ہرگز نہیں دیتی تھی اور نہ ہی آذر اسے بیٹی کی طرح سمجھتا تھا۔

وہ اٹھ کر لائبریری کی طرف چل دی۔ آذر کے پاس ہر موضوع پر کتابوں کا بہت بڑا کلیکشن تھا۔ وہ حتی الامکان اس سے استفادہ کرنا چاہتی تھی۔

☆......☆......☆

''یہ تم نے خواہ مخواہ زحمت کی۔ میں تو تمہارے گھر آنا چاہ رہا تھا۔'' چارلی نے کہا۔ ''میرا خیال تھا، تم مصروف ہو گے۔''

''میں مصروف نہیں تھا اور گھر میں دم گھٹ رہا تھا۔ میں نے سوچا، آؤٹنگ ہی ہو جائے۔''

''پھر ٹھیک ہے۔'' چارلی نے کہا۔ ''مگر تصویروں کے فوٹو پرنٹ کا کیا بنے گا؟''

''کون سے فوٹو پرنٹ؟'' آذر کے لہجے میں حیرت تھی۔

چارلی نے تعجب سے اسے دیکھا۔ جو تصویریں تم نے مجھے دکھائی تھیں، ان کے فوٹو پرنٹ مجھے نہیں دو گے؟''

''تم ان کا کیا کرو گے؟''

چارلی کا تعجب اور بڑھ گیا۔ ''پبلسٹی کے لئے استعمال کروں گا انہیں۔'' ''جس رفتار سے تم کام کر رہے ہو، چند ماہ میں ہی نمائش کا سامان ہو جائے گا۔ ان تصویروں کے فوٹو پرنٹ نمائش کے لئے فضا بنا دیں گے۔''

''نہیں، میں دھماکا کرنا چاہتا ہوں۔'' آذر نے کہا۔ ''میں نہیں سمجھتا کہ میری اس نمائش کو پبلسٹی کی ضرورت ہے۔''

چارلی چند لمحے سوچتا رہا پھر وہ نیم دلانہ لہجے میں بولا۔ ''شاید تم ٹھیک کہتے ہو۔ ارے ہاں، اگر نمائش سے پہلے یہ فلم ہم امریکا میں ریلیز کر سکے تو پبلسٹی کی ضرورت ہی نہیں ہے۔''

آذر کو توہین کا احساس ہوا۔ ''میں کہہ رہا ہوں کہ ان تصویروں کو پبلسٹی کی ضرورت نہیں ہے۔'' اس نے سخت لہجے میں کہا۔ ''البتہ یہ ضرور ہے کہ تصویروں سے فلم کو پبلسٹی مل سکتی ہے۔''

''سوری ینگ اولڈ مین، میرا مطلب وہ نہیں تھا جو تم نے سمجھا۔'' چارلی نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔ ''تمہاری ہی بات بھی درست ہے۔ اس صورت میں نمائش فلم کی ریلیز سے پہلے ہونی چاہئے۔''

''میں کوشش تو یہی کروں گا۔'' آذر کا لہجہ نرم ہو گیا۔

''ہاں، فلم کے حقوق دلوانے کے سلسلے میں کچھ کیا تم نے؟'' چارلی نے پوچھا۔

''تم معاہدے کا ڈرافٹ بنوا کر بھیج دینا۔ یہ کام ہو جائے گا۔''

''چلو پھر اس متوقع کامیابی کے نام ایک جام ہو جائے۔''

☆......☆......☆

ریاض تبسم بہت خوش تھا...... اور خوشی سے زیادہ وہ آذر جمیل کے لئے شکر گزاری کے جذبے سے معمور تھا۔ اس شخص نے اس کی زندگی بدل ڈالی تھی۔ اسے کہاں سے کہاں پہنچا دیا تھا۔ اس نے چارلی واٹرز سے معاہدہ کر لیا تھا اور چارلی نے اسے یقین دلایا تھا کہ اب اس کا انٹرویو مغربی دنیا کے ممتاز ترین اخبارات میں شائع ہوگا اور ہوتا رہے گا۔

اس وقت وہ شکریہ ادا کرنے کی غرض سے آذر کے گھر چلا آیا تھا۔ ملازمہ سلطانہ اور محمد حسین دونوں اسے جانتے تھے۔ دونوں کو معلوم تھا کہ وہ صاحب سے بہت قریب ہے اور ان کے پاس آتا رہتا ہے۔

''صاحب تو کہیں گئے ہوئے ہیں۔'' سلطانہ نے اسے بتایا۔

''میں انتظار کر لوں گا۔'' ریاض نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ آپ بیٹھیں۔ کچھ پئیں گے۔''

''میرا خیال ہے، میں اسٹوڈیو میں انتظار کر لوں گا۔'' ریاض نے کہا۔

سلطانہ گڑبڑا گئی۔ ''وہ...... وہ...... یہ ممکن نہیں ہے۔''

''کیوں ایسی کیا بات ہے؟'' ریاض کے اندر کا صحافی جاگ اٹھا۔

سلطانہ سوچ میں پڑ گئی۔ اسے کوئی جواب نہیں سوجھ رہا تھا۔ پھر وہ جلدی سے بولی۔ اسٹوڈیو صاحب بند کر گئے ہیں۔ میں آپ کے لئے چائے لاتی ہوں۔''

ریاض کی تسلی نہیں ہوئی۔ دال میں یقیناً کچھ کالا تھا۔ سلطانہ کے جانے کے بعد وہ یونہی ڈرائنگ روم کے دروازے تک گیا اور راہداری میں جھانکا۔ یہ وہ لمحہ تھا، جب نیا کتابیں لے کر لائبریری سے نکل رہی تھی۔ دونوں کی نظریں ملیں۔ نیا صرف ایک لمحے کو ٹھٹکی۔ پھر وہ ریاض کی طرف بڑھنے لگی۔

''تم کیسے آئے؟'' اس نے ریاض سے پرتپاک لہجے میں کہا۔

''میرا خیال تھا کہ میں اسی شہر میں رہتا ہوں۔'' ریاض نے خشک لہجے میں کہا۔ ''یہ تو مجھے خیال بھی نہیں تھا کہ میں ٹہلتا ہوا نیویارک میں آ نکلا ہوں کیونکہ تم نیویارک میں ہو۔''

نیا ڈرائنگ روم میں چلی آئی۔ ریاض بھی اندر آ گیا۔ دونوں بیٹھ گئے۔ ''تم تو جانتے ہی ہو کہ یہاں ذرا سی دیر میں اسکینڈل بن جاتا ہے۔'' نیا نے کہا۔ ''اس لئے مجھے امریکا کا بہانہ کرنا پڑا لیکن کون ہے جو ایسا نہیں کرتا۔''

''صفائی پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔''

''یہ صفائی نہیں، وضاحت ہے۔'' نیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تمہیں میں اپنے دوستوں میں شمار کرتی ہوں۔''

''شکریہ۔ اور آذر صاحب کے بارے میں کیا خیال ہے؟''

''میں سمجھ نہیں پا رہی ہوں۔ بہرحال دوست تو وہ بھی ہیں۔''

''دوست کا مطلب ہے وہ شخص، جس سے کوئی فائدہ پہنچ سکے۔'' ریاض نے سادگی سے کہا اور پھر اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی بول اٹھا۔ ''تو تم یہاں مقیم ہو؟''

نیا کو اس ذہین اور باخبر صحافی سے اب خوف آ رہا تھا۔ اس کا انداز مدافعانہ ہو گیا۔ ''ریاض، تمہیں نہیں معلوم، آذر صاحب نے نرگی کے پریمیئر میں شرکت کے لئے ایک شرط رکھی تھی...... اور میں نے وعدہ کر لیا تھا۔''

''یہ کہ تم امریکا جانے کے بجائے یہاں ان کے ساتھ قیام کرو گی۔'' ریاض کے لہجے میں کاٹ تھی۔

''تم بلاوجہ میری توہین کئے جا رہے ہو اور میں برداشت کر رہی ہوں۔'' نیا کا لہجہ تیز ہو گیا۔ ''اس لئے نہیں کہ مجھے تم سے کوئی غرض ہے اس لئے بھی نہیں تم میرا کچھ بھی بگاڑ سکتے ہو۔ صرف اس لئے کہ میں تمہیں دوست سمجھتی ہوں۔ ابھی تم نے اسی دوستی کے حوالے سے مجھ پر طنز کیا تھا۔ اب تم اپنا رویہ درست کر لو یا پھر آئندہ کبھی مجھ سے بات نہ کرنا۔ برداشت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔''

لگتا تھا، ریاض پر کچھ اثر نہیں ہوا۔ تاہم اس کا لہجہ نرم ہو گیا۔ ''تم کس شرط کی بات کر رہی تھیں؟''

''دوست کی حیثیت سے جاننا چاہتے ہو؟''

''تم جانتی ہو کہ میں تمہارے لئے کیا ہوں۔ میں نے تمہیں فائدہ ہی پہنچایا ہے، تمہیں مجھ سے نقصان کبھی نہیں ہوا۔''

''آذر صاحب مجھے پینٹ کرنا چاہتے تھے۔'' نیا نے کہا ''اب یہ بتاؤ کہ تم اتنے Touchy کیوں ہو رہے تھے؟''

''میں آذر صاحب کی بہت قدر کرتا ہوں۔ انہیں کوئی نقصان پہنچے، یہ میں گوارا نہیں کر سکتا۔''

اسی لمحے سلطانہ چائے لے آئی۔ نیا کو وہاں دیکھ کر وہ حیران ہوئی پھر اس نے نیا سے پوچھا۔ ''بی بی، آپ کے لئے چائے لاؤں؟''

''نہیں، تم جاؤ۔'' نیا نے کہا اور دوبارہ ریاض کی طرف متوجہ ہو گئی۔ ''تمہارے خیال میں آذر صاحب کو مجھ سے نقصان پہنچ سکتا ہے؟'' اس نے ریاض پر آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

''میں بہت صاف گوئی سے جواب دے رہا ہوں...... ہاں، میرے خیال میں اس کا قوی امکان ہے۔''

''کیسے؟''

''میرا خیال ہے، تم انہیں ہالی ووڈ کے لئے سیڑھی کے طور پر استعمال کرنا چاہتی ہو۔''

نیا سن ہو کر رہ گئی۔ یہ شخص اس کے اندازوں سے بڑھ کر خطرناک ثابت ہو رہا تھا۔ ''کیسے؟ ذرا اس کی وضاحت بھی کر دو۔'' اس نے سرد لہجے میں کہا۔

''انہیں اپنے حسن کا اسیر کر کے۔ وہ مصور ہیں اور حسن پرست ہیں۔ اور تم بلاشبہ بہت حسین ہو۔''

''چلو...... تمہیں کچھ تو اچھا لگا مجھ میں۔'' نیا نے ہنس کر فضا کی کشیدگی دور کرنے کی کوشش کی۔

''نالومت۔'' ریاض نے سنجیدگی سے کہا۔ ''ابھی کچھ دیر پہلے تم نے کہا تھا کہ تم سمجھ نہیں پا رہی ہو کہ آذر صاحب کو کیا سمجھتی ہو۔''

نیا بھی سنجیدہ ہو گئی۔ ''یہ سچ ہے ریاض، میں کبھی کسی شخص کی طرف اس طرح نہیں کھنچی مگر تمہیں بتا دوں کہ ان سے محبت کا یقین ہوتے ہی میں سب سے پہلے تمہیں بتاؤں گی۔''

''اور ہالی ووڈ پہنچتے ہی تمہیں یقین ہو جائے گا کہ وہ محبت پانی کا بلبلہ تھی، جو پھوٹ چکا ہے۔''

''بہت خراب رائے ہے تمہاری میرے بارے میں۔'' نیا نے گہری سانس لے کر کہا ''بہر حال، میں تم سے الجھنا نہیں چاہتی ورنہ جوابی حملہ میں بھی کر سکتی ہوں۔ تم جو چاہو سمجھو، جو جی چاہے کرو۔ اب میں تم سے کوئی تعلق رکھنا نہیں چاہتی۔'' پھر وہ اٹھی اور ڈرائنگ روم سے نکل گئی۔

ریاض نے چائے کی پیالی خالی کر کے رکھی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ باہر سلطانہ تو نظر نہیں آئی لیکن محمد حسین مل گیا۔ ''محمد حسین، میں جا رہا ہوں، اپنے صاحب کو بتا دینا کہ ریاض آیا تھا۔''

☆......☆......☆

آذر واپس آیا تو نیا اسے اسٹڈی میں بیٹھی ملی۔ اس کے ہاتھ میں کھلی ہوئی کتاب تھی لیکن وہ پڑھ نہیں رہی تھی بلکہ کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس طرح کہ اسے آذر کی آمد کا بھی پتا نہیں چلا۔ ''کہاں کھوئی ہوئی ہو زہرہ؟'' اس نے اسے پکارا۔

نیا نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ ابھری۔ ''آ گئے آپ۔''

''میں پوچھ رہا ہوں، کہاں کھوئی ہوئی ہو؟''

''کہیں نہیں۔''

''کیا بات ہے؟ پریشان کیوں ہو؟''

نیا ایک لمحے کو ہچکچائی پھر اس نے کہا۔ ''آج میں بہت خوفزدہ ہو گئی ہوں۔''

آذر نے تشویش سے اسے دیکھا پھر آگے بڑھ کر اس کے پاس پہنچا اور اس کا ہاتھ تھام کر اسے سہلانے لگا۔ ''ہاتھ بھی ٹھنڈے ہو رہے ہیں۔'' وہ خود کلامی کے انداز میں بولا ''بات کیا ہے گڑیا؟ کسی چیز سے ڈر گئی ہو تم؟'' اس کے لہجے میں بے پناہ شفقت تھی۔

نیا نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ اسے محبت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ ''کچھ دیر پہلے وہ...... وہ آیا تھا، ریاض تبسم۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔

''تو؟ وہ تو بہت پیارا آدمی ہے۔ ڈراؤنا تو ہرگز بھی نہیں۔'' آذر بیٹھ گیا۔ نیا کا ہاتھ اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا اور وہ اسے سہلا رہا تھا۔

''آپ سمجھ نہیں رہے ہیں۔ اس نے مجھے یہاں دیکھ لیا ہے۔ اسے معلوم ہو گیا ہے کہ میں امریکہ نہیں گئی بلکہ یہیں آپ کے پاس رہ رہی ہوں۔''

''میری سمجھ میں اب بھی تمہاری خوفزدگی نہیں آئی۔''

''اب یہ خبر چھپے گی۔ اسکینڈل بنے گا اور میں یہ نہیں چاہتی۔''

''ریاض کبھی ایسا نہیں کرے گا۔''

نیا نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ''یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟''

''میں اسے جانتا ہوں۔'' آذر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''جہاں میں بھی ملوث ہوں، وہاں وہ کسی کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں لکھے گا بلکہ وہ کسی سے تذکرہ بھی نہیں کرے گا۔ میں بہت اچھی طرح جانتا ہوں اسے۔ تم اس کی طرف سے فکر نہ کرو۔''

آذر کے لہجے میں ایسا یقین تھا کہ نیا کی پریشانی واقعی دور ہو گئی۔ پھر پہلی بار اسے احساس ہوا کہ اس کا ہاتھ آذر کے ہاتھ میں ہے اور وہ اسے سہلا رہا ہے۔ اگلے ہی لمحے اس کے جسم میں کوئی مقناطیسی رو دوڑنے لگی۔ اس کی سانسیں بے ترتیب ہوئیں اور اپنا چہرہ دہکتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ اس نے نظریں اٹھا کر آذر کو دیکھا۔ وہ اس کی کیفیت سے بے خبر تھا۔

''بے فکر ہو جاؤ گڑیا...... مائی بے بی، میں جو موجود ہوں۔'' آذر نے دوسرے ہاتھ سے اس کا سر تھپتھپایا۔

نیا کو ایسا لگ رہا تھا کہ اب کسی بھی لمحے وہ پگھل جائے گی۔ اس نے گھبرا کر اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔

آذر نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ''سوری۔ مجھے خیال ہی نہیں رہا تھا۔'' اس نے نظریں جھکاتے ہوئے کہا۔

''آپ...... آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ میں کیسے سمجھاؤں۔ یہ مجھے ہرگز برا نہیں لگا۔'' نیما نے بے بسی سے کہا۔

''تم نے کھانا کھایا تھا؟'' آذر نے موضوع بدلا۔

''جی نہیں۔''

''چلو کھانا کھالیں۔ میں تھک گیا ہوں۔ آج جلدی سوؤں گا۔''

نیما اٹھ کھڑی ہوئی۔

☆......☆......☆

ایک ہفتے میں آذر نے دو تصویریں مکمل کیں مگر اب کی رفتار کم ہوگئی تھی۔ نیما نے اس سلسلے میں اس سے استفسار کیا۔ ''پہلا امپریشن کینوس پر منتقل ہو چکا ہے۔'' آذر نے کہا۔ ''یہ وہ تھا، جو فوری طور پر ذہن میں تھا مگر اب مجھے سوچنا بہت ہے اور اب ہر تصویر کے ساتھ میرے کام میں گہرائی بڑھتی جائے گی۔''

یہ بات خود نیما نے بھی محسوس کی تھی کہ اب ہر تصویر پچھلی تصویر سے بہتر بن رہی ہے۔

اس وقت نیما لان کی طرف کھلنے والی کھڑکی کے سامنے کھڑی تھی۔ باہر دیکھتے ہوئے اسے احساس ہو رہا تھا کہ دنیا کتنی خوبصورت ہے۔ بشرطیکہ آدمی اسے دیکھنے کے لئے فرصت نکال سکے۔ باہر کھلے ہوئے پھول بہت اچھے لگ رہے تھے۔ دیوار کے ساتھ ایستادہ درختوں کی قطار بہت بھلی لگ رہی تھی۔

نیما نے سر گھما کر آذر کو دیکھا۔ ''آپ نے پہلی تصویر کب بنائی تھی...... کتنا پہلے؟''

''آٹھ سال کی عمر میں...... 80 سال پہلے۔'' آذر نے سر اٹھائے بغیر کہا۔ اس کا ہاتھ بھی نہیں رکا تھا۔

نیما کھڑکی کے پاس سے ہٹ آئی اور کرسی پر بیٹھ گئی۔ ''آپ کی عمر کتنی ہے؟''

آذر نے اب بھی سر نہیں اٹھایا۔ ''حساب کا سیدھا سا سوال ہے...... آٹھ جمع اسی یعنی اٹھاسی سال۔''

''مجھے یقین نہیں آتا۔''

''مجھے یقین ہے مگر میں اسے اہمیت نہیں دیتا۔'' آذر نے بے پروائی سے کہا۔ ''ایک معاملے کو چھوڑ کر قدرت ہمیشہ مجھ پر مہربان رہی۔ مجھ پر بے حساب عنایات ہیں اللہ کی۔ نو سال کی عمر میں نے پہلی ایسی تصویر بنائی، جو صاحب تصویر سے زیادہ خوبصورت تھی۔ اسے ترمیم شدہ کہہ لو۔''

نما کی دلچسپی ایک دم بڑھ گئی۔ ''اس پر بھی یقین نہیں آتا۔''

آذر نے برش ایک طرف رکھ دیا۔ ''میں ابھی دکھاتا ہوں۔'' اس نے کہا اور اسٹڈی کی طرف چلا گیا۔ ذرا دیر بعد واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک اسکیچ تھا۔ اس نے وہ نما کی طرف بڑھایا ''لو...... دیکھ لو۔''

نما نے اسکیچ لے کر غور سے دیکھا۔ کچھ دیر دیکھتی رہی پھر بولی۔ ''کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ میری تصویر نہیں ہے۔''

''میں بھی نہیں کہہ سکتا لیکن تم کہہ سکتی ہو اور کہہ چکی ہو۔ اور یہ سچ بھی ہے۔''

نما کچھ سوچ رہی تھی۔ ''ایک بات بتائیں۔ یہ آپ کو کیسے پتا چل جاتا ہے کہ کسی شخص یا کسی چیز میں کتنی کمی بیشی اسے مکمل ترین بنا سکتی ہے؟''

''پہلے میں یہ واضح کر دوں کہ یہاں مکمل ترین کا استعمال غلط ہے۔ ہاں مجھے یہ نظر آ جاتا ہے کہ کوئی شخص یا کوئی چیز کتنی کمی بیشی سے حسین تر ہو سکتی ہے۔ یہ نظر، یہ قدرتی سوجھ بوجھ اللہ کی دی ہوئی ہے۔ کہیں ایک بال بھی تناسب سے کم و بیش ہو تو مجھے خود بخود نظر آ جاتا ہے مگر تکمیل کیا ہے، یہ کوئی بھی نہیں جانتا، میں بھی نہیں۔ مکمل ترین صرف ہمارا رب ہے۔ باقی سب کچھ خام ہے۔ مگر وہ خام بھی ہمیں خوبصورت اور مکمل نظر آتا ہے۔ یوں ہم خود خام ثابت ہوتے ہیں۔ یاد رکھو، سارے علم اور سارے فن اللہ کے ہیں۔ وہ تمام عالم کا سب سے بڑا مصور اور صناع ہے۔ وہی سب سے بڑا ریاضی داں ہے، سب سے بڑا فنکار، سب سے بڑا سائنس داں اور موجد وہی ہے۔ وہ سب کچھ ہے۔ ہمارے پاس، ہم میں جو کچھ ہے، اس کی عطا ہے اور نامکمل ہے۔''

''آپ کی یہ نظر ہر چیز میں فرق دیکھ لیتی ہے؟''

آذر نے جواب دینے سے پہلے چند لمحے سوچا اور اِدھر اُدھر دیکھا پھر وہ بولا۔ ''ہاں، شاید ایسا ہی ہے لیکن میری توجہ انسانوں اور جسموں تک محدود رہی اس لئے کہ میں مصور تھا۔ میری صلاحیت مرتکز ہوئی تو میرے فن کو زندگی ملی۔ یہ نظر ہر طرف، ہر چیز پر بھٹکتی تو میرا فن بہت پیچھے رہ جاتا مگر میں کبھی غیر متعلقہ چیزوں میں گھسا ہی نہیں۔ اب یہیں دیکھو۔'' اس نے دیوار پر لگی ٹیوب لائٹ کی طرف اشارہ کیا ''خوب غور سے دیکھو اور بتاؤ۔''

نما نے چند لمحے ٹیوب لائٹ کو دیکھا پھر سر جھٹکتے ہوئی بولی۔ ''مجھے تو اس ٹیوب لائٹ میں کوئی خاص بات نظر نہیں آتی۔''

''اور غور سے دیکھو۔''

''نہیں، مجھے اس میں کوئی گڑبڑ نظر نہیں آتی۔''

''حالانکہ یہ ٹیڑھی لگی ہے۔''

''مجھے یقین نہیں آتا۔''

''یہ بائیں جانب جھکی ہوئی ہے۔'' آذر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''اور یہ فرق ایک ملی میٹر سے زیادہ لیکن ڈیڑھ ملی میٹر سے کم ہے۔''

''مجھے یقین نہیں آتا۔''

آذر نے دراز سے پیمائش والا فیتہ نکالا اور اس دیوار کی طرف بڑھا۔ اس نے ایک اسٹول اٹھا کر ٹیوب لائٹ کے عین نیچے رکھا اور بولا۔ ''لو، خود آ کر دیکھ لو۔''

نیا بھی وہاں آ گئی۔ آذر نے فیتے کا ایک سرا چھت سے لٹکایا اور ٹیوب لائٹ کی داہنی سائیڈ تک لایا۔ ''یہ دیکھو پیمائش۔ ملی میٹر والی سائیڈ سے نوٹ کرو۔''

''ایک سو اڑتیس سینٹی میٹر اور نصف۔'' نیا نے کہا۔

آذر نے بائیں سائیڈ کی پیمائش کی۔ ''اب دیکھو۔''

نیا نے بہت غور سے دیکھا۔ ''ایک سو اڑتیس سینٹی میٹر اور چھ ملی میٹر سے ذرا سا زیادہ۔'' نیا نے بتایا۔

''خود دیکھ لو۔ تقریباً ڈیڑھ ملی میٹر کا فرق ہوا نا۔''

''لیکن یہ فرق دیوار کا بھی تو ہو سکتا ہے۔'' نیا نے اعتراض کیا۔

آذر نے پھر فیتہ لٹکایا۔ ''اب فرش تک کی پیمائش نوٹ کرو۔'' نیا نے نوٹ کر لی تو اس نے دوسری طرف فیتہ لٹکایا۔ نیا نے پیمائش چیک کر کے گہری سانس لی ''کیا ہوا؟'' آذر نے پوچھا۔

''دیوار کی اونچائی برابر ہے۔'' نیا نے ستائشی لہجے میں کہا۔ ''کمال ہے۔''

آذر سٹول سے اتر آیا۔ ''اب اگر میں یوں ہر چیز کو ناقدانہ نظر سے دیکھوں تو کام کیسے کروں گا...... بلکہ منتشر اور پریشان ہی رہوں گا میں۔''

''میں سمجھ گئی۔ لیکن آپ کی یہ صلاحیت ناقابل یقین حد تک غیر معمولی ہے۔''

دونوں اپنی اپنی جگہ واپس آ گئے۔ آذر کام میں لگ گیا۔ نیا نہ جانے کس سوچ میں گم ہو گئی تھی۔

☆......☆......☆

آذر دانت برش کر رہا تھا کہ نیا خواب گاہ میں آئی۔ کمرے میں صرف بیڈ کے سرہانے لگا لیمپ روشن تھا۔ بیڈ پر ایک کھلی ہوئی کتاب الٹی رکھی تھی۔ وہ اندازہ کر سکتی تھی کہ آذر پڑھتے پڑھتے اٹھ کر باتھ روم میں گیا ہوگا۔ کتاب کھلی چھوڑنے کا مطلب یہ تھا کہ ابھی وہ مزید کچھ دیر مطالعہ کرنا چاہتا تھا۔

نیما نے تیل کی شیشی ایک طرف رکھ دی۔ اسی لمحے آذر باتھ روم سے نکل آیا۔ ''کیا بات ہے زہرہ؟'' اس نے پوچھا۔

''کچھ نہیں۔ میں نے سوچا، آپ کے سر میں تیل لگا دوں۔''

''تم میری عادتیں خراب نہ کرو۔''

''یہ عادتیں خراب کرنا تو نہیں، معمولات درست کرنا کہلائے گا۔''

''اور جب تم چلی جاؤ گی تو......؟''

''دوبارہ آنے کے لئے...... بار بار آنے کے لئے۔'' نیما نے عجیب سے لہجے میں کہا'' اور اس وقت تک آپ یہ کام خود کریں گے۔''

''بہت مشکل کام کہہ رہی ہو۔''

''اچھا، اب یہاں آ کر بیٹھ جائیں۔'' نیما نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔'' آج ذرا ڈھنگ سے تیل لگوالیں۔''

آذر کو لگا کہ نیما اسے بہت غور سے دیکھ رہی ہے۔ ''کیا دیکھ رہی ہو؟'' اس نے پوچھا۔

''کچھ نہیں۔ کچھ بھی تو نہیں۔''

''میں سمجھ گیا۔ تم یہ سوچ رہی ہو کہ جو کچھ میرے منہ میں ہے، اسے تو پانی سے بھرے ایک گلاس میں ہونا چاہئے۔''

نیما بری طرح گڑبڑا گئی۔ یہ کیسا سمجھ دار آدمی ہے کہ سوچیں تک پڑھ لیتا ہے۔

''میں نے کہا نا کہ قدرت ہمیشہ مجھ پر مہربان رہی ہے۔'' آذر نے کہا۔ ''میرے پاس کوئی چیز دو نمبر نہیں ہے۔ دانت اصلی ہیں۔ چشمے کی ضرورت مجھے کبھی نہیں پڑی۔ سماعت بھی ٹھیک ہے۔ تمہارے سامنے ہے۔ اللہ کا شکر ہے۔'' وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔

نیما نے اس کے سر پر تیل ڈالا اور آہستہ آہستہ ملنے لگی۔ ''آپ کی عمر اتنی نہیں ہو سکتی، جتنی آپ بتاتے ہیں۔''

''میں نے اپنی عمر کبھی نہیں چھپائی تو اب کیوں چھپاؤں۔ میں تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔''

''آپ حیرت انگیز آدمی ہیں۔''

کچھ دیر خاموشی رہی۔ نیما اس کے سر کی مالش کرتی رہی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔'' ایک بات مجھے بہت عجیب سی لگی لیکن پوچھتے ہوئے ڈرتی ہوں کہ کہیں آپ برا نہ مان جائیں۔''

آذر نے سر گھما کر اسے دیکھا۔ ''میں برا نہیں مانوں گا۔''

''آپ کی توجہ کا مرکز صرف انسانی جسم رہا ہے...... بلکہ نسوانی جسم کہے۔''

''تم نے میرا کام نہیں دیکھا اس لئے مجھے محدود کر رہی ہو ورنہ تمہارا پہلا بیان درست ہے۔ انسانی جسم ہی میری توجہ کا مرکز رہا ہے۔ ہاں، مرد ہونے کے ناتے میں نے عورت میں زیادہ دلچسپی لی ہے۔ بہرکیف......'' آذر نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ ''تم کچھ پوچھ رہی تھیں۔''

''جو بھی ہو، جسم آپ کے لئے سب سے معتبر حوالہ ہے۔''

''ہاں، یہ درست ہے۔'' آذر نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔ ''یہ حقیقت ہے۔ ابتدا میں، میں شرمندہ رہتا تھا۔ میں ہر جسم کو تناسب کے حوالے سے تنقیدی نظر سے دیکھتا تھا جبکہ مجھے معلوم تھا کہ ہمارے معاشرے میں یہ ایک معیوب بات ہے۔'' وہ کہتے کہتے رکا، جیسے جھجک رہا ہو۔ ''تمہیں حیرت ہوگی کہ میں اپنی امی کو اور باجی کو بھی اسی پیمانے پر پرکھتا تھا۔ شرمندگی اپنی جگہ لیکن وہ میری فطرت تھی۔ میں نے اس سے لڑنے کی کوشش کی مگر اسے زیر نہ کر سکا۔ پھر میں اس کا عادی ہوگیا۔ باجی اپنے گھر کی ہوگئی تھیں مگر یقین کرو، کسی جسم کو تناسب اعضا کی کسوٹی پر پرکھتے وقت میری نظروں میں معصیت اور ہوس نہیں ہوتی۔''

''میں آپ کی بات سمجھ رہی ہوں۔'' نیلا نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''وہ ڈاکٹر کی نظر ہوتی ہوگی۔''

''بالکل ٹھیک۔'' آذر نے پرجوش لہجے میں کہا پھر اسے ستائشی نظروں سے دیکھا۔ ''اللہ نے مجھ پر ایک اور کرم کیا۔ میری شدید خواہش کے باوجود اس نے مجھے بیٹی سے نہیں نوازا۔ میں بیٹی کو بھی اسی پیمانے پر پرکھتا اس لئے کہ اپنی فطرت سے مجبور ہوتا۔ لیکن ہر لمحے میرے ضمیر پر بوجھ بڑھتا رہتا اس لئے کہ میں اپنے معاشرے کا پروردہ ہوں۔ میں نے کبھی اس کے اخلاقی ضابطوں سے بغاوت نہیں کی۔ میں اس کی بنائی ہوئی قدروں کا احترام کرتا ہوں۔ میری فطرت کی طرح وہ بھی میرے مزاج میں رچی بسی ہیں۔ مجھے خلش ہے کہ میں بیٹی سے محروم رہا مگر اب سوچتا ہوں کہ بہتری اسی میں تھی ورنہ میں شاید ضمیر کے بوجھ سے اب سے بہت پہلے مر چکا ہوتا۔''

''آپ نے میری بات اور واضح کر دی۔'' نیلا نے کہا۔ ''میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ ایک طرف تو آپ کے لئے سب سے بڑا حوالہ جسم کا ہے۔ دوسری طرف آپ محبت کو ہر طرح کی غرض سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ اسے آپ کائنات کا ارفع ترین جذبہ قرار دیتے ہیں۔ یہ دونوں چیزیں ایک ساتھ کیسے چل سکتی ہیں؟''

''اس کی وضاحت میں نے اپنے انٹرویو میں کر دی تھی۔ اور اس کا ایک جواب میں نے ابھی تمہیں دیا ہے کہ میں معاشرے کا باغی نہیں ہوں۔ میں اس کے بنائے ہوئے پاکیزگی کے تمام اصولوں کو مانتا ہوں لیکن انسان ہوں۔ نفس مجھے بھی ستاتا ہے۔ محبت کی ابتدا پسندیدگی ہے۔ پسندیدگی بڑھتی

ہے تو محبت شروع ہوتی ہے۔ لیکن میں محبت کا یقین ہونے کے باوجود محبت کا دعویٰ نہیں کر سکتا اس لئے کہ میری پسندیدگی کی بنیاد ہی جسمانی خوبصورت ہوتی ہے اور پھر نفس کے مطالبے سب کچھ دھندلا کر رکھ دیتے ہیں۔ اس کے بعد کم از کم میں تو محبت کو محبت نہیں کہہ سکتا۔ مگر جب غرض کا تعلق ٹوٹ جائے تو وہ محبت ثابت ہو جاتی ہے۔''

''یعنی بعد میں پتا چل جاتا ہے۔''

''ہاں، محبت کا ثبوت اس وقت ملتا ہے جب محبوب بچھڑ جائے یا یوں کہو کہ مل نہ پائے۔''

''تو آپ پر ثابت ہو گیا کہ آپ زہرہ سے محبت کرتے ہیں اور کیے جا رہے ہیں؟'' نیا نے کہا۔

''ہاں، یہی میں نے انٹرویو میں کہا تھا۔''

نیا کو یاد تھا۔ اس نے ایک گہری سانس لی۔ اب گفتگو نازک مرحلے میں داخل ہو رہی تھی۔ ''مجھے یاد ہے۔'' وہ بولی۔ ''آپ نے یہ بھی کہا تھا کہ آپ کی محبت نے اسے نئی زندگی دی ہے۔ اس کا کیا مطلب ہوا؟''

آذر نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ وہ اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔ نیا بھی پلکیں جھپکائے بغیر اسے دیکھتی رہی۔ ''تمہیں نہیں معلوم؟'' آذر نے پوچھا۔

''معلوم ہے۔'' نیا نے پلکیں جھپکائے بغیر جواب دیا۔ ''لیکن آپ کے منہ سے سننا چاہتی ہوں۔''

''لفظوں پر انحصار کرتی ہو نا، اس لئے۔ بہر حال مجھے یہ کہتے ہوئے کوئی جھجک نہیں ہو گی کہ وہ تم ہو۔'' آذر نے دوبارہ سر گھمایا۔ ''تم دیکھ چکی ہو کہ تم میں اور میری زہرہ میں جسمانی طور پر کوئی فرق نہیں۔ اور تو اور تمہارا نام بھی زہرہ ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ تم اسے کیا کہو گی۔ ممکن ہے، اتفاق کہو لیکن میں جانتا ہوں کہ قدرت کا کارخانہ اتفاقات سے نہیں چلتا۔ یہاں ہر واقعہ سوچا سمجھا ہوتا ہے۔''

''آپ کے خیال میں اس واقعے کا کیا سبب ہے؟''

''یہ کوئی کیسے جان سکتا ہے لیکن میں سوچتا ضرور ہوں۔ میرا خیال ہے کہ یہ میری محبت کی آخری آزمائش ہے اور بہت سخت ہے۔''

''اس آزمائش کی نوعیت؟''

''محبت کو محبت ثابت کرنا...... بے غرضی کی دلیل کے ساتھ۔''

''آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں؟'' نیا کے لہجے میں بے تابی تھی۔ آذر خاموش رہا۔ تو بے تابی التجا میں بدل گئی۔ ''بتائیے نا۔''

’’میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ تم صرف تم نہیں ہو۔ پس منظر میں بھی ایک زہرہ ہے۔ تم نے تو میرے تصور کو مکمل کیا ہے۔‘‘

’’یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔‘‘

’’تم جانتی ہو۔‘‘ آذر جھنجلا گیا۔ ’’تم جس قالب میں ہو، میں اس سے محبت کئے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔‘‘

نیما نے اطمینان کی گہری سانس لی۔

’’مگر یہ بتاؤ کہ تم مجھ سے یہ سب کہلوانا کیوں چاہتی تھیں۔ کیا اہمیت ہے اس بات کی؟‘‘

’’میں اپنی بے غرضی کی تصدیق کئے بغیر کچھ کہہ نہیں سکتی۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ میں آپ سے محبت کرتی ہوں۔‘‘

چند لمحے بڑی سنگین خاموشی رہی پھر آذر نے کہا۔ ’’لیکن عمر کا فرق......‘‘

’’یہ تو بے غرضی کی ایک دلیل ہے۔‘‘ نیما نے اس کی بات کاٹ دی۔

آذر کے دونوں ہاتھ اوپر اٹھے اور اس نے اپنے سر پر ٹھہرے ہوئے نیما کے دونوں ہاتھوں کو تھام لیا۔ ’’ادھر آؤ...... میرے سامنے۔‘‘ نیما سامنے آ گئی تو اس نے اسے اپنے سامنے بٹھا لیا۔ نیما کے ہاتھ اس کے ہاتھوں میں تھے۔ ’’سنو گڑیا، تم نے مجھے بتایا تھا کہ تمہیں باپ کا سایہ نہیں......‘‘

نیما نے پھر اس کی بات کاٹ دی۔ ’’لیکن میں آپ میں باپ کا عکس نہیں دیکھتی۔ مجھے آپ سے باپ کی شفقت کی طلب نہیں۔ میں ایک عورت بن کر آپ سے محبت کرتی ہوں۔ آپ میرے لئے بس ایک مرد ہیں...... ایک محبوب مرد۔‘‘

آذر اسے عجیب سے نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ ’’یہ باتیں ہونے کے بعد تمہاری مشکل تو آسان ہو گئی لیکن میری آزمائش بہت کٹھن ہو گئی۔‘‘

’’میں سمجھی نہیں۔‘‘

’’اگر تمہیں واقعی مجھ سے محبت ہے تو تمہارے لئے بے غرض محبت کرنا بہت آسان ہو گیا۔ حالانکہ بہت مشکل ہے۔‘‘

’’کیسے؟‘‘

آذر نے اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا اور انگلیوں سے اس کے بال سہلانے لگا۔ ’’یہ تم کیسے سمجھ سکتی ہو۔ ہاں، وقت آنے پر سمجھ جاؤ گی۔ کم عمری اور بڑھاپا، دونوں کے اپنے اپنے فوائد، اپنے اپنے نقصانات ہیں۔‘‘ پھر اچانک اس نے اپنے ہاتھ کھینچ لئے۔ ’’بس اب تم جاؤ۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔‘‘ نیما نے تمتمایا ہوا چہرہ اس کی گود سے اٹھایا اور اسے حیرت سے دیکھا پھر وہ اٹھ کھڑی ہوئی ’’اچھا آذی، میں جا رہی ہوں۔ شب بخیر۔‘‘

جاری ہے......

آذر سکتے کی سی کیفیت میں اسے دروازے کی طرف جاتے دیکھتا رہا۔ اس کے ہونٹ لرز رہے تھے۔ لیکن کوئی آواز نہیں تھی۔ بالآخر اس نے زور لگا کر اسے پکار ہی لیا۔ ''زہرہ......'' اپنی آواز خود اس سے بھی پہچانی نہیں گئی۔

زہرہ نے پلٹ کر دیکھا۔ ''جی؟''

''یہ تم نے مجھے کیسے...... کیسے؟ یہ کس طرح پکارا تم نے مجھے؟''

''اب میں آپ کو اس طرح پکاروں گی، جیسا مجھے اچھا لگے گا۔ میرے اور آپ کے آج کے اعتراف نے ہمارے درمیان عمروں کا فرق مٹا دیا ہے۔ اب میں اور آپ برابر ہیں۔ یہی تو محبت کا کمال ہے۔'' زہرہ کے لہجے میں اعتماد تھا۔ وہ عجیب سی کیفیت میں بول رہی تھی۔ پھر وہ پلٹی اور باہر چلی گئی۔

آذر چند لمحے ساکت بیٹھا رہا۔ اس نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا، جن میں زہرہ کو چھونے کے بعد ہلکی سی لرزش تھی۔ ''یہ کیسے ہو سکتا ہے؟'' وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ ''اس زہرہ نے مجھے اُس زہرہ کی طرح کیسے پکارا...... آذی کہہ کر۔ یہ کیسے ممکن ہے؟''

وہ اٹھ کر بستر کی طرف بڑھا۔ بستر پر لیٹتے ہوئے احساس تھا کہ ایک بار پھر نیند سے ناراضی کا وقت آ گیا ہے۔ جس میں آگ سی بھڑک رہی تھی۔ اندر طلب کا سویا ہوا بچھو جاگ اٹھا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اب وہ ڈنک مارتا رہے گا اور بچھو کا کاٹا مرتا نہیں، روتا ہی رہتا ہے...... اذیت کے ہاتھوں تڑپ تڑپ کر!

معبود، یہ کس امتحان میں ڈال دیا تو نے؟ وہ گڑگڑایا۔

☆......☆......☆

سلطانہ کو نیا پسند کرنے لگی تھی۔ اگرچہ صاحب سے اس کا تعلق اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا لیکن وہ جس طرح رہنے کے لئے آئی تھی، اس سے اسے یہ یقین ہو ضرور ہو گیا کہ صاحب سے اس کی رشتے داری ضرور ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ صاحب عمر کے اس حصے میں تھے، جہاں ان کا اس لڑکی سے کوئی ایسا ویسا تعلق تو نہیں ہو سکتا تھا۔

سب سے بڑی بات یہ کہ سلطانہ کو نیا کی خوش مزاجی اور بے تکلفی بہت اچھی لگی تھی۔ وہ مغرور بالکل نہیں تھی۔

اس روز سلطانہ بہت کھوئی کھوئی تھی۔ نیا ناشتے کی میز پر بیٹھی تھی۔ سلطانہ ناشتہ لگا رہی تھی۔ نیا نے بھانپ لیا کہ وہ پریشان ہے۔ ''کیا بات ہے سلطان، کچھ پریشان ہو؟'' اس نے پوچھ لیا۔

''نہیں جی، ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ ناشتا کریں بی بی!''

لیکن جب نیما نے تین چار بار پوچھا تو اس کی آنکھیں بھر آئیں۔

''وہ میری نواسی کے ہاں بچہ ہونے والا ہے جی۔ پہلا پہلا بچہ ہے۔''

''تو یہ تو خوشی کی بات ہے۔''

''ہاں بی بی، مگر مجھے جانا چاہئے وہاں۔ بن ماں کی بچی ہے وہ۔''

''تمہاری بیٹی مر چکی ہے؟''

''ہاں بی بی۔ اسی لئے تو کہتی ہوں کہ مجھے ان دنوں میں وہاں ہونا چاہئے۔''

''کہاں رہتی ہے تمہاری نواسی؟''

''وہ جی گاؤں میں رہتی ہے...... انبالے میں۔''

''تو چلی جاؤ۔ اس میں اداس ہونے کی کون سی بات ہے۔''

''صاحب سے اجازت مانگی تھی۔ انہوں نے منع کر دیا۔'' سلطانہ رونے لگی۔

''تم فکر نہ کرو۔ میں تمہیں اجازت دلوا دوں گی۔''

سلطانہ ڈر گئی۔ ''نہ بی بی نہ۔ آپ کو تو کچھ نہیں کہیں گے لیکن صاحب مجھ پر بہت غصے ہوں گے۔''

''بہت غصے والے ہیں تمہارے صاحب؟'' نیما نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ ''بہت...... بہت زیادہ۔''

''کبھی تم پر غصہ کیا انہوں نے؟ تمہیں ڈانٹا ہے کبھی؟''

''نہیں جی۔''

''تو پھر تم انہیں غصے والا کیسے کہتی ہو؟''

''وہ جی، بندہ نظر آ جاتا ہے کہ کیسا ہے۔''

نیما ہنسنے لگی۔ اچھا اب تم بے فکر ہو جاؤ اور مجھے ناشتا کرنے دو۔''

سلطانہ خاموش ہو گئی لیکن اس کی آنکھوں میں تشویش تھی۔

☆……☆……☆

نیا آذر سے بات کرنے ہی والی تھی کہ فون کی گھنٹی چیخ اٹھی۔ آذر نے جا کر فون ریسیو کیا ''سر…… میں ریاض بول رہا ہوں۔''

''اوہ…… کیسے یاد کیا؟''

''یاد تو آپ مجھے ہر وقت رہتے ہیں لیکن یہ خیال رکھتا ہوں کہ آپ کو ڈسٹرب نہ کروں۔'' دوسری طرف سے ریاض نے کہا۔ ''اس وقت آپ کا شکریہ ادا کرنے کے لئے فون کیا ہے۔ شکر تو اللہ کا کرتا ہوں لیکن اس نے وسیلہ آپ کو بنایا۔ تو آپ کا شکریہ ادا کرنا اور احترام کرنا ضروری ہے۔''

''میں سمجھا نہیں۔ تم کس حوالے سے بات کر رہے ہو۔''

''آپ کی وجہ سے جو کچھ مل چکا ہے اور جو کچھ ملنے والا ہے، اس کے حوالے سے اور سر، میں آپ کو بتا دوں کہ آپ کے لئے کچھ بھی کر سکتا ہوں…… مرنے کے سوا۔''

آذر کی تیوریاں چڑھ گئیں ''مضحکہ اڑا رہے ہو میرا؟''

''نہیں سر۔ پورے خلوص اور سچائی سے کہہ رہا ہوں اسی لئے مرنے کے سوا کہا ہے۔ زندگی پر کچھ اور لوگوں کا بھی حق ہے ورنہ میں پوری سچائی سے کہتا کہ میں آپ کے لئے جان بھی دے سکتا ہوں۔ کبھی میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بلاتکلف حکم کیجئے گا۔''

آذر کے چہرے کے عضلات نرم پڑ گئے۔ صحافی کے خلوص نے اس کے دل کو چھو لیا تھا۔ ''شکریہ ریاض۔ یہاں کسی کو بہت تشویش تھی کہ اسکینڈل بن جائے گا۔'' یہ کہتے ہوئے آذر نے کن انکھیوں سے نیا کی طرف دیکھا، جو بڑی توجہ سے یہ گفتگو سن رہی تھی۔ ''مگر میں مطمئن تھا۔''

''آپ کی مردم شناسی پر مجھے یقین ہے سر لیکن میں سمجھا نہیں۔''

''بھئی، ابھی چند روز پہلے تم میرے ہاں آئے تھے تو کسی سے ملاقات ہوئی تھی نا۔''

''جی ہاں، آپ کی ملازمہ سے ملا تھا میں۔ اس کے سوا کوئی اور گھر میں تھا نہیں۔''

''بہت خوب ریاض۔ شکریہ۔''

''سر، مجھے جائز طریقے سے وہ کچھ مل گیا ہے، جو بڑے سے بڑا اسکینڈل منظر عام پر لانے کے بعد بھی نہیں مل سکتا تھا۔ تو اب میں اسکینڈلز کا سہارا کیوں لوں اور سر، آپ سے جس کا بھی تعلق ہو، وہ میرے لئے محترم ہو گا۔''

''شکریہ ریاض۔ تم وہی ثابت ہوئے جو میں نے تمہیں سمجھا تھا۔''

''مجھے یاد رکھے گا سر!''

آذر ریسیور رکھ کر واپس آ گیا۔ نیا کی متجسس نظروں میں سوال تھا۔ ''ریاض کا فون تھا۔'' آذر نے اسے بتایا۔ ''شکریہ ادا کر رہا تھا۔''

''میں جانتی ہوں۔ آپ کا وہ احسان مند ہے۔''

''میں نے کہا تھا نا کہ اس کی طرف سے فکر مت کرو۔ احسان یاد رکھنے والا کبھی تکلیف نہیں پہنچاتا۔'' آذر نے برش اٹھاتے ہوئے کہا۔

نیا نے کچھ نہیں کہا۔ کرسی پر بیٹھی اسے کام کرتے دیکھتی رہی۔ آذر اس وقت تصویر پر آخری خطوط لگا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد نیا نے کہا ''آپ سلطانہ کو پندرہ دن کی چھٹی کیوں نہیں دے دیتے۔ وہ بہت پریشان ہے۔''

آذر نے چونک کر اسے دیکھا۔ ''اس لئے کہ ہمیں بڑی پریشانی ہوگی۔ پندرہ دن کے لئے کوئی نئی ملازمہ نہیں مل سکتی۔''

''کام چل جائے گا۔''

''کیسے چل جائے گا؟''

''میں سنبھال لوں گی۔ آپ اسے چھٹی دے دیں۔''

''تم سنبھال لوگی؟'' آذر نے تعجب سے اسے دیکھا۔

''آپ کہتے ہیں، آپ کو آدمی کی بڑی پہچان ہے۔ لیکن اتنے دن مجھے دیکھنے کے بعد بھی آپ مجھے محض اداکارہ سمجھتے ہیں۔'' نیا کے لہجے میں ملامت تھی۔ ''میں آپ کا خیال رکھ سکتی ہوں اور رکھنا چاہتی ہوں۔''

آذر چند لمحے اسے غور سے دیکھتا رہا پھر مسکرا دیا۔ ''وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی۔'' اچھا ٹھیک ہے، سلطانہ کو چھٹی دے دو، اگر اس نے آنے میں دیر لگائی تو میں تمہیں نہیں جانے دوں گا۔''

''اس کی آپ فکر نہ کریں۔'' نیا نے گہری سانس لے کر کہا۔ ''میں جانا ہی کب چاہتی ہوں۔ اگر آپ مجھے کبھی نہ جانے دیں تو میرے لئے یہ بہت خوشی کی بات ہوگی۔'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ ''میں سلطانہ کو بتا کر آتی ہوں۔''

☆......☆......☆

اس رات نیا کو دیر تک نیند نہیں آئی۔ ایک خلش تھی، جو اسے ستا رہی تھی۔ وہ ذہن میں شعور کے بہت قریب اس کی پہنچ میں آتی اور ذہن جیسے ہی اسے گرفت میں لینے کی کوشش کرتا، وہ دور ہو جاتی۔ اور وہ سوچ سوچ کر الجھتی رہتی۔ وہ بس اتنا جانتی تھی کہ وہ بات زہرہ اور آذر کے متعلق ہے۔ کوئی

بڑی اہم بات جو کسی موقعے پر اس کی سمجھ میں آتے آتے رہ گئی تھی۔ وہ آذر سے بھی نہیں پوچھ سکی تھی۔

وہ کچھ دیر اس بات کو سمجھنے اور اپنی خلش دور کرنے کی کوشش کرتی رہی۔ مایوس ہو کر اس نے اسے ذہن سے جھٹک دیا۔ اب وہ اپنے بارے میں اور اس وقت کے بارے میں سوچ تھی، جو وہ گزار رہی تھی۔ یہ خیال آتے ہی وہ حیران ہو گئی۔ یہ تو خواب سا تھا...... حقیقت سے پرے...... بہت پرے۔

واقعی، اس نے سوچا۔ یہ سب کچھ حقیقی تو نہیں لگتا۔ کہاں وہ مصنوعی روشنیوں کی...... گلیمر کی دنیا، جہاں سب میڈم میڈم کہتے اس کے آگے پیچھے پھرتے تھے اور کہاں یہ گھر اور یہ روز و شب۔ یہ محدود فضا اور ایک جیسے معمولات۔ غور کیا جائے تو یہ بہت بے کیف زندگی ہے لیکن اسے تو اب تک اس بے کیفی کا احساس نہیں ہوا۔ ایسا کیوں؟ بلکہ وہ خوش ہے۔ ایسی خوش کہ اسے یاد نہیں آتا تھا کہ کبھی وہ اتنی خوش رہی ہے۔

اسے یاد آیا کہ امر جیت نے جب اسے پہلی بار فلم میں رول آفر کیا تھا تو کیا کہا تھا۔ ''میں تمہیں ایک ایسی دنیا میں لے جا رہا ہوں، جہاں جانے کی آرزو تو سب کرتے ہیں مگر وقت پورا ہو جانے پر بھی نکلنا کسی کو گوارا نہیں ہوتا۔'' امر کی آواز اس کے کانوں میں گونجنے لگی۔ ''اس دنیا میں گلیمر ہی گلیمر ہے۔ ایک بار تم اس میں داخل ہو گی تو تمہیں پتا چلے گا کہ دنیا کتنی بڑی ہے۔ تم محسوس کرو گی کہ تم کائنات کے تمام ستاروں کو ایک ایک کر کے تسخیر کرتی جا رہی ہو۔ اس کے بعد گھر کا کنواں تمہیں کبھی اچھا نہیں لگے گا۔ تم اس تک محدود ہونا کبھی پسند نہیں کرو گی۔ میں ہدایت کار ہوں اور بہت طویل عرصے سے اس لائن میں ہوں۔ میں نے بہت کچھ دیکھا اور سمجھا ہے۔ وہ ہیروئنیں جنہوں نے طویل عرصے تک دلوں پر حکومت کی، جب انہیں یہ احساس ہوا کہ عمر اور خوب صورتی انہیں دغا دے رہی ہیں، تو انہوں نے اس پر یقین کرنا نہیں چاہا۔ لیکن فلمی دنیا میں حقیقت بہت تیزی اور شدت سے، بڑی سفاکی کے ساتھ سمجھ میں آتی ہے۔ جب گھر کے چکر لگانے والے فلم ساز اسٹوڈیو میں بھی نظریں چرانے لگیں تو وہ باہر کا راستہ دیکھنے کی بجائے ان فلم سازوں سے ایک رول کی بھیک مانگنے لگتی ہیں، خواہ وہ چھوٹا اور غیر اہم ہی کیوں نہ ہو۔ صرف اس لئے کہ وہ گلیمر کی اس دنیا سے نکلنا نہیں چاہتیں۔ وہ گھر کے کنوئیں میں قید ہو کر گمنامی کی موت مرنا نہیں چاہتیں۔ اس کے لئے انہیں بے وقار ہونا بھی قبول ہوتا ہے......''

امر جیت نے اور بھی بہت کچھ کہا تھا مگر نینا اب سوچ رہی تھی کہ اس کے ساتھ ایسا تو نہیں ہوا۔ فلمی دنیا میں اس کے عروج کا تو اب آغاز ہوا ہے اور وہ روشنیوں کی اس دنیا کی عادی ہو چکی ہے۔ اس کا وہاں خوب دل لگتا تھا۔ اس کے کچھ عزائم تھے...... ہالی ووڈ پہنچنا، پوری دنیا میں نام کمانا۔ کم از کم وہ تو یہی سمجھتی تھی۔

وہ یہاں...... آذر کے پاس سوچ سمجھ کر آئی تھی۔ آئی کیا تھی، آنے پر مجبور ہو گئی تھی لیکن آتے وقت اسے یہ یقین نہیں تھا کہ یہاں اس کا دل بھی لگے گا

بلکہ اسے یقین تھا کہ وہ بہت جلد بور ہو جائے گی۔ درحقیقت ایک تڑپ تھی، جو اسے یہاں آنے پر مجبور کر رہی تھی۔ اس کا وہاں، اپنی دنیا میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ وہ ٹھیک طرح سے سوچ بھی نہیں پا رہی تھی۔ یہ صورت حال اچھی نہیں تھی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ جلد از جلد کام نمٹا کر وہ اس تڑپ کو دور کرے گی تا کہ پھر یکسوئی سے کام کر سکے۔ یہ درست ہے کہ وہ آذر کی طرف کھنچ رہی ہے لیکن وہاں چند روز میں اس کا دل گھبرا جائے گا۔ یوں یہ طلسم ٹوٹ جائے گا اور وہ اپنی دنیا میں لوٹ آئے گی۔

لیکن یہ اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ یہاں اتنی خوش رہے گی کہ فلمی دنیا اور اپنی مصروفیت کا خیال بھی نہیں آئے گا۔ آذر میں وہ کشش محسوس کرتی تھی لیکن اس کا خیال تھا کہ چند روز کی قربت میں وہ کشش ختم ہو جائے گی مگر یہاں تو قربت کا جادو ایسا سر چڑھ کر بولا تھا کہ آذر کی کشش اور بڑھ گئی تھی۔ اس سے دور رہنا آسان نہیں رہا تھا۔ اور تو اور، نہایت محتاط روی کے باوجود کہ اس سے اعتراف محبت کر بیٹھی تھی۔

اب وہ یہ سمجھنا چاہتی تھی کہ یہ واقعی محبت ہے یا نہیں۔ اس کے اور آذر کے درمیان عمر کا بہت بڑا فرق تھا بلکہ اس اعتبار سے وہ دو مختلف دنیاؤں کے باسی تھے۔ آذر دیکھنے میں خواہ کیسا ہی لگتا ہو، بہر حال وہ ایک بہت بوڑھا شخص تھا۔ اس لئے خود کو پوری طرح ٹٹولنا اور کھنگالنا بہت ضروری تھا۔ ایسے معاملات بہت پیچیدہ ہوتے ہیں۔

نیا جانتی تھی کہ آذر میں کوئی مقناطیسی کشش ہے جو اسے اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ وہ کشش ذہنی بھی ہے، جسمانی بھی اور روحانی بھی۔ اس بوڑھے شخص کے معاملے میں وہ مکمل طور پر سپردگی کی کیفیت میں آ جاتی تھی۔ وہ باتیں کرتا تو وہ مسحور ہو کر رہ جاتی۔ جی چاہتا کہ بس بیٹھی اسے سنتی رہے۔ وہ اسے چھوتا تو اس کا جسم دہک اٹھتا۔ کبھی کسی کے چھونے پر اس کی یہ کیفیت نہیں ہوئی تھی۔ اور جب وہ اسے چھوتی تو اسے وہ چھوٹا سا بچہ لگتا۔ جی چاہتا، اسے بانہوں میں بھر لے۔ وہ دور ہوتا، تب بھی وہ اسے اپنے بہت قریب محسوس کرتی۔

فلمی دنیا میں نیا کا واسطہ ایک سے بڑھ کر ایک خوبصورت مردوں سے پڑا تھا۔ لیکن کبھی کسی نے اسے متاثر نہیں کیا۔ وہ کسی کی طرف نہیں کھنچی۔ آذر اسے پہلی نظر میں اچھا لگا۔ یعنی پسندیدگی پیدا ہوئی پھر جسمانی کشش کا احساس ہوا۔ یہ پتا چلا کہ آذر کے ہاتھوں کے لمس اور اس کے جسم کے درمیان مضراب اور ستار والا رشتہ ہے۔ پھر جب اس نے آذر کا انٹرویو پڑھا تو اسے پہلی بار احساس ہوا کہ وہ شاید اس کی محبت میں گرفتار ہو گئی ہے۔ اس کی ذہانت اور علمیت، اس کی پختگی اور سوچ، لفظوں کا استعمال اور بات کہنے کا سلیقہ...... ان سب چیزوں نے آذر کو ایک مکمل شخصیت کا روپ دے کر اسے جیت لیا تھا۔

بات اچانک ہی سمجھ میں آئی۔ یہ سب خوبیاں صرف عمر کی بدولت تھیں۔ آذر کی اتنی عمر نہ ہوتی تو وہ یہ آذر نہ ہوتا۔ گویا محبت کا سبب ہی عمر کا فرق تھا۔

یہ اس کی فطری طلب ہوگی کہ وہ کسی پختہ اور بھرپور شخصیت کو چاہے۔ تو یہ کہیں باپ سے محرومی کی وجہ سے تو نہیں۔ کہیں وہ آذر میں اپنے باپ کو تو تلاش نہیں کرتی۔ آدمی کسی نہ کسی طور اپنی بڑی محرومیوں کی تلافی تو کرتا ہی ہے۔

یہ بات اس نے پہلے بھی کئی بار سوچی تھی اور ہر بات اس نے اسے بہت شدت سے رد کیا تھا۔ باپ کو کوئی اس طرح نہیں چھوتا اور باپ کے لمس کا کسی عورت پر ایسا اثر نہیں ہوسکتا۔ اس کا اسے تجربہ تو نہیں تھا لیکن اسے ماموں نے پالا تھا۔ اس نے ماموں کے سر میں تیل بھی لگایا تھا اور ان کے پاؤں بھی دبائے تھے۔ لیکن وہ کبھی خواہشوں سے بوجھل نہیں ہوئی تھی اور ماموں نے بھی اسے بارہا چھوا تھا مگر ان کے چھونے سے اس کی آنکھوں میں ان دیکھے خواب کبھی نہیں اترے تھے۔ ایک بات اور...... آذر نے جب اسے پہلی بار چھوا تھا تو ماموں کی طرح نہیں چھوا تھا۔ وہ ایک مرد تھا اور وہ عورت۔ بس۔

اسے یقین ہوگیا کہ وہ آذر سے محبت کرتی ہے۔ اس کی خاطر وہ اپنا روشن مستقبل، فلمی کیریئر سب چھوڑ سکتی ہے۔ بس ایک رکاوٹ اور تھی اس یقین کی راہ میں۔ اسے خود سے ایک نازک بات پوچھنا تھی۔ اسے آذر سے جسمانی ربط کی آرزو ہے یا نہیں۔

اس کا حتمی جواب ایک لمحے میں مل گیا۔ اس کے ساتھ ہی آذر کے بجائے ہوئے ایک سوال نے سر اٹھایا۔ پھر یہ بے غرض محبت تو نہیں اور بے غرض نہ ہو تو محبت محبت نہیں ہوتی۔

اگلے ہی لمحے وہ پرسکون ہوگئی۔ اس سوال کا جواب بھی موجود تھا۔ نفسانی خواہشات کے باوجود محبت محبت ہی ہوتی ہے۔ اس کے پاس دلیل بھی تھی اور مثال بھی۔ وہ مطمئن ہو کر سوگئی۔

☆......☆......☆

اس رات آذر بھی کروٹیں بدل رہا تھا۔ زہرہ کے اعتراف محبت نے اس کی مشکل کو اور دشوار کر دیا تھا۔ جب اس نے دوسری زہرہ کو پہلی بار دیکھا تھا، اسی لمحے اس کے دل میں اس کے حصول کی ویسی ہی طلب جاگی تھی، جیسی پہلی والی زہرہ کی تھی۔ اور اس بار وہ پہلے سے بڑا عذاب تھا۔ جب میں اور اب میں دو فرق تھے۔ جب وہ کم عمر تھا اور بے خبر تھا اور اب وہ ایک پختہ کار اور تجربہ کار مرد تھا، جو سب کچھ جانتا تھا۔ اور جب زہرہ مزاحم تھی...... ایسی مزاحم کہ جان تک دے بیٹھی۔ اور اب زہرہ سراپا سپردگی تھی۔ اس نے اعتراف محبت بھی کر لیا تھا۔ اس کے ہر انداز میں دعوت تھی۔

اپنی پہلی محبت کو بھی آذر نے بڑی مشکل سے سمجھا تھا۔ وہ تو اسے جسم اور نفس کی طلب ہی سمجھا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ ہوس کی آگ میں جلتا رہا ہے لیکن زہرہ کے مرنے کے بعد اسے بھی کوئی اس کی طرح اچھا نہیں لگا اور زہرہ ہمیشہ اس کے تصور میں موجود رہی جبکہ وہ اسے کچھ نہیں دے سکی تھی۔

یوں اسے پتا چل گیا کہ اس نے زہرہ سے سچ مچ محبت کی تھی۔ یہ الگ بات کہ اس پر ہوس کا ملمع چڑھا ہوا تھا۔

مگر اس زہرہ کے معاملے میں اسے اپنی پختگی اور اس کے نتیجے میں ملنے والی اپنی ذمے داری کا احساس تھا۔ اب وہ نادان بچہ نہیں تھا، جو چاند کو پانے کے لئے مچلتا اور رو رو کر نڈھال ہو جاتا۔ اب تو اسی اپنی طلب سے لڑنا تھا۔ اسے یہ معلوم تھا کہ وہ اس زہرہ سے بھی ویسی ہی محبت کرتا ہے لیکن اس بار وہ اس محبت کو برائے نام بھی ہوس کا عنوان نہیں دینا چاہتا تھا اور وہ اپنے ضبط میں کامیاب تھا۔ ہر لحہ، اس کے اندر زہرہ کو چھونے اور اسے پانے کی خواہش مچلتی تھی لیکن اس نے زہر کو بھی اس کا احساس نہیں ہونے دیا تھا مگر اب جبکہ زہرہ نے خود ہی دامان طلب پھیلا دیا تھا تو اس کی مزاحمت ایک دم ہی ختم ہو گئی تھی بلکہ اس رات اگر وہ نیند کا بہانہ کر کے زہر کو بھیج نہ دیتا تو چند لمحوں میں اس کی مزاحمت پوری طرح ختم ہو چکی ہوتی اور وہ نادان بچہ بن جاتا۔

مگر اس لمحے سے وہ ایک بدلا ہوا آدمی تھا۔ وہ زہرہ کو نظر بھر کر دیکھنے سے بھی گریز کر رہا تھا۔ کبھی بھولی بھٹکی نظر اٹھی بھی جاتی تو زہرہ کی نگاہوں میں اسے اپنے لئے بلاوے نظر آتے اور وہ گھبرا کر نظر جھکا لیتا۔ اسی میں عافیت تھی۔

عمر کی پختگی اس کے لئے مضبوط ضرور تھی مگر ساتھ ہی ایک بڑی کمزوری بھی تھی ورنہ وہ اپنی مضبوطی کے حصار میں محفوظ رہتا۔ مگر جب اسے یہ خیال آتا کہ سن شعور میں داخل ہونے سے اب تک کے 80 برسوں میں اس نے زہرہ سے یوں محبت کی، جیسے وہ کائنات ہو لیکن وہ اس سے ہمیشہ محروم ہی رہا اور یہ محروم بہت بڑی تھی۔ اب جب قسمت نے اسے دوبارہ زہرہ سے ملا دیا تھا تو وہ اپنی ہر محرومی کی تلافی کر سکتا تھا۔ تو پھر وہ ایسا کیوں نہ کرے؟ یہ ایک ایسی ترغیب تھی جو اس کی مضبوطی کے حصار کو دھیرے دھیرے توڑ رہی تھی۔ اس کے حصار کی دیواروں میں بال جیسی لکیریں پڑ گئی تھیں۔ وہ جانتا تھا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ بڑی دراڑوں میں تبدیل ہو جائیں گی اور وہ خود اپنے حصار کے ملبے تلے دب جائے گا۔

یہ سب سوچتے ہوئے اس نے پھر کروٹ لی۔ ''یہ کیسا امتحان ہے...... اور وہ بھی عمر کے اس حصے میں۔ یہ کیسی طلب کی آگ ہے، جو مجھے اندر ہی اندر جھلسائے دے رہی ہے۔ کیا میری برسوں کی تپسیا ایک لمحے میں اکارت ہو جائے گی۔''

اندر ایک طوفان اٹھ رہا تھا۔ اس کی سوچوں کی آواز دبتی جا رہی تھی۔ وہ بے چین ہو کر بستر سے اٹھا اور کمرے سے نکل آیا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ وہ وہاں جا رہا ہے۔ لیکن اپنی خواب گاہ کے دروازے پر پہنچ کر وہ ٹھٹک گیا۔ 'اندر زہرہ سو رہی ہو گی۔ یہ میں کیا کر رہا ہوں؟'' اس نے خود سے کہا۔ ''ارے...... اپنی عمر کا تو خیال کرو۔''

مگر وہ جانتا تھا کہ یہ خیال اسے نہیں روک سکتا۔ اس نے اپنی عمر کو تسلیم کیا تھا لیکن بجا طور پر بڑھاپے کو مسترد کر دیا تھا۔ اسی زور پر تو وہ چل رہا تھا ورنہ

اب تک مر چکا ہوتا۔

اس نے دروازے کی ناب کی طرف ہاتھ بڑھایا مگر اندر کی آواز نے اسے روک دیا ''کیا کرتے ہو؟''

''کچھ بھی نہیں۔'' وہ بڑبڑایا۔ ''ناب چھونے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ زہرہ نے دروازہ لاک کیا ہوگا۔''

اس دلیل نے اس کے رکے ہوئے ہاتھ کو بڑھا دیا۔ اس نے ناب گھمائی۔ اس کے ساتھ ہی اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ ناب گھوم گئی۔ دروازہ مقفل نہیں تھا۔ وہ ساکت ہو گیا۔ یہ کیا؟

ناب گھوم چکی تھی۔ وہ دروازہ دھکیلنے ہی والا تھا کہ اندر کی تہدیدی آواز چلائی۔ ''یہ کیا حماقت ہے؟ اس کی کیا ضرورت ہے؟''

''میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ زہرہ سو رہی ہے یا جاگ رہی ہے۔'' اس نے سرکشی سے کہا اور دباؤ ڈال کر دروازہ کھول دیا۔

اندر نائٹ بلب کی دھیمی روشنی تھی۔ زہرہ کا چہرہ دروازے کی طرف تھا اور وہ بے خبر سو رہی تھی۔ آذر بے ساختہ دو قدم آگے بڑھا لیکن اس بار اندر کی آواز کوڑے کی طرح اس کی روح پر لگی۔ ''برسوں کی ریاضت ختم کرنی ہے؟''

آذر پر لرزہ چڑھ گیا۔ اس کا جسم خزاں کی تیز ہوا میں لرزنے والا سوکھا پتا بن گیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔ پھر وہ پلٹا اور دروازہ کھلا چھوڑ کر راہداری میں اندھا دھند بھاگا۔

اپنے کمرے میں پہنچتے پہنچتے اس کی سانس پھول گئی۔ دیر تک وہ اپنے کمرے کے بند دروازے سے ٹیک لگا کر ہانپتا رہا پھر اسے اپنے چہرے پر ٹھنڈک کا احساس ہوا۔ اس نے ہاتھ پھیرا تو پتا چلا کہ اس کے آنسو بہہ رہے ہیں۔

وہ بستر کی طرف بڑھا اور اس پر بیٹھ کر دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

☆......☆......☆

نئی تصویر شروع کرنے کا مرحلہ تھا۔ آذر کے ذہن میں ایک آئیڈیا کلبلا رہا تھا۔ ایسے موقعوں پر وہ سوچتا بہت تھا۔ ذہن میں تصویر کا خاکہ مکمل ہونے سے پہلے وہ تصویر پر کام شروع نہیں کرتا تھا۔ اس وقت بھی وہ سادہ کینوس کو دیکھے جا رہا تھا۔

نیا نے کافی بنانے کا بندوبست اسٹوڈیو میں ہی کر لیا تھا۔ سلطانہ اپنی نواسی کے گھر جا چکی تھی۔ نیا نے کچن کی ذمہ داری سنبھال لی تھی۔ اس نے صبح ہی محمد حسین سے ضرورت کی ہر چیز منگوا لی تھی۔

نیا نے بھاپ اڑاتی کافی کی پیالی آذر کے سامنے رکھ دی۔ آذر نے شکر گزاری سے اسے دیکھا لیکن فوراً ہی نظریں جھکا لیں۔

''کیا سوچ رہے ہیں؟''

''نئی تصویر کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔'' آذر نے جواب دیا۔

''مجھے ہی پینٹ کرنا ہے تو سوچنے کی کیا ضرورت ہے۔'' نیا نے شوخ لہجے میں کہا۔ ''آپ مجھے سوچا نہ کریں۔ بس دیکھا کریں۔''

آذر کی نظریں نہیں اٹھیں۔ ''صرف دیکھوں گا تو بس ایک ہی بار پینٹ کرسکوں گا۔''

''اتنی محدود ہوں میں۔'' نیا بجھ سی گئی۔ ''میں تو سمجھی تھی کہ میں ایک کائنات ہوں۔ بے شمار زاویے، ان گنت منظر.....''

''تم کائنات ہی ہو۔'' آذر نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''مگر سوچنے کے نتیجے میں۔ بے سوچے سمجھے تو بس ایک تصویر بھر ہی ہو۔''

نیا کھلکھلا کر ہنس دی۔ ''آپ نے مجھے لاجواب کردیا۔''

آذر نے سر اٹھا کر اسے بہت غور سے دیکھا۔ ''رات تم نے سونے سے پہلے دروازہ لاک نہیں کیا تھا۔''

نیا نے چونک کر اسے دیکھا پھر مسکراتے ہوئے بولی۔ ''جی نہیں۔''

''بھول گئی تھیں؟ اچانک نیند آ گئی ہوگی؟''

''جی نہیں۔ یہاں آنے کے بعد سے میں نے سوتے وقت خواب گاہ کا دروازہ ایک بار بھی لاک نہیں کیا۔'' نیا بدستور مسکرا رہی تھی۔

''کیوں؟''

''یہ سوچ کر کہ کسی وقت آپ کا دل گھبرائے اور باتیں کرنے کو جی چاہے تو دروازے بند دیکھ کر لوٹ نہ جائیں۔ آپ لوٹ گئے تو مجھے عمر بھر پچھتاوا رہے گا۔'' نیا نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

اس کے لہجے میں جو بلاوا تھا، اس نے آذر کو اندر ہی اندر لرزا دیا۔

''اور جب دل کے دروازے کھل جائیں تو کسی اور دروازے کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے۔'' نیا نے مزید کہا پھر پوچھا۔ ''کیا آپ رات میرے کمرے میں آئے تھے؟''

''ہاں'' آذر نے مجرموں کی طرح سر جھکا لیا۔

''کیا بات تھی؟''

''بس یونہی آ گیا تھا۔ مجھے خیال آیا تھا کہ تم دروازہ لاک بھی کرتی ہو یا نہیں۔ سوچا، چل کر دیکھ لوں۔''

''تو پھر مجھے جگایا کیوں نہیں؟'' نیما کے لہجے میں شکایت تھی۔

''مجھے نیند آ رہی تھی۔'' آذر نے کہا پھر جلدی سے موضوع بدلا۔ ''تم دروازہ لاک کر لیا کرو۔ کھلا دروازہ خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔''

''گھر میں کیسا خطرہ؟ یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟''

آذر گڑبڑا گیا۔ اب یہ بات اسے کیسے سمجھائے اور وہ جواب کی منتظر تھی۔ پھر چند لمحے بعد آذر کو جواب سوجھ ہی گیا۔ ''دیکھو، سلطانہ تو اب گھر میں ہے نہیں اور اس سے فرق بھی کیا پڑتا ہے۔ محمد حسین مرد ہے اور تم خوبصورت ہو۔ آدمی کی نیت بدلتے دیر نہیں لگتی۔''

نیما چند لمحے اسے عجیب سی نظروں سے دیکھتی رہی پھر بولی۔ ''صبح میں سو کر اٹھی تو دروازہ صرف غیر مقفل نہیں تھا، پوری طرح کھلا ہوا تھا۔''

''میں نے بند کرنے کی کوشش کی تھی۔ شاید دروازہ پوری طرح بند نہیں ہوا تھا ہوگا اور بعد میں ہوا سے کھل گیا ہوگا۔'' آذر نے کمزور لہجے میں کہا۔

نیما اس کی آنکھوں میں جھانک رہی تھی۔ ''آپ کو تو اندر سے پہنچ کر دروازہ لاک کر دینا چاہئے تھا۔'' وہ بولی۔

''ہاں...... یہ خیال ہی نہیں رہا مجھے۔'' آذر نے کہا۔ اس وقت وہ بہت بے بسی محسوس کر رہا تھا۔ وہ کم عمر لڑکی اسے آر پار دیکھ رہی تھی۔ وہ ہر بات سے واقف تھی۔ آذر کو یاد آیا کہ رات وہ کتنی افراتفری میں اس کے کمرے سے نکلا تھا کہ دروازہ چوپٹ چھوڑ دیا اور پتا ہی نہیں چلا اور اب اس حماقت کی وجہ سے اس لڑکی نے اس کی کیفیت بھی سمجھ لی ہوگی۔ وہ بہت کچھ جان گئی ہوگی۔

نیما کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ''آپ سوچیں۔ میں ابھی تھوڑی دیر میں آتی ہوں۔''

''کہاں جا رہی ہو؟''

''کچن میں۔ کھانا پکانا ہے۔ کافی کی ضرورت ہو تو گھنٹی بجا کر بلا لیجئے گا۔''

آذر نے اسے عجیب سی نظروں سے دیکھا۔ ''یہ تم نے بلاوجہ کی مصیبت اپنے سر لی ہے۔''

''مصیبت نہیں، یہ میرے لئے بہت بڑی خوشی ہے۔'' نیما نے کہا۔ ''میں زیادہ دیر نہیں لگاؤں گی۔''

آذر اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ دروازے پر پہنچ کر وہ پلٹی۔ ''آذر، میرے آپ کے بیچ اب جھجک کا کوئی رشتہ نہیں۔'' وہ بڑے خاص لہجے میں کہہ رہی تھی۔ ''میں آپ کو بتانا چاہتی ہوں کہ آپ مجھے جس طرح چاہیں، پینٹ کر سکتے ہیں۔ جس طرح چاہیں۔'' اس نے زور دے کر کہا۔ ''آپ کو مجھے چھپ کر دیکھنے کی ضرورت کبھی نہیں پڑے گی۔'' یہ کہہ کر وہ ہوا کے جھونکے کی طرح اسٹوڈیو سے چلی گئی۔ اس نے آذر کا ردعمل دیکھا بھی نہیں۔

اس کی بات کا مفہوم سمجھ کر آذر کا چہرہ پہلے تو تمتمایا پھر زرد پڑ گیا۔ اسے پیروں تلے سے زمین سرکتی محسوس ہوئی۔ اس بات کے دو پہلو تھے۔ ایک تو یہ

کہ زہرہ نے اپنے کمرے میں اس کی آمد کا غلط مطلب لیا تھا۔ اس نے شاید یہ سمجھا تھا کہ وہ اسے چھپ کر دیکھنا چاہ رہا تھا، لیکن زہرہ کو اس کی آمد بری نہیں اچھی لگی تھی۔ دوسرا پہلو یہ تھا کہ زہرہ نے اسے دعوت دی تھی...... کھلی دعوت۔ اور اس دعوت کو سمجھ کر آذر کا دل ننھا سا بچہ بن گیا تھا۔

لیکن زہرہ نے اسے مکمل طور پر غلط سمجھا تھا۔ اس زہرہ کو NUDE پینٹ کرنے کا تو اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔

☆......☆......☆

اگلے تین دنوں نے زہرہ کو مایوس کر دیا۔ اس نے تو اپنی دانست میں تعلقات کی، خاموشی میں لپٹی ہوئی سست روی کو تیز کرنے کی کوشش کی تھی۔ جو کچھ اس نے آذر سے کہا تھا، وہ کہنا کسی عورت کے لئے آسان نہیں ہوتا۔ خواہ وہ اداکارہ ہی کیوں نہ ہو لیکن ردعمل توقع کے برعکس نکلا تھا۔ اس کے اور آذر کے درمیان ایک دیوار سی حائل ہو گئی تھی۔ آذر بہت کم سخن ہو گیا تھا۔ خود سے کوئی بات نہ کرتا۔ وہ کچھ کہتی تو ہوں ہاں کرتا۔ کچھ پوچھتی تو مختصر ترین جواب دیتا۔ وہ بس بیٹھا خلاؤں میں گھورتا رہتا۔ کسی سوچ میں ڈوبا رہتا۔ ایزل پر لگا ہوا کینوس اب بھی سادہ تھا۔ بس نیا کی سمجھ میں ایک ہی بات تھی۔ شاید آذر نئی تصویر کے بارے میں سوچ رہا تھا، اس کا مرکز نظر اس وقت وہی آئیڈیا ہو گا۔ اسی لئے اسے اپنی ماڈل کی پرواہ بھی نہیں رہی تھی۔

دوسری طرف نیا اپنے اندر کی آگ میں جل رہی تھی۔ یہ بات طے ہو چکی تھی کہ وہ بوڑھے مصور کی محبت میں گرفتار ہو بیٹھی ہو۔ یہ بھی طے تھا کہ وہ کوئی فلسفیانہ محبت نہیں۔ اس میں جسم و جاں کی تمام شدتیں شامل ہیں اور جہاں جسم شامل ہو، وہاں وجود میں بہت فساد مچتا ہے۔ سو یہ سب کچھ نیا کے ساتھ بھی ہو رہا تھا۔ وجود میں خواہشوں کی تیز ہوائیں شور مچا رہی تھیں۔

عورت جب کسی سے محبت کرتی ہے تو یہ خواہش بھی کرتی ہے کہ اس کا محبوب اسے چھوئے۔ وہ ایسی زمین کی طرح ہوتی ہے جو اپنے اندر ایک گلستان چھپائے ہوئے لمس کی بارش کا انتظار کر رہی ہو۔ اسے پہلی بار احساس ہوتا ہے وہ کتنی ہی خوبصورت سہی، بجی سنوری نہیں ہے۔ وہ نکھار سے محروم ہے۔ اس کے بعد وہ لمس کی آرزو کرتی ہے۔ اس کے لئے تڑپتی ہے لیکن بنانے والے نے اس کی فطرت ایسی رکھی ہے کہ وہ بادل کو پکار نہیں سکتی لیکن اس کا رواں رواں، ہر بن مو زبان بن جاتا ہے۔ نظر بولتی ہے، زباں بولتی ہے۔ اس کے پاس اشارے ہوتے ہیں، کنائے ہوتے ہیں، ادائیں ہوتی ہیں۔

مگر کوئی پھر بھی نہیں سمجھے یا تجاہل عارفانہ سے کام لے تو وہ جھنجلا جاتی ہے۔ پھر بھی وہ انتظار کرتی ہے۔ آس لگائے رہتی ہے اور جب ضبط انتظار جواب دے جائے تو وہ بڑی نزاکت سے زبان سے بھی دل کی بات کہہ دیتی ہے۔ نیا نے بھی یہی کیا تھا۔

اور اب وہ مایوس تھی۔ اس کے کمرے کا دروازہ اب بھی غیر مقفل ہوتا تھا۔ وہ بڑے یقین کے ساتھ آذر کا انتظار کرتی تھی اور آخر میں مایوسی سے بوجھل ہو کر سو جاتی تھی۔ دن میں بھی آذر اس سے زیادہ بات نہیں کرتا تھا۔ کوئی اور ہوتا تو وہ اس ردعمل کے بعد سوچتی کہ اسے اس میں دلچسپی نہیں ہے۔ اسے خوش فہمی ہوئی ہوگی لیکن آذر کا تو معاملہ ہی اور طرح کا تھا۔ سب سے بڑی بات یہ کہ کوئی اور ہوتا تو وہ اس طرح براہ راست بات کرتی بھی نہیں۔

اس رات بھی یہی ہو رہا تھا مگر اس بار اسے یقین ہو گیا کہ آذر کبھی اس کمرے میں نہیں آئے گا۔ اسے خود ہی جانا پڑے گا۔ تھوڑی دیر کی کشمکش کے بعد اس نے فیصلہ کیا......اور پھر ارادہ کر لیا۔ وہ بستر سے اٹھی اور سنگھار میز کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

☆......☆......☆

آذر خود سے لڑتے لڑتے تھک گیا تھا۔ زہرہ نے اس کے ساتھ بڑی زیادتی کی تھی۔ اس نے براہ راست ترغیبی گفتگو کر کے اس کے دفاعی حصار کو تہس نہس کر دیا تھا۔ وہ سوچ سوچتے خود کو سمجھاتے سمجھاتے عاجز آ گیا تھا۔ وہ جس کا آرزومند تھا، اس سے خوف زدہ بھی تھا، بلکہ اصل میں تو وہ خود سے خوف زدہ تھا۔ بہت بھوکا آدمی، کھانا میسر آ جائے تو سیر ہونے کے چکر میں مر بھی جاتا ہے۔

مگر اس روز اسے اس مسئلے کا ایک ممکنہ حل بھی مل گیا۔ اس روز ڈاک میں چارلی واٹرز کا بھیجا ہوا ایک بھاری لفافہ بھی تھا۔ اس نے اس لفافے کو بے تابی سے کھولا۔ اس میں ٹائمز کا ایک شمارہ تھا۔ یہ وہ شمارہ تھا، جس میں اس کا انٹرویو شائع ہوا تھا۔ وہ انٹرویو جو ریاض تبسم نے لیا تھا۔ خط کے مطابق فلم زندگی کے عالمی حقوق کے معاہدے کی دستاویزات اسی لفافے میں موجود تھیں۔ بس ان پر فلم ساز کے اور خود آذر کے دستخط ہونا تھے۔ دوسری طرف اسی فلم کے سلسلے میں چارلی اور آذر کے درمیان شراکت کا معاہدہ بھی موجود تھا۔ آذر کو اس پر بھی دستخط کرنے تھے، پھر چارلی نے وہ رقم بھی بتائی تھی، جس کی سرمایہ کاری آذر کو کرنا تھی۔

آذر اس بات کو بھول بھی چکا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ اسے یاد بھی نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ اسے ڈر تھا کہ اس فلم کی عالمی ریلیز نیا پر ہالی ووڈ کے دروازے کھول دے گی اور پھر وہ گم ہو جائے گی بلکہ اسے تو یہ ڈر بھی تھا کہ نیا اس سے قریب ہی اس چکر میں ہو رہی ہے اور وہ محبت کا بھرم کھونا نہیں چاہتا تھا۔

مگر اب صورت حال بدلی ہوئی تھی۔ آذر کے لئے اب یہ اس مسئلے کا حل تھا۔ بہتر یہی تھا کہ وہ نیا کو ہالی ووڈ کا راستہ دکھا دے ورنہ اس کی قربت میں اس کے لئے اذیت ہی اذیت تھی۔ اسے خوشی ہوئی کہ فلم کے حقوق کے سلسلے میں اس نے چارلی کو مایوس نہیں کیا تھا......داشتہ آید بکار والا معاملہ بن گیا تھا۔

آذر نے اسی وقت پہلے ریاض کا نمبر ملایا۔ ریاض موجود تھا۔ فون اس نے ہی ریسیو کیا۔

''آذر بول رہا ہوں ریاض!'' آذر نے کہا۔ ''مبارک ہو۔ مبارک ہو۔''

''اللہ کی مہربانی اور آپ کا احسان ہے سر!''

''تو تمہیں معلوم ہو گیا؟''

''ابھی ذرا دیر پہلے مجھے ٹائمز کا وہ شمارہ موصول ہوا ہے۔ میں پھر کہنا چاہتا ہوں سر، کہ میں ہمیشہ آپ کا تابع دار رہوں گا۔''

کچھ دیر بات کرنے کے بعد آذر نے ریسیور رکھ دیا۔ اب اسے نیا کے بارے میں سوچنا تھا۔

اس کے سامنے اب بھی سادہ کینوس تھا۔ الجھنیں اسے سوچنے ہی نہیں دے رہی تھیں۔ اس لئے وہ انہیں جلد از جلد سلجھانا چاہتا تھا۔ اس نے سر گھما کر نیا کو دیکھا۔ ''آؤ میرے ساتھ۔'' اس نے کہا۔

وہ اسے اسٹڈی میں لے گیا۔ ''بیٹھو، میں تمہیں کچھ دکھانا چاہتا ہوں۔'' اس نے اپنی کرسی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

نیا بیٹھ گئی۔ اس وقت آذر کا انداز اسے غیر معمولی سا لگا تھا۔

آذر میز کے عقب میں اپنی کرسی پر جا بیٹھا۔ اس نے معاہدے کی دستاویزات نکال کر نیا کی طرف بڑھائیں۔ ''انہیں پڑھ لو۔ پھر اگر مناسب سمجھو تو دستخط کر دینا۔'' اس نے کہا۔

''یہ کیا ہے؟'' نیا نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''پڑھ لو نا۔''

نیا نے پڑھنے کے بجائے ورق الٹ کر دستاویز کا آخری صفحہ کھولا اور قلم دان میں سے قلم نکال کر دستخط کر دیے۔ یہ اتنی تیزی سے ہوا تھا کہ آذر کو کچھ کہنے کا موقع بھی نہیں ملا۔ نیا نے کاغذات اس کی طرف بڑھا دیے۔ ''یہ لیجئے میں نے دستخط کر دیے۔''

''ایسا نہیں کرنا چاہئے۔'' آذر نے احتجاج کیا۔

''آپ سے مجھے نقصان تو نہیں پہنچ سکتا۔'' نیا نے بے حد اطمینان سے کہا۔ ''بلکہ آپ سے زیادہ اپنی بہتری تو میں خود بھی نہیں سوچ سکتی۔''

''کبھی کسی پر اتنا بھروسا بھی نہیں کرنا چاہئے۔'' آذر نے ناصحانہ انداز میں کہا۔

''اب آپ یہ بھی کہیں گے کہ کسی سے اتنی محبت بھی نہیں کرنی چاہئے۔''

آذر کی نظریں جھک گئیں۔ ''اچھا، اب تو پڑھ لو یہ معاہدہ۔''

''آپ ہی بتا دیجئے۔''

آذر نے اس کے چہرے پر نظریں جمائیں اور تفصیل سے سب کچھ بتانے لگا۔ نیا کی آنکھوں میں چمک سی ابھری لیکن چہرہ بے تاثر ہی رہا۔ آذر سوچتا رہا کہ اس حسین اداکارہ کو اپنے تاثرات چھپانے کا ہنر خوب آتا ہے۔

آذر خاموش ہوا اور متوقع نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ ''ٹھیک ہے آذی'' وہ بولی۔ ''مجھے خوشی ہے کہ آپ نے میرے مفادات کی فکر کی۔''

''لگتا ہے، تمہیں خوشی نہیں ہوئی؟''

''ایسی بات تو نہیں۔ میں نے تو سوچا بھی نہیں تھا کہ میری فلم پوری دنیا میں دیکھی جاسکے گی۔ یہ تو بہت بڑی بات ہے۔''

''اور مالی معاملات؟ فلم تمہاری ہے تو تمہیں اس سے فائدہ بھی پہنچنا چاہئے۔''

''اس فلم سے مجھے اتنا فائدہ پہنچ چکا ہے کہ اب کسی فائدے کی پرواہ نہیں رہی۔'' نیا نے اسے عجیب سی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ فلم ہی تو ہے جس کی وجہ سے مجھے آپ ملے، آپ کی محبت ملی اور دولت بھی کم نہیں ملی۔''

''تمہیں احساس ہے کہ اس معاہدے کے بعد تمہیں ہالی ووڈ سے بھی کسی رول کی آفر ہو سکتی ہے۔'' آذر نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں، یہ ممکن ہے۔'' نیا نے پرخیال لہجے میں کہا ''لیکن اب مجھے اس کی پرواہ نہیں۔''

''کیسی باتیں کرتی ہو۔'' آذر کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

''مجھے نہیں معلوم کہ آپ جیسا سمجھدار آدمی سامنے کی بات کیوں نہیں سمجھتا۔ شاید آپ سمجھنا ہی نہیں چاہتے۔ کیوں، یہ بھی مجھے معلوم نہیں۔'' نیا کا لہجہ تلخ ہو گیا۔ ''میں آپ کو سچ بتا رہی ہوں کہ ہالی ووڈ پہنچنا میرا خواب تھا۔ میں نے یہ بات کبھی کسی کو نہیں بتائی لیکن مجھے یقین تھا کہ مجھے اس کا موقع ضرور ملے گا۔ جب آپ سے ملاقات ہوئی تو پہلی نظر میں آپ کی طرف کھنچنے کے باوجود میں نے یہی سوچا کہ آپ مجھے ہالی ووڈ تک پہنچانے والا پل بن سکتے ہیں۔''

آذر سناٹے کے عالم میں اس کی بات سن رہا تھا۔

''مگر بعد میں مجھے اندازہ ہو گیا۔ میری سمجھ میں یہ بات آگئی کہ میرے لئے آپ کی ایک خاص اہمیت ہے۔ ہالی ووڈ بھی غیر اہم ہو گیا۔ تب پہلی بار مجھے اپنی بے غرضی کا...... گویا محبت کا ثبوت ملا۔ مگر آپ نے شاید اب تک مجھے سچا نہیں سمجھا۔''

''یہ بات نہیں۔'' آذر کھسیا گیا ''لیکن......''

نیا نے تلخ لہجے میں اس کی بات کاٹ دی۔ آپ نے یہ نہیں سوچا کہ ایک اداکارہ اپنی دنیا اور اس کی مصروفیات کو تج کر آپ کے گھر میں بیٹھی ہے تو کس لئے؟ اس نے آپ سے ملنے کے بعد کوئی فلم قبول نہیں کی تو کس لئے؟ اس لئے نہیں کہ آپ کو لبھائے اور آپ اسے ہالی ووڈ پہنچا دیں۔ مجھے پہلی بار پتا چلا ہے کہ شک آپ جیسے جہاں دیدہ انسان کو بھی غلط فہمی میں مبتلا کر سکتا ہے۔''

''تم غلط سمجھ رہی ہو......''

مگر اب نیا بپھری ہوئی تھی۔ ''میں نہیں، آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔'' وہ تند لہجے میں بولی۔ ''ممکن ہے، مجھے ہالی ووڈ سے کوئی آفر ہو مگر میں آپ کو واضح طور پر بتا دینا چاہتی ہوں کہ میں اسے قبول نہیں کروں گی۔ میں فلمی دنیا چھوڑنے کا فیصلہ کر چکی ہوں۔ میں ایک گھر کے محبت بھرے ماحول میں فطری زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔''

''سوری زہرہ!'' آذر نے شرمندگی سے کہا۔ ''مگر سچ یہ ہے کہ میں تمہیں تکلیف نہیں پہنچانا چاہتا۔ میں تمہیں تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔''

''کوئی کسی کو اس کے مقدر کی تکلیف سے نہیں بچا سکتا آذی۔'' نیا نے نرم لہجے میں کہا۔ ''آپ اس کی فکر نہ کریں۔''

''مگر میری اور تمہاری محبت فطری ہی ہے۔''

''محبت کبھی غیر فطری نہیں ہوتی۔''

''ہوتی ہے۔'' اس بار آذر جھنجلا گیا۔ ''بہار کی خزاں سے محبت، زندگی کی موت سے محبت، دن کی رات سے محبت کیا فطری کہلائے گی اور تمہارا مجھ سے محبت کرنا بالکل ایسا ہی ہے۔ یہ فطری نہیں ہے۔''

نیا اسے عجیب سی نظروں سے دیکھتی رہی۔ ''اور آپ کا مجھ سے محبت کرنا فطری ہے؟''

''ہاں، یہ عین فطرت ہے۔ خزاں تو بہار کی آرزو ہی کرتی ہے۔ موت کو زندگی کی طلب ہوتی ہے، تم سے محبت کرنا میری مجبوری ہے۔''

''میں باتوں میں آپ سے نہیں جیت سکتی۔''

''بس یہی ایک مقام تو ہے، جہاں میں تم سے جیت سکتا ہوں۔'' آذر نے آہ بھر کے کہا ''اچھا...... مجھے ایک نازک اور ناروا بات پوچھنے کی اجازت دو گی۔''

''میں کہہ چکی ہوں کہ آپ کو کسی معاملے میں مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔''

''سچ بتاؤ گی نا؟''

''یاد رکھیں۔ آج ہی نہیں میں آپ سے کبھی جھوٹ نہیں بولوں گی۔ کبھی کچھ نہیں چھپاؤں گا۔''

''تم مجھ سے جسمانی تعلق کی بھی امید رکھتی ہو؟''

نیا کے اندر سے جارحیت ایک دم رخصت ہوگئی۔ اس نے مجرموں کی طرح سر جھکایا اور بہت دھیرے سے بولی ''جی ہاں۔''

''تو پھر تم محبت کا دعویٰ کیسے کرتی ہو؟'' آذر نے فاتحانہ لہجے میں کہا ''تمہاری یہ طلب وہ پستی ہے جو محبت کی بلندی سے نہیں جڑ سکتی۔''

نیا نے اپنا جھکا ہوا سر آہستگی لیکن بے حد اعتماد سے اٹھایا اور اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ ''میں اس طلب کے باوجود جانتی ہوں کہ میری محبت گھٹیا نہیں۔ وہ کائنات کا ارفع ترین جذبہ ہے، نہ مجھے اس پر شک ہے نہ شرمندگی۔''

''وہ کیسے؟'' آذر نے حیرت سے پوچھا۔

''مجھے آپ کی محبت سے سب سے بڑا فائدہ یہ پہنچا ہے کہ میں تجربوں کی اذیت اور پچھتاووں سے گزرے بغیر سب کچھ جان گئی ہوں۔'' نیا کے لہجے میں اعتماد تھا۔ ''آپ زہرہ کے معاملے میں برسوں یہ خلش لئے بیٹھے رہے۔ اپنی محبت کو گھٹیا سمجھتے رہے مگر جب اس کی موت کے باوجود وہ محبت زندہ رہی تو آپ کو پتا چلا کہ طلب کی کھوٹ کے باوجود بھی آپ کی محبت محبت ہی تھی۔ اب یہ محبت کا اعجاز ہے کہ آپ کا تجربہ مجھے مل گیا۔ مجھے معلوم ہوگیا کہ جسم کے تقاضے تو بہرحال تنگ کرتے ہیں مگر محبت محبت ہی رہتی ہے۔ سو میں دعوے سے کہتی ہوں کہ مجھے آپ سے محبت ہے اور کبھی نہ کبھی یہ ثابت ہو جائے گا۔''

آذر کے کندھے جھک گئے۔ چہرہ سپید پڑ گیا۔ ''تم مجھ سے کیا چاہتی ہو نیا؟''

''جو میں چاہتی ہوں، وہ کہوں گی نہیں۔ وہ تو آپ کو مجھ سے کہنا ہے۔'' نیا نے کہا۔ ''اور ہاں، مجھے نیا کہہ کر کیوں پکارا ہے آپ نے۔ یہ مجھے پسند نہیں۔ یہ نقلی نام تو میں ویسے بھی چھوڑ رہی ہوں۔ یاد رکھئے میں زہرہ ہوں۔'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ ''میں کافی بناتی ہوں۔'' وہ اسے جواب دینے کا موقع دیئے بغیر چلی گئی۔ یہ جتانا ضروری تھا کہ وہ آذر کی زبان سے اپنا یہ نام سننا نہیں چاہتی۔ اس میں بحث کی کوئی گنجائش نہیں۔

☆......☆......☆

وہ رات آذر کے لئے اور بھاری تھی۔

مسئلہ سلجھنے کے بجائے اور الجھ گیا تھا۔ وہ تو زہرہ کو دور کرنے کی ترکیب کر رہا تھا۔ مگر وہ ہر قدم پر اسے حیران کر رہی تھی۔ آج جو کچھ اس نے سنا تھا وہ

خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا۔ اب تو سب کچھ کھل کر سامنے آ گیا تھا۔ اس کی پوری عمر کی ریاضت اس وقت خاک میں ملنے والی تھی، جب عمر کی پونجی ختم ہونے کے قریب تھی۔ اور وہ بھی لاحاصل ...... گناہ بے لذت!

بہرکیف اس نے کوریئر سروس کے ذریعے دستخط شدہ دستاویزات چارلی کو واپس بھیج دی تھیں۔ مطلوبہ رقم کا بندوبست بھی کر دیا تھا۔ زہرہ نے لیب فون کرکے زندگی کے پرنٹ کو امریکا بھجوانے کی ہدایت کر دی۔ چارلی نے لکھا تھا کہ وہ فلم کو انگریزی سب ٹائٹل کے ساتھ ریلیز کرنے کی بجائے مکمل طور پر انگریزی میں ڈب کرانے کی کوشش کرے گا۔ اس نے یہ بھی لکھا تھا کہ نیویارک میں فلم کے پریمیر کے موقع پر نینا کی موجودگی ضروری ہوگی۔

نینا کو اس پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ بشرطیکہ آذر اس کے ساتھ چلے۔ آذر بھی یہ سوچ کر ٹال گیا کہ یہ بعد کی بات ہے۔

اب صرف نینا کو فلم ساز کی حیثیت سے ادائیگی کا مرحلہ رہ گیا تھا۔ وہ بھی اگلے روز گزر جاتا تھا۔

یہاں تک سوچنے کے بعد آذر کی طرح کی ہوئی سوچیں ختم ہو گئیں۔ پھر وہ سوچ ابھر آئی، جس سے بچنے کے لئے وہ دھیان بٹانے کی کوشش کر رہا تھا ...... نینا کی سوچیں۔ لگتا تھا، اب وہ کبھی سکون سے نہیں سو سکے گا۔

جس رات وہ پہلی بار زہرہ کی خواب گاہ میں گیا تھا، اس کے اگلے روز اس نے زہرہ کو ہدایت کی تھی کہ وہ دروازہ لاک کرکے سویا کرے۔ اس کے بعد تین راتیں گزر گئی تھیں۔ ہر رات اس کے قدم خودکار انداز میں اس کی خواب گاہ کی طرف اٹھے تھے۔ ہر بار اسے دروازے پر پہنچ کر ہی ہوش آیا تھا اور وہ ٹھٹکا تھا۔ اس نے ناب گھمائی تھی۔ دروازہ لاک نہیں تھا۔ اس نے جان لیا تھا کہ زہرہ جاگ رہی ہے اور اس کی منتظر ہے۔ وہ جھنجلا گیا تھا۔ کیا چاہتی ہے یہ لڑکی؟ منع کرنے کے باوجود اتنی بے احتیاطی۔ کیا یہ مجھے جھکانا چاہتی ہے؟ شکست خوردہ دیکھنا چاہتی ہے مجھے؟ نہیں جانتی کہ ترغیب کے کیسے کیسے کانٹوں بھرے جنگلوں سے میں کیسے بچ کر گزر رہا ہوں۔ یوں کہ جسم پر خراش پڑنا تو دور کی بات ہے، میرا لباس بھی سلامت رہا ہے۔

ہر بار وہ جھنجلا کر واپس آ گیا۔ یہ احساس اسے ستاتا رہا کہ اس کی منتظر زہرہ نے دروازے کا لٹو گھومتے دیکھا ہوگا۔ اسے معلوم ہو گیا ہوگا کہ وہ آیا تھا۔ ہر روز وہ زہرہ کے چہرے پر ایسی کوئی بات تلاش کرتا لیکن متوقع تاثر اسے نظر نہ آتا۔

اور یہ چوتھی رات تھی۔ وہ اپنے ضبط کو اور آگے لے گیا۔ دروازے سے پلٹ کر آنا، بہت چھوٹی لیکن بہت خطرناک بات تھی۔ کسی بھی وقت اس کا ضبط ہار جاتا اور وہ کمرے میں چلا جاتا۔ وہ بھرم بھی جاتا رہتا، جو ہے۔ اس نے سوچ لیا کہ اب وہ اپنے قدموں کو اس طرف اٹھنے ہی نہیں دے گا۔

لیکن فیصلہ کرنا آسان ہوتا ہے اور اس پر عمل کرنا بہت دشوار۔ وہ ایک عذاب سے دوچار ہو گیا۔ وہ لیٹتا اور پھر مضطرب ہو کر اٹھ بیٹھتا لیکن وجود میں ایسی بے چینی تھی کہ اس کے لئے بیٹھنا اور لیٹنا ناممکن تھا۔ وہ اٹھ کر ٹہلنے لگتا۔ کئی بار ایسا ہوا کہ اس نے اپنے کمرے کا دروازہ کھول لیا اور خود کو باہر نکلنے

سے روکنے میں اس پر قیامت گزر گئی۔ اس کی مٹھیاں بھنچی ہوئی تھیں۔ جسم یوں لرز رہا تھا جیسے اسے خود پر کوئی اختیار نہ ہو۔ حالانکہ یہ اختیار اور اسے استعمال کرنے ہی کا شاخسانہ تھا۔

لیٹنے، اٹھ کر بیٹھنے اور ٹہلنے کا وہ سلسلہ صرف اس وقت موقوف ہوا، جب وہ لیٹ کر اٹھنے کے قابل ہی نہیں رہا۔ وہ سو نہیں سکا۔ جسم میں جیسے آگ بھری ہوئی تھی۔ بستر پر انگارے تھے لیکن جسم میں اٹھنے کی جان نہیں تھی۔

☆......☆......☆

آذر ناشتے کے لئے میز پر نہیں آیا تو نینا پریشان ہوگئی۔ وہ جانتی تھی کہ رات کو وہ اس کے کمرے کی طرف بھی نہیں آیا تھا۔ کم از کم یہ تو وہ یقین سے کہہ سکتی تھی کہ آذر نے اس کے کمرے کے دروازے کو ہاتھ نہیں لگایا ہے۔

جس صبح اسے اپنے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا ملا تھا، اس کے بعد سے ہر رات وہ جاگتی رہی تھی...... اس کا انتظار کرتی رہی تھی۔ اس کے کمرے میں روشنی ہوتی تھی۔ اور اس کی نظریں دروازے کی ناب پر جمی ہوتی تھیں۔ ہر رات دو بجے کے قریب اس نے ناب کو گھومتے دیکھا لیکن اس کی توقع پوری نہیں ہوئی۔

دروازہ کبھی نہیں کھلا۔ اور آج...... آج تو ناب بھی نہیں گھومی۔ شاید وہ آیا ہی نہیں۔

وہ بے چین ہو کر اٹھی اور اسٹوڈیو کی طرف چل دی۔ آذر اسٹوڈیو میں نہیں تھا۔ اس نے اسٹڈی میں جھانکا۔ وہ وہاں بھی نہیں تھا۔ اس نے دروازہ کھولا اور خواب گاہ میں چلی گئی۔ وہ چادر اوڑھے لیٹا تھا۔ چہرہ کھلا ہوا تھا۔

نینا نے قریب جا کر دیکھا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ ہونٹ ہل رہے تھے۔ وہ بڑبڑا رہا تھا لیکن آواز بہت دھیمی تھی۔

نینا نے اسے پکارا لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ جیسے اس تک اس کی آواز پہنچی ہی نہیں پھر نینا کو اس کی آنکھوں کی سرخی نظر آئی۔ اس نے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا اور فوراً ہی گھبرا کر اٹھا لیا۔ وہ تو آگ ہو رہا تھا۔ بخار بہت تیز تھا۔

نینا باہر لپکی۔ اس نے محمد حسین سے کہا کہ وہ ڈاکٹر کو بلا کر لائے پھر اس نے فریج سے ٹھنڈا پانی نکالا۔ کچھ کپڑے کی پٹیاں لیں اور دوبارہ اس کے پاس چلی گئی۔ کرسی گھسیٹ کر وہ اس کے پاس ہی بیٹھ گئی۔ اس نے ٹھنڈے پانی میں بھگو کر پٹیاں اس کی پیشانی پر رکھنا شروع کیں۔ پٹیاں فوراً ہی گرم ہو جاتی تھیں۔ بخار کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

آذر کا ہذیان بہت بڑھ گیا تھا۔ اس کی آواز بھی بلند ہونے لگی پھر وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا ”زہرہ...... میری جان، میں تمہیں ایک

بار قتل کر چکا ہوں۔'' وہ ہچکیوں کے درمیان کہہ رہا تھا۔ ''میں تمہیں دوبارہ قتل نہیں کرنا چاہتا۔ تم چلی جاؤ یہاں سے۔ خدا کے لئے، مجھ سے دور ہو جاؤ، ورنہ میں تمہیں دوبارہ قتل کر دوں گا۔ زہرہ...... میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ زہرہ...... زہرہ......''

زہرہ نے پرانی پٹی اٹھا کر ٹھنڈی پٹی اس کی پیشانی پر رکھتے ہوئے اسے حیرت سے دیکھا۔ اسی لمحے ڈاکٹر آ گیا۔

ڈاکٹر نے آذر کو انجکشن لگایا۔ دوا لکھ کر دی۔ کچھ ہدایات دیں، جن میں بخار کم ہونے تک ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھنے کی ہدایت بھی تھی، پھر وہ چلا گیا۔

☆......☆......☆

جاری ہے......

آذر کی آنکھ کھلی تو کمرے میں اندھیرا تھا۔ ویسا ہی گھپ اندھیرا جیسا وہ کر کے سوتا تھا۔ سب سے پہلے اسے منہ کا بدلا ہوا ذائقہ محسوس ہوا۔ عجیب سا کسیلا پن تھا منہ میں پھر اس کی ذہنی کیفیت بھی عجیب سی تھی۔ اس کے بعد اسے شدید کمزوری کا احساس ہوا۔ اسے اندازہ ہو گیا کہ ہلنے جلنے کے لیے بھی قوت ارادی سے کام لینا پڑے گا۔ وجہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

پھر وہ بری طرح چونکا۔ کمرے میں اس کے قریب...... بہت قریب کوئی آواز تھی۔ خاصا غور کرنے پر اس کی سمجھ میں آیا کہ وہ سانسوں کی آواز تھی۔

اس نے ڈوری کھینچی اور روشنی کر دی۔ پھر اس نے سر گھما کر اپنے پہلو کی طرف دیکھا۔ وہاں زہرہ بے خبر سو رہی تھی۔

وہ کئی لمحے اسے دیکھتا رہا۔ وہ نیم دراز حالت میں سو رہی تھی۔ اسے دیکھ کر آذر کو کچھ یاد آنے لگا۔

اسے بالکل اندازہ نہیں تھا کہ کتنا وقت گزرا ہے لیکن یہ خیال آ رہا تھا کہ اس کی طبیعت خراب تھی۔ وہ یقیناً غشی کی سی کیفیت رہی ہو گی کیونکہ اسے اس طرح یاد آ رہا تھا، جیسے فلم کی ٹوٹی ہوئی ریل کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے۔ زہرہ اسے دوا پلا رہی ہے۔ زہرہ اس کا ٹمپریچر لے رہی ہے۔ زہرہ اسے جوس یا سوپ پلا رہی ہے۔ زہرہ اس کی پیشانی پر کوئی ٹھنڈی چیز رکھ رہی ہے۔ زہرہ اس کا سر سہلا رہی ہے۔ یہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑے تو اسے یاد تھے مگر یہ یاد نہیں آتا تھا کہ زہرہ کی اس سے کوئی گفتگو بھی ہوئی تھی۔

وہ ذہن پر زور دیتا رہا۔ یہاں تک کہ شدید کمزوری کا احساس ہونے لگا۔ اس نے آنکھیں موند لیں۔ چند لمحے بعد اس نے پھر آنکھیں کھول کر زہرہ کو دیکھا۔ وہ اگرچہ بے سدھ سو رہی تھی لیکن آرام میں نہیں تھی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ زہرہ کا سر مسہری کے سرہانے سے لگا ہوا تھا۔ وہ اسے نیچے کر کے تکیے پر لانے کی کوشش کرنے لگا لیکن کمزوری زیادہ تھی اور زہرہ کی نیند اتنی پکی تھی کہ جاگی بھی نہیں۔ جیسے تیسے اس نے زہرہ کو نیچے کیا اور کمبل اڑھا دیا۔ مگر اتنی سی دیر میں وہ بری طرح ہانپنے لگا تھا۔

اس نے ڈوری کھینچ کر اندھیرا کر دیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ ذرا دیر بعد وہ پھر بے خبر سو گیا۔

جانے کتنی دیر بعد اس کی آنکھ پھر کھلی۔ کمرے میں اب بھی اندھیرا تھا مگر اس بار آنکھ کھلنے کا سبب کچھ اور تھا۔ کوئی اس سے لپٹا ہوا تھا۔ پہلے تو اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا پھر اسے احساس ہوا کہ وہ کمبل اوڑھے ہوئے ہے۔ جبکہ کمبل زہرہ کو اڑھا کر وہ ایسے ہی سویا تھا اور سردی اسے اب بھی لگ رہی تھی۔ شاید سوتے میں سردی کا احساس ہوا ہو گا اور وہ بھی کمبل میں گھس گیا ہو گا۔ کمبل بہر حال بہت بڑا تھا۔ دونوں اس میں بہ آسانی سما گئے تھے۔

زہرہ کے جسم کو اتنا قریب محسوس کر کے اس کے جسم میں چنگاریاں سی اڑنے لگیں۔ پہلا ردعمل تو یہ تھا کہ وہ زہرہ کے اور قریب ہو گیا۔ اس کے ہاتھ بہکنے ہی والے تھے کہ وہ سنبھل گیا۔ اس نے نرمی سے زہرہ کو دور ہٹا دیا مگر سردی کا احساس اور بڑھ گیا۔ اس نے آنکھیں بند کیں اور سردی کے

احساس کو ذہن سے جھٹک کر دوبارہ سونے کی کوشش کی لیکن سردی کا احساس بدستور رہا۔ اس بار اسے خود زہرہ سے لپٹنا پڑ گیا۔

اگلی بار وہ جاگا تو صبح ہو چکی تھی۔ یہ بھی اتفاق تھا کہ اسی وقت زہرہ کی آنکھ بھی کھلی۔ آذر جاگنے کے بعد اس کے چہرے کو بغور دیکھ رہا تھا کہ اس کی پلکیں تھرکتی محسوس ہوئیں اور اگلے ہی لمحے آنکھیں کھل گئیں۔ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھیں۔

آذر کو اپنا چہرہ گرم ہوتا محسوس ہوا۔

''اب طبیعت کیسی ہے آپ کی؟'' زہرہ نے پوچھا۔ وہ نارمل تھی۔ جیسے اسے ابھی تک احساس ہی نہ ہوا ہو۔

''اب تو بہتر ہوں۔'' آذر نے جواب دیا۔ وہ اپنا ہاتھ ہٹانا چاہتا تھا لیکن اس ڈر سے رک گیا کہ زہرہ کی بے خبری ختم ہو جائے گی۔

زہرہ نے اس کی پیشانی چھو کر دیکھنے کے لئے ہاتھ کو حرکت دی۔ اچانک اسے احساس ہوا کہ وہ ہاتھ کو آزادانہ حرکت نہیں دے سکتی۔ پھر اس آذر کے بہت...... زیادہ قریب ہونے کا احساس ہوا۔ پہلا لمحہ شاک کا تھا پھر اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

آذر اس کا پہلا ردعمل دیکھ کر گڑبڑا گیا۔ ''وہ...... بات یہ ہے کہ مجھے سردی لگ رہی تھی۔'' اس نے گھبرا کر وضاحت کی۔

''تو پھر؟''

آذر کو اچانک احساس ہوا کہ وہ خواہ مخواہ مدافعانہ طرزِ عمل اختیار کر رہا ہے۔ ''تم یہاں میرے برابر سو رہی تھیں...... بے آرامی کے ساتھ۔'' اس نے الزام دینے والے لہجے میں کہا۔ ''تمہارا سر مسہری کے سرہانے پر لگا تھا۔ میں نے بڑی مشکل سے تمہیں ٹھیک سے لٹایا۔''

''اتنی کمزوری میں! یہ تو زیادتی ہوئی آپ کے ساتھ۔''

آذر کو لگا کہ وہ طنز کر رہی ہے یا مذاق اڑا رہی ہے۔ ''تمہیں ضرورت کیا تھی یہاں سونے کی۔'' اس نے چڑچڑے پن سے کہا۔

''بلا ارادہ تھوڑا ہی سوئی تھی۔ نیند سے بے حال ہو رہی تھی۔ بس نیند آ گئی۔'' زہرہ نے کہا۔ ''مگر اب خوشی ہے کہ سو گئی۔''

''کیا مطلب؟''

''مجھے تو اب بھی خواب ہی لگ رہا ہے۔'' زہرہ نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

آذر نے گڑبڑا کر اپنا ہاتھ ہٹا لیا۔ ''نیند سے بے حال ہو رہی تھیں تو اپنے کمرے میں جا کر سو جاتیں۔''

''آپ کو اس حال میں چھوڑ کر کیسے جا سکتی تھی۔''

اب آذر کو اصل سوال یاد آیا۔ ''مجھے کیا ہوا تھا؟''

''آپ کو بہت تیز بخار تھا۔ آج تین دن بعد پہلی بار آپ کو ہوش آیا ہے ورنہ غشی طاری تھی۔ ہذیانی کیفیت تھی آپ کی۔'' زہرہ نے بتایا۔

''تین دن!'' آذر کو حیرت ہوئی۔ ''تو تم اس لئے بے حال ہو رہی تھیں کہ تین دن سے سوئی نہیں تھیں۔''

''نہیں، نیند تو مجھے آتی ہی بہت ہے۔ میں تو جاگ ہی نہیں سکتی اتنا۔ کرسی پر بیٹھے بیٹھے سو جاتی تھی۔''

آذر کو ننھی سی اس لڑکی پر پیار آنے لگا۔ اس لمحے وہ اسے بچی ہی لگی۔ ''بہت زحمت اٹھائی تم نے۔''

''اس پر تکلف بات کے جواب میں، میں کچھ کہنا نہیں چاہتی۔'' اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

آذر بھی اٹھ کر بیٹھ گیا لیکن وہ کھڑا ہوا تو اسے چکر آ گئے۔ زہرہ نے تیزی سے بڑھ کر اسے سہارا دیا ''آپ کو اپنی کمزوری کا ابھی اندازہ نہیں ہے۔'' اس نے کہا ''لیکن فکر نہ کریں۔ ڈاکٹر نے دوا دی ہے۔ آپ کو خوب بھوک لگے گی۔ جلد ہی توانا ہو جائیں گے۔ اس وقت تک میرا سہارا لینا ہوگا آپ کو۔''

آذر اسے عجیب سی نظروں سے دیکھتا رہا۔ وہ کچھ بولا نہیں۔ اسی دن سلطانہ بھی واپس آ گئی۔

☆......☆......☆

زہرہ کی دیکھ بھال کی وجہ سے آذر تین دن میں سنبھل گیا۔ سلطانہ کے آ جانے سے بھی آسانی ہو گئی تھی۔ زہرہ نے ان تین دنوں کا ہر لمحہ آذر کے ساتھ گزارا تھا۔ وہ اصرار کر کے کھلاتی پلاتی رہی تھی۔ آذر نے جھنجلانے کے باوجود اس نے رات کو بھی اسے تنہا نہیں چھوڑا تھا۔

اور تینوں راتیں زہرہ اس کے ساتھ سوئی تھی۔ ڈاکٹر نے اسے جو دوا دی تھی، شاید اس میں نیند کی کوئی تیز دوا بھی شامل تھی۔ اس لئے اسے اپنی نیند پر کوئی اختیار نہیں تھا۔ وہ سوتا تھا اور زہرہ اس کے بیڈ کے ساتھ کرسی پر بیٹھی ہوتی تھی پھر درمیان میں آنکھ کھلتی تو وہ اس کے کمبل میں اس سے بچوں کی طرح لپٹی بے خبر سو رہی ہوتی۔ اس کے انداز میں اتنی معصومیت ہوتی کہ آذر کو چاہنے کے باوجود اسے جگانے کی ہمت نہ ہوتی لیکن وہ معصومیت اب اس کے لئے قیامت خیز تھی۔ وہ اپنے اندر کے طوفان سے کیسے لڑتا۔

اس صبح ناشتے کے بعد اس نے اپنے نئے آئیڈیے پر کام شروع کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد زہرہ بھی آ گئی۔ ''بہتر ہوتا کہ آپ چند روز اور آرام کر لیتے۔'' وہ بولی۔

''اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔''

زہرہ اس مخصوص کرسی پر بیٹھ گئی جس پر ہمیشہ بیٹھتی تھی۔ آذر اس بار بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے تصویر کے خد و خال نمایاں ہونے

لگے۔ زہرہ حیرت سے کینوس کو دیکھ رہی تھی۔

''واہ...... بہار کا منظر پینٹ کر رہے ہیں آپ؟'' اس نے خوش ہو کر کہا۔

''یہ اصل تصویر کا محض ایک حصہ ہے۔'' آذر نے جواب دیا۔ ''یہ تصویر مکمل ہونے کے بعد دیکھو گی تو تمہیں شاک لگے گا۔ یہ درحقیقت میرا اظہار ہے...... تمہارے لئے۔ میں یہ تصویر صرف تمہارے لئے بنا رہا ہوں۔ اس کے ذریعے میں تمہیں کچھ بتانا چاہتا ہوں۔''

''کیا بتانا چاہتے ہیں؟'' زہرہ نے متجسس لہجے میں پوچھا۔

''یوں الفاظ میں بتا سکوں تو تصویر بنانے کی کیا ضرورت ہے؟''

''اندازاً کتنے دن میں مکمل ہوگی یہ تصویر؟''

''کیا کہہ سکتا ہوں۔ یہ اندازہ تو میں کبھی نہیں لگا سکا۔''

''میں اس لئے پوچھ رہی ہوں کہ کل میں بمبئی جا رہی ہوں۔''

آذر نے سکون کی سانس لیتے ہوئے کہا۔ ''اچھا۔ میں تمہیں بہت مس کروں گا۔ تم نے اس عرصے میں جس طرح میرا خیال رکھا ہے، میں اسے کبھی نہیں بھولوں گا۔''

''آپ مجھے ویسے بھی نہیں بھول سکتے۔'' زہرہ نے تیز لہجے میں کہا۔ ''میں زہرہ ہوں اور 80 سال سے آپ کے سسٹم میں شامل ہوں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ چار دن بعد میں پھر آؤں گی...... تین دن کے لئے۔''

آذر نے اس کی آخری بات جیسے سنی ہی نہیں۔ وہ اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ گزشتہ دو دنوں میں جو بات اس نے محسوس کی تھی، اس کی نگاہوں نے اس کی تصدیق کر دی۔ پھر بھی وہ یہ بات کہنا نہیں چاہتا تھا لیکن اس سے کہے بغیر رہا نہیں گیا۔ ''تم نے ٹھیک کہا۔ میں تمہیں ویسے بھی نہیں بھول سکتا۔ اور اب تو تم بالکل میری زہرہ ہو گئی ہو...... پرانی والی زہرہ!''

زہرہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔ اس کی نگاہوں میں دلچسپی بھی تھی ''کیسے؟''

''تم میں اور پہلی والی زہرہ میں صرف آدھے انچ کا فرق تھا۔ اسی لئے میں نے تمہیں آدھا انچ کم کرنے کا مشورہ دیا تھا جبکہ پرانی زہرہ کو ایک انچ کی کمی کا مشورہ دیا تھا۔ تم نے آدھا انچ بڑھا لیا۔ اب تم میں اور پرانی زہرہ میں کوئی فرق نہیں رہا۔''

زہرہ کھل اٹھی ''مجھے خوشی ہوئی ہے اس بات کی۔''

''میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔'' آذر نے ہچکچاتے ہوئے کہا'' اپنے آپ اور تمہارے بارے میں۔''

''زہرہ نے چمکتی آنکھوں سے اسے دیکھا'' جی..... کہئے۔''

''میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ صرف محبت ہی نہیں، ہم دونوں کا ہر باہمی معاملہ دوطرفہ ہے۔'' آذر نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا، جہاں اب مسکراہٹ کی چمک تھی۔ ''بدقسمتی سے نہ میں تمہارے لئے ہوں زہرہ اور نہ ہی تم میرے لئے ہو۔ یہ وہ حقیقت ہے، جسے ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔''

زہرہ جو نہ جانے کیا کیا خواب دیکھ رہی تھی، یہ سن کر بجھ گئی۔ چند لمحے تو وہ کچھ بول ہی نہیں سکی پھر اس نے احتجاج کیا۔''میں جانتی ہوں کہ آپ کو اب بھی میری محبت پر یقین نہیں ہے۔ میں اداکارہ ہوں نا، اس لئے۔'' اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

آذر کے دل میں کچھ ہونے لگا۔ ''تم غلط سمجھ رہی ہو زہرہ، بخدا یہ بات نہیں۔'' اس نے پوری سچائی سے کہا'' مجھے تمہاری محبت پر اعتماد ہے لیکن میرے اور تمہارے درمیان جو خلیج حائل ہے اسے نہ میں پاٹ سکتا ہوں نہ تم۔ وہ ہے عمر کی خلیج۔'' اس کا لہجہ التجائیہ ہوگیا۔'' خدا کے لئے، میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ تم سوچ بھی نہیں سکتیں کہ یہ سب میرے لئے کتنا اذیت ناک ہوگیا ہے۔''

زہرہ آنکھوں میں بے بسی لئے بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی۔ ''ٹھیک ہے۔ آپ کو میری محبت پر اعتماد ہے لیکن آپ اس کی گہرائی کو نہیں سمجھ سکے ہیں۔ آپ کو معلوم نہیں ہے لیکن معلوم ہو جائے گا کہ میری محبت کیا ہے۔'' یہ کہہ کر وہ اٹھی اور تیز قدموں سے چلتی اسٹوڈیو سے نکل گئی۔

آذر اداسی سے اسے جاتے دیکھتا رہا۔ جی چاہتے ہوئے بھی اس نے اسے پکارا نہیں۔ وہ اس لڑکی کے لئے افسردہ تھا، جسے دو دکھوں میں سے ایک دکھ لازمی طور پر ملنا تھا..... ایک بڑا دکھ، اور ایک بہت بڑا دکھ۔ اور وہ نادانستگی میں بہت بڑا دکھ قبول کر رہی تھی۔ جبکہ وہ اسے بہت بڑے دکھ سے بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔

آذر نے سر جھکا کر کام پر توجہ مرکوز کرنے کی کوشش کی لیکن یہ آسان نہیں تھا۔

☆.....☆.....☆

دکھ سے بوجھل آذر نے اس رات سورج غروب ہوتے ہی شراب کا سہارا لیا تھا۔ ساتھ ہی اسے اس خیال نے چونکا دیا کہ زہرہ کے قیام کے عرصے میں وہ شراب سے دور رہا ہے۔ شدید ذہنی ابتری کے باوجود بھی اسے شراب کا خیال تک نہیں آیا۔

وہ تیسرا جام لئے بیٹھا تھا کہ زہرہ آ گئی۔ وہ بڑی ترنگ میں گنگنا رہا تھا..... گو ہاتھ کو جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے۔ رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے

آ گئے۔ یہ شعر شراب کے پہلے گھونٹ کے ساتھ ہی اس کی زبان پر رواں ہوا تھا۔

زہرہ اسے اس عالم میں دیکھ کر چونکی پھر اس نے آہستگی سے کہا ''کھانا نہیں کھائیں گے۔''

''دل نہیں چاہ رہا ہے۔'' آذر نے کہا۔ زہرہ کے چہرے پر مایوسی دیکھ کر اسے یاد آ گیا ''اوہ...... تم کل جا رہی ہو۔ واقعی، ہمیں ساتھ کھانا چاہئے۔ چلو میں چلتا ہوں۔'' آذر اٹھنے لگا۔

زہرہ نے اس کے کندھوں پر ہلکا سا دباؤ ڈالتے ہوئے کہا۔ ''بیٹھے رہیے۔ آپ سمجھ رہے ہیں کہ میں ہمیشہ کے لئے جا رہی ہوں۔ ایسا نہیں ہے۔ مگر آپ نے تو جشن منانا شروع کر دیا۔'' وہ بولی۔

''جشن!'' آذر نے عجیب سے لہجے میں دہرایا۔ ''ہاں، جشن ہی تو ہے لیکن کھانا میں تمہارے ساتھ ضرور کھاؤں گا۔ بشرطیکہ تم انتظار کر سکو۔''

''میں تو آخری سانس تک انتظار کر سکتی ہوں۔'' زہرہ نے کہا ''لیکن آپ...... یہاں......''

''ہاں، سوچا ہے، یہیں پیتے پیتے سو جاؤں گا۔ ویسے میں اسٹڈی میں پیتا ہوں۔'' آذر نے جواب دیا پھر پوچھا۔ ''میرا ساتھ نہیں دو گی۔''

''بیٹھوں گی ضرور آپ کے ساتھ لیکن اس شغل میں ساتھ نہیں دے سکوں گی۔'' زہرہ نے کہا۔

آذر بیڈ پر بیٹھا تھا۔ بیڈ کے ساتھ اس نے میز لگا لی تھی۔ زہرہ اپنے لئے کرسی لے آئی۔

''تو اب تم جا کر کچھ فلمیں سائن کرو گی؟'' آذر نے جام سے گھونٹ لیتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں، میں ریٹائرمنٹ کا اعلان کروں گا۔''

''تو پھر جا کیوں رہی ہو؟''

''آپ نے روکا بھی تو نہیں بلکہ آپ تو خوش ہیں کہ جان چھوٹ رہی ہے۔''

''ہاں، خوش بھی ہوں۔'' آذر نے اداسی سے کہا ''لیکن میں عمر کے اس حصے میں ہوں جہاں آدمی کو اچھا برا صاف نظر آتا ہے۔ میں اپنی ہی نہیں، تمہاری بہتری کا بھی خیال رکھتا ہوں۔''

''خیر، چھوڑیں ان باتوں کو۔ اچھی باتیں کریں، دل خوش کرنے والی۔''

دیر تک وہ دونوں ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے۔ آذر یہ جاننا چاہتا تھا کہ وہ اپنا فلمی کیریئر کیوں ختم کر رہی ہے۔

''بس اب لگن نہیں رہی۔ مجھے پتا چل گیا کہ میں گھر زیادہ خوش رہ سکتی ہوں۔''

کچھ دیر بعد زہرہ نے اچانک آذر سے پوچھا ''پہلے والی زہرہ کو آپ نے قتل کیا تھا؟''

آذر بری طرح چونکا۔ اس کا جام والا ہاتھ لرزنے لگا۔ ''یہ تم سے کس نے کہا؟''

''آپ نے!''

''میں نے!''

''جی ہاں، بہت تیز بخار میں، ہذیانی کیفیت میں آپ نے یہ بات کہی تھی۔''

آذر نے اطمینان کی سانس لی ''تو وہ تو ہذیان تھا۔''

''ہذیان میں بہت اندر کی سچائیاں نکل آتی ہیں۔ مجھے وہ محض ہذیان نہیں لگا تھا۔''

''آذر چند لمحے سوچتا رہا۔ اس کے چہرے پر کرب تھا۔ ''تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ میں خود کو زہرہ کا قاتل ہی سمجھتا ہوں۔''

''کیسے؟''

''چلو...... اچھا ہے، آج دل کا بوجھ ہی ہلکا ہو جائے۔'' آذر نے گہری سانس لے کر کہا۔ پھر اس نے زہرہ کو تفصیل سے سب کچھ بتا دیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اس نے کسی کے سامنے اس معاملے میں زبان کھولی تھی۔

زہرہ حیرت سے اس کی باتیں سنتی رہی۔ وہ اسے کوئی افسانہ لگ رہا تھا لیکن وہ خود بھی اس افسانے کا کردار تھی۔ اسے وہ لمحہ اور اس میں آذر کی کیفیت یاد تھی، جب اس نے اسے پہلی بار دیکھا تھا۔

''آپ خود کو ذمے دار ٹھہرا کر اپنے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں۔'' زہرہ نے آذر کے خاموش ہونے کے بعد کہا۔ ''یہ یوں ہی ہونا تھا۔ اس کہانی کا اس کے سوا کوئی اور انجام ہو ہی نہیں سکتا تھا۔''

''میرا دل یہ بات نہیں مانتا۔'' آذر نے افسردگی سے کہا۔ ''اگر میں اپنے طور پر اس کہانی کو انجام دینے کی ضد نہ کرتا تو یہ سب کچھ نہ ہوتا۔ معاملات ویسے ہی چلتے رہتے جیسے چل رہے تھے اور میں یہ بھی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ سب کچھ بے غرضی سے کیا تھا۔ زہرہ کو پانے کی غرض میری تھی۔

زہرہ کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ ''میرے خیال میں اصل مجرم زہرہ کا شوہر تھا۔''

''وہ کیسے؟''

''اسے زہرہ سے شادی کرنی ہی نہیں چاہیے تھی اور اگر بے خبری میں کر بھی لی تو بعد میں اسے زہرہ کو آزاد کر دینا چاہیے تھا۔

''اب تم کہو گی کہ مجھ سے بڑی مجرم زہرہ خود تھی۔'' آذر نے طنزیہ لہجے میں کہا'' زہرہ کو امی کو سب کچھ بتا دینا چاہئے تھا۔ یوں یہ مسئلہ حل ہو جاتا۔''

''یہ بھی ٹھیک ہے مگر آپ کا احساس جرم غلط ہے۔''

''غلط سہی مگر ہے تو۔''

''ایک بات اور بتائیں۔ کیا آپ مجھے قتل کر سکتے ہیں؟''

''یہ خیال تمہیں کیسے آیا؟'' آذر پھر چونکا۔

''یہ بھی آپ نے ہذیانی کیفیت میں کہا تھا۔''

آذر پھر سوچ میں پڑ گیا۔ ذرا دیر بعد اس نے سر اٹھایا۔ ''میں تمہیں قتل کر سکتا ہوں لیکن کرنا نہیں چاہتا۔ تمہارے معاملے میں یہی تو ایک اذیت ہے میرے لئے۔''

''اس کی وضاحت نہیں کریں گے؟''

''نہیں۔ مجھے اس پر مجبور نہ کرنا۔ بس جو میں تمہیں سمجھاتا ہوں، اسے سمجھنے اور تسلیم کرنے کی کوشش کرو۔ میں تمہاری بہتری کا خیال رکھتا ہوں۔

''آپ نے زہرہ کی بہتری کی فکر کی اور اپنے کہنے کے مطابق اسے قتل کر دیا۔ اب آپ میری بہتری کی فکر کر رہے ہیں...... اور آپ کو ڈر ہے کہ مجھے بھی قتل کر دیں گے۔ ہے نا؟''

''میں سمجھا نہیں۔''

''آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟ یہی تسلیم کرانا کہ میں آپ کے لئے اور آپ میرے لئے نہیں ہیں۔ اور میں نے یہ بات مان لی تو میں مر جاؤں گی۔''

''تم نہیں سمجھو گی۔'' آذر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ''اور میں تمہیں سمجھا نہیں سکتا۔ سمجھانا بھی نہیں چاہتا۔ اب اس بات کو ختم کر دو۔ بس یہ یاد رکھو کہ میں تمہیں کسی بھی طرح نقصان پہنچانا نہیں چاہتا۔''

''میں جانتی ہوں۔''

''میں اب سونا چاہتا ہوں۔''

زہرہ نے میز ہٹائی۔ تمام چیزیں سمیٹیں اور بستر درست کر دیا۔ ''لیٹ جائیے۔'' اس نے کہا۔

آذر لیٹ گیا۔ زہرہ نے اسے کمبل اڑھا دیا پھر اس نے لائٹ آف کی اور خود بھی اس کے برابر آ لیٹی۔ کمبل میں گھس کر وہ اس سے لپٹ گئی۔

''یہ...... یہ کیا کرتی ہو؟'' آذر نے احتجاج کیا۔

''آپ کی بیماری کے چند دنوں میں، میں آپ سے لپٹ کر سونے کی عادی ہوگئی ہوں۔'' وہ گنگنائی۔

کچھ نشے کا کمال تھا اور کچھ زہرہ کی سپردگی کا کہ آذر نے اپنے اندر مزاحمت کی جو دیواریں کھڑی کی تھیں، وہ ایک ایک کر کے گر گئیں۔ اردگرد ایک طوفان تھا، جس کے بیچ و خم میں وہ دونوں کھڑے تھے۔

ایک گہرا نشہ تھا، جو دماغ پر چڑھ رہا تھا، جسم میں خون کے ساتھ گردش کر رہا تھا، کنپٹیوں میں ٹھوکریں مار رہا تھا۔ سمندر تھا، جس پر وہ دونوں بہے جا رہے تھے۔ دونوں کو اپنا ہوش نہیں تھا۔ بس ایک دوسرے کی خبر تھی۔

اچانک آذر کو جھٹکا لگا اور وہ پتھر کا بت بن کر رہ گیا۔ اسے احساس ہوا کہ وہ اپنے اندر موجود اس سرد دیوار سے سر ٹکرا رہا ہے، جسے وہ کبھی نہیں توڑ سکے گا۔ وہ قسمت کی دیوار تھی۔ اس سے ٹکرا کر وہ لہولہان ہو سکتا تھا...... مر سکتا تھا، مگر اس دیوار میں ایک روزن بھی نہیں نکال سکتا تھا۔

سحر ٹوٹا تو زہرہ بھی چونکی۔ ''کیا ہوا؟''

''کچھ نہیں۔ زہرہ پلیز، تم چلی جاؤ یہاں سے۔'' آذر گڑگڑایا۔

زہرہ کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ ''آپ یقین کریں لیکن سچ کہہ رہی ہوں، میں یہ سب کچھ نہیں چاہتی تھی۔ میں بس آپ کے قریب آپ کے ساتھ سونا چاہتی ہوں۔ ویسے بھی کل میں چلی جاؤں گی۔''

آذر میں بحث کرنے کی طاقت بھی نہیں تھی......!

☆......☆......☆

زہرہ چلی گئی تھی۔ اب وہ تھا اور اس کی تنہائی۔ وہ تنہائی اتنی مہیب، اتنی خوف ناک تھی کہ اس نے ایسا کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ وہ تنہائی جو اس کے لئے سب سے بڑی خوشی تھی، نہ جانے کہاں کھو گئی تھی اور اس کی جگہ اسے یہ خوف ناک تنہائی ملی تھی۔

یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ جس تصویر پر وہ اس وقت کام کر رہا تھا، اسے جلد از جلد مکمل کرنا اس کی ضرورت تھی ورنہ اس تنہائی کے بہلنے کا یہ آسرا بھی نہ ہوتا۔ پھر شاید وہ مر ہی جاتا۔ ویسے اب اسے احساس ہو رہا تھا کہ اس کا وقت پورا ہو چکا ہے۔

وہ بڑی تندہی سے تصویر میں جت جاتا مگر وہ مختصر دورانیوں میں کام کرنے پر مجبور تھا۔ اس کا ارتکاز ٹوٹ چکا تھا۔ درمیانی وقفوں میں وہ بیٹھ کر سوچتا رہتا۔ اس عرصے میں زہرہ کی موجودگی اور اس کی قربت کا ایسا عادی ہو چکا تھا کہ جانتا تھا، اب وہ اس کے بغیر جی نہیں سکے گا۔ لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا

کہ وہ اس کے نصیب میں نہیں ہے۔ وہ تو محروم ازل تھا۔ ان دونوں مساوات کو ملاتا تو واضح جواب آتا...... موت! زندگی میں پہلی بار وہ مایوس ہوا تھا اور اب صرف زندگی سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا تھا۔

وہ سوچتا اور کڑھتا کہ قدرت نے اس کے ساتھ کیسا مذاق کیا ہے۔ پہلے اسے زہرہ کی محبت عطا کی۔ پھر زہرہ کا حصول اس کے لئے ناممکن بنا دیا۔ یعنی محرومی عنایت فرمائی اور اسے فطرت ایسی دی کہ وہ اس محرومی کی تلافی کبھی نہ کر سکا۔ وہ ایسا پیاسا تھا کہ جس سے اس کا میٹھے پانی کا چشمہ چھین لیا گیا اور وہ صرف اس چشمے سے ہی پیاس بجھا سکتا تھا۔ کتنے دریا اس کے راستے میں آئے مگر اس پیاسے نے کبھی ایک گھونٹ پانی بھی نہیں پیا اور اب قدرت نے اس کے ساتھ ایک بے رحمانہ مذاق کیا تھا۔ اس کے لئے وہی میٹھے پانی کا چشمہ دوبارہ جاری کر دیا تھا لیکن ساتھ ہی اس کے لئے محرومی کا فیصلہ لکھ کر اس پر مہر لگا دی تھی۔

وہ بڑی اذیت میں تھا اور اس مسئلے کا کوئی حل اسے نظر نہیں آ رہا تھا۔ کوئی لاینحل مسئلہ سامنے ہو اور آدمی مایوس ہو تو وہ موہوم سے امکان کو بھی پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے۔ کہتے ہیں، ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بھی بہت ہوتا ہے۔ آذر کو پھر ہالی ووڈ کا خیال آ گیا۔ یہ طے تھا کہ زنگی کے پریمیئر کے لئے زہرہ امریکہ جائے گی۔ وہ اسے ہالی ووڈ بھی دکھائے گا۔ اور اسے یقین تھا کہ زہرہ کو وہاں آفر ضرور ہوگی۔ زنگی تھی ہی ایسی متاثر کن فلم۔ ہالی ووڈ تو ویسے بھی ایک بے حد ترغیب انگیز جگہ تھی...... اور پھر ایک اداکارہ کے لئے۔ یہ اعتراف تو زہرہ کر چکی تھی کہ ہالی ووڈ اس کا بھی خواب تھا۔ تو ممکن ہے کہ وہ اس ترغیب کے سامنے ہار جائے۔

یہاں ایک اور مسئلے نے سر اٹھایا۔ سوال یہ تھا کہ زہرہ اسے بھول بھی جائے گی تو کیا وہ بھی اسے بھول سکے گا۔ یہ تو ممکن ہی نہیں تھا بلکہ اب اس دوسرے روپ میں اسے دیکھنے، اس کے ساتھ وقت گزارنے اور اس کی قربت کے بعد وہ ہر لمحہ اس کے لئے تڑپے گا۔ نہیں، وہ اب سکون سے نہیں رہ سکتا۔ اس کے لئے تو زہرہ کے بغیر گزارا ہوا ایک دن...... صرف ایک دن ہی قیامت ہو گیا تھا۔ جبکہ ابھی اسے تصویر مکمل کرنے کی لگن تھی لیکن اس کے بعد کیا ہوگا؟ اس کا تو دل کام میں بھی نہیں لگے گا اور اب تک اس کی زندگی صرف کام کے زور پر گزر رہی تھی۔ اس سے محروم ہونے کے بعد وہ کیا کرے گا۔

اس نے زہرہ کے جانے کے بعد تیسرے دن تصویر مکمل کر لی۔ اب وہ فارغ تھا۔ اس نے کوئی اور تصویر سوچنے کی کوشش کی لیکن یہ اس کے لئے ممکن نہیں تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اگلے روز زہرہ آ جائے گی۔ وہ اس بات کو ذہن سے جھٹکتا تھا۔ وہ اس کا انتظار نہیں کرنا چاہتا تھا، لیکن غیر شعوری طور پر کر رہا تھا۔

شام ہوگئی۔ اس کی بے چینی اور بے کلی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ کتنی ہی بار وہ شراب کی طرف بڑھا مگر اس نے ہاتھ کھینچ لیا۔ شراب خطرناک چیز تھی۔ اسی کی وجہ سے اس روز اس نے اپنی مقرر کی ہوئی حدیں پار کی تھیں اور نہ وہ سب کچھ نہ ہوتا۔ اس نے فیصلہ کیا تھا کہ جب تک زہرہ سے تعلق ہے، شراب سے تعلق نہیں رکھے گا۔

مگر رات ہوتے ہوتے اس کی برداشت جواب دے گئی۔ اس نے سوچا، اس وقت پینے میں کیا حرج ہے۔ زہرہ تو موجود ہے نہیں کہ کوئی خطرہ ہو۔ چنانچہ وہ بوتل پر ٹوٹ پڑا۔ اس نے خوب چھک کر پی۔ پھر وہ لڑکھڑاتے قدموں سے خواب گاہ میں چلا گیا۔

بستر پر لیٹ کر اس نے اپنی اندر سبھا کا تصور کیا۔ وہ محفل جو تنہائی میں اپنی مرضی اور اپنے ارادے سے سجاتا تھا، مگر جب سے یہ زہرہ اس کی زندگی میں آئی تھی، اس کی وہ محفل اور محفل سجانے کا اختیار چھن گیا تھا۔

اندھیرے میں آنکھیں کھولے وہ زہرہ کو پکار رہا تھا لیکن راج رنگی کا روشن چہرہ اس کے تصور سے روٹھا ہوا تھا، وہ اسے پکارتا رہا۔ اسے احساس بھی نہیں ہوا کہ اس کی آواز بلند ہوگئی ہے مگر اس کے تصور کی اسکرین کمرے کی طرح تاریک ہی رہی۔

مایوسی اس کے وجود میں قطرہ قطرہ ٹپکتی رہی۔

پھر اچانک ایک معجزہ رونما ہوا۔ زہرہ کا چہرہ اچانک ہی اس کے سامنے آ گیا۔ اس کی پکار تھم گئی۔ وہ ٹکٹکی باندھے اسے دیکھتا رہا۔

''کیا بات ہے؟ پہلے دور دھکیلتے ہو اور پھر اس طرح تڑپ کر پکارتے ہو کہ میں آسمان پر بھی ہوں تو کھنچ کر چلی آؤں۔'' زہرہ کے لہجے میں شکایت تھی۔

''میں نے تمہیں دھکیلا تو نہیں۔ بس ایک فریب کا شکار ہو گیا تھا۔ تمہارے دم سے تو میری محفلیں آباد تھیں۔ زہرہ، اب تو مجھے تنہائی سے ڈر لگنے لگا۔ میں بہت خوف زدہ ہوں۔ میں مر جاؤں گا زہرہ...... مجھے بچا لو۔''

زہرہ آگے بڑھی اور بستر پر اس کے پاس بیٹھ گئی۔ ''ایسی باتیں نہ کرو۔ تم مرو گے تو میں بھی مر جاؤں گی۔'' اس نے اس کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا اور اس کے بالوں سے کھیلنے لگی ''اب مجھے کبھی خود سے دور نہ کرنا۔''

نشے، دکھ اور مایوسی سے شل دماغ کو ایک لمحے کے لئے شک سا ہوا لیکن وہ زیادہ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں تھا۔ اسے تو یہی لگا کہ اسے اس کی کھوئی ہوئی محفل دوبارہ مل گئی ہے۔ اس پر بے خودی طاری ہونے لگی۔ وہ اپنے ہاتھوں سے اس کے ہاتھ سہلانے لگا ''میں نے تمہیں کبھی دور نہیں کیا۔ تم خود ہی روٹھ کر چلی گئی تھیں۔ اب ایسا نہ کرنا۔''

''تم ایسے ہی اچھے لگتے ہو..... محبت کرنے والے، مہربان۔'' چہرہ اس کے چہرے پر جھکنے لگا اور اس کی پیشانی پر وہ ہونٹ آ رکے۔

شاید وہ ان ہونٹوں کی حدت تھی، جس نے نشے میں ڈوبے ہوئے ذہن کو جھنجھوڑ ڈالا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اور اس نے روشنی کر دی پھر وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے زہرہ کو دیکھتا رہا ''تم..... تم کب آئیں زہرہ؟'' اس نے پوچھا۔

''یہ بات تم نے مجھے دیکھتے ہی کیوں نہیں پوچھی آذی؟''

''میں ...... میں سمجھ رہا تھا کہ یہ خواب ہے۔'' آذر نے بڑی مشکل سے بات بنائی۔

زہرہ اسے عجیب سی نظروں سے دیکھتی رہی۔ ''جو کچھ خواب میں تمہیں اچھا لگتا ہے، اس سے بیداری کے عالم میں بھاگتے ہو۔ کیوں؟''

''میں تمہیں کیسے سمجھاؤں؟''

''جیسے بھی سمجھاؤ، مگر اب یہ سمجھانا ضروری ہو گیا ہے۔''

''تمہیں..... تمہیں تو کل آنا تھا۔ آج کیسے آ گئیں تم؟'' آذر نے بات بدلی۔

''یہ بہت ہے کہ میں نے تین دن وہاں گزار لئے، مگر آج میرا ضبط جواب دے گیا۔ میں تمہارے بغیر بھی نہیں رہ سکتی آذی!''

وہ کہنا چاہتا تھا کہ اس کا بھی یہی حال ہے مگر اب وہ کوئی مخدوش بات منہ سے نہیں نکالنا چاہتا تھا۔

''تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا، آذی!''

''کون سی بات کا؟'' آذر نے تجاہل عارفانہ سے کام لیا۔

یہی کہ تصور اور خواب میں تم میری آرزو کرتے ہو، لیکن عالم بیداری میں مجھ سے دامن بچاتے ہو۔''

''ٹھیک ہے، آج سمجھ ہی لو یہ بات۔'' آذر بستر سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ''آؤ میرے ساتھ۔''

زہرہ آذر کے ساتھ خواب گاہ سے نکل آئی۔ ''میں نے وہ تصویر مکمل کر لی ہے جو میں نے صرف تمہارے لئے بنائی ہے۔'' آذر نے اسے بتایا۔ ''وہ میں تمہیں دوں گا لیکن اس وقت میں تمہیں وہ تصویر دکھانے لے جا رہا ہوں۔ شاید اسے دیکھ کر تمہاری سمجھ میں سب کچھ آ جائے۔''

یہ بات آذر نے تصویر بنانے کے دوران بھی کہی تھی مگر اس وقت تصویر کی اہمیت اچانک ہی بڑھ گئی۔ زہرہ بہت متجسس ہو گئی۔ جہاں تک اس نے وہ تصویر دیکھی تھی، اسے یاد بھی تھی اور اسے اپنا تبصرہ بھی یاد تھا۔ اس نے کہا..... واہ..... آپ تو بہار کا منظر پینٹ کر رہے ہیں..... وہ اتنا ہی سوچ سکی تھی کہ آذر نے اسے تصویر کے سامنے لے جا کر کھڑا کر دیا۔ اس نے تصویر کو ایک نظر دیکھا اور مسحور ہو کر رہ گئی۔

نہ جانے کتنی دیر وہ اس تصویر کو دیکھتی رہی۔ اسے آذر کی نظروں کا احساس بھی تھا۔ وہ اسے بغور دیکھ رہا تھا۔

تصویر بہت عجیب تھی۔ لیکن بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ وہ پورا منظر بہار کا تھا۔ چمک دار گھاس تھی۔ رنگا رنگ پھول کھلے تھے۔ پس منظر میں صاف اور خوبصورت نیلگوں آسمان تھا۔ تصویر میں عجیب بات ایک خزاں رسیدہ درخت تھا۔ درخت کے تنے میں جا بجا ان گنت انسانی آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔ موسم بہار کے مظاہر میں گھرا وہ درخت اپنی جگہ عجیب تھا۔ مگر اس درخت میں ایک اور عجیب بات تھی۔ خزاں رسیدہ درختوں کے برعکس اس میں جتنی بھی شاخیں تھیں، وہ زمین کی طرف جھک رہی تھیں۔ کوئی ایک شاخ بھی سیدھی اور افقی سمت میں نہیں تھی۔ کوئی ایک شاخ بھی آسمان کی طرف عمودی رخ پر نہیں تھی۔ یعنی وہ ہر لحاظ سے ایک عجیب اور مختلف درخت تھا۔

درخت سے کچھ فاصلے پر ایک چشمے کا دہانہ نظر آ رہا تھا۔ چشمے کا بہتا ہوا پانی درخت کی جڑوں سے گزر کے آگے کی طرف بہہ رہا تھا۔ اور ایک بے حد لدی پھندی انگور کی بیل درخت سے لپٹی ہوئی اوپر تک چلی گئی تھی۔ درخت کی ایک جھکی ہوئی شاخ کے قریب ایک بہت حسین اور خوش بدن لڑکی ہیجان خیز انداز میں کھڑی تھی۔

زہرہ تصویر کو غور سے دیکھتی رہی۔ اچانک اسے تصویر میں ایک اور غیر معمولی بات کا ادراک ہوا۔ تصویر میں موجود ہر چیز پر دھوپ کا عکس نظر آ رہا تھا لیکن درخت دھوپ کے عکس سے محروم تھا۔ درخت کے لئے مٹی جیسا غیر چمک دار پھیکا رنگ استعمال کیا گیا تھا۔ اس کی وجہ سے درخت پیلے پن کے باوجود تاریکی کا تاثر چھوڑ رہا تھا۔

آذر زہرہ کو بغور دیکھ رہا تھا، جو تصویر میں کھوئی ہوئی تھی۔

زہرہ کی عجیب کیفیت تھی۔ آذر نے بتایا تھا کہ وہ تصویر اس کا اظہار ہے۔ اس نے اس تصویر کے ذریعے اس سے کچھ کہنے، اسے کچھ بتانے کی کوشش کی ہے۔ اسی لئے اس نے اس تصویر کو بہت غور سے دیکھا تھا اور اب وہ خود کو ٹٹول رہی تھی۔ سب سے پہلی بات تو یہ تھی کہ اس تصویر کو دیکھ کر اس کے وجود میں اداسی اور افسردگی تیر گئی تھی۔ دوسری بات یہ کہ اسے لگ رہا تھا کہ اس نے کوئی بات سمجھ لی ہے لیکن وہ بات اس کے شعور تک نہیں پہنچ رہی ہے۔

''کیسی لگی یہ تصویر تمہیں؟''

آذر کے سوال نے اسے چونکا دیا۔ ''بہت اچھی ہے، بہت خوبصورت ہے۔'' زہرہ نے کہا۔

''کچھ سمجھ میں بھی آیا؟'' ''کچھ الجھنیں بھی دور ہوئیں؟''

''لگتا ہے، کچھ سمجھ میں آ گیا ہے لیکن سوچتی ہوں تو کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔''

''یہ میرے لئے بہت بڑی داد ہے۔'' آذر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''یہ درحقیقت ایک غزل کا شعر ہے...... عظیم شعر!''

زہرہ اب اس تصویر کو...... اس میں چھپے پیغام کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ''کچھ وضاحتیں درکار ہیں مجھے۔'' اس نے کہا۔ ''آپ کریں گے؟''

''پوچھو۔''

''اس تصویر میں درخت کی شاخوں کی جو پوزیشن ہے، موسم خزاں میں ایسی ہوتی تو نہیں۔''

''موسم خزاں ہے ہی کب۔ درخت کے اطراف و جوانب میں تو بہار ہی بہار ہے۔''

''تو پھر؟''

''یہ ایک مردہ ہوتا ہوا درخت ہے۔ اس کے قدموں میں پانی ہے اور سر پر دھوپ لیکن وہ مر رہا ہے۔ کسی چیز سے استفادہ نہیں کر سکتا۔''

''واہ۔'' زہرہ نے بے ساختہ کہا۔ ''اب سمجھ میں آیا کہ میری عقل کتنی موٹی ہے۔''

''قبل از وقت بات نہ کیا کرو۔''

زہرہ کو احساس ہوا کہ آذر زبردستی شگفتگی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔

''آپ کا مطلب ہے، ابھی میری عقل اور موٹی ثابت ہوگی۔''

''اس میں تمہارا قصور نہیں۔ مصوری کو سمجھنے کے لئے اس کا شعور بھی ہوتا ہے۔ آدمی کو مصوری سے لگاؤ ہو اور وہ تصویروں کی نمائشوں میں جائے، تصویروں کو تنقیدی نظروں سے دیکھے اور سمجھنے کی کوشش کرے تو اس کا شعور پیدا ہوتا ہے۔''

''ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ۔'' زہرہ نے گہری سانس لے کر کہا۔ ''اسی لئے مجھے بے بسی محسوس ہو رہی ہے۔''

''تم صرف دو سوال کر لیتیں تو اس تصویر کو سمجھ لیتیں۔ اب سوچو۔''

زہرہ آذر کی بات پر غور کرنے لگی۔ ذرا دیر بعد اس نے سر اٹھایا۔ ''ایک تو اس تصویر کا عنوان؟'' اس نے آذر کو سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''بالکل درست۔ اب میں بتاتا ہوں۔ میں نے اس تصویر کا نام رکھا ہے...... موت۔''

زہرہ پھر سوچ میں پڑ گئی۔ دوسرا سوال اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اچانک اسے خیال آیا کہ آذر نے تصویر کے سلسلے میں ایک عظیم شعر کا حوالہ دیا تھا۔ ''یہ بتایئے کہ آپ نے کس عظیم شعر کو ذہن میں رکھ کر یہ تصویر پینٹ کی ہے؟''

آذر مسکرایا۔ ''ہاں، اب مسئلہ حل ہوگیا۔ وہ شعر سننے کے بعد تمہیں اس تصویر کو سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔ یاد رکھنا، یہ تصویر میں نے صرف تمہارے لئے بنائی ہے۔ میں نے تم سے بہت نازک اور حساس گفتگو کی ہے اس کے ذریعے۔'' وہ کہتے کہتے رکا اور اس کے چہرے پر نظر جمادی۔

''اب میں تمہیں وہ شعر سناتا ہوں۔ سنو......''

گو ہاتھ کو جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے
رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

زہرہ کو یہ شعر یاد تھا۔ اس نے شعر کو ذہن میں رکھتے ہوئے تصویر کا جائزہ لیا۔ اچانک اس کا چہرہ فق ہوگیا۔ پیروں تلے سے زمین سرکتی محسوس ہوئی۔ اس نے گھبرا کر سر گھمایا لیکن آذر موجود نہیں تھا۔ وہ جاچکا تھا۔ زہرہ اس کی عقل مندی کو سراہے بغیر نہ رہ سکی۔ اس وقت اس کی غیر موجودگی اس کے لئے بہت بڑی نعمت تھی۔ وہ یہ پسند نہیں کرسکتی تھی کہ آذر اس کا ردعمل دیکھے۔

ٹانگوں میں لرزش محسوس ہوئی تو اس نے اپنے پیروں کو دیکھا۔ وہ تصویر کے پاس سے ہٹنا نہیں چاہتی تھی لیکن کھڑا رہنا بھی اس کے بس میں نہیں تھا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اور قریب پڑی کرسی تصویر کے قریب اٹھا لائی۔ کرسی پر بیٹھ کر اس نے پھر تصویر کا جائزہ لیا۔

شعر اسے یاد تھا۔ سینکڑوں بار اس نے شعر کو سوچا تھا لیکن وہ کبھی اس شعر کی روح تک نہیں پہنچ سکی تھی۔ لیکن آذر نے تصویر کے ذریعے شعر کے معانی پوری طرح اجاگر کردیے تھے۔ اب اس کی سمجھ میں آرہا تھا کہ اس شعر کا مفہوم کس قدر خوفناک ہے۔

آذر نے اپنی بات بے حد نزاکت سے، لیکن پوری طرح اس تک پہنچادی تھی۔ اس کے لئے وہ بہت بڑا جھٹکا تھا، لیکن جھٹکا کیسا ہی ہو، آدمی بالآخر سنبھل جاتا ہے۔ وہ بھی سنبھل گئی اور اب وہ اس تصویر کو اور آذر کی ہنر مندی کو سراہ سکتی تھی۔ آذر نے واقعی کمال کردیا تھا۔

اب وہ سب کچھ دیکھ اور سمجھ سکتی تھی۔ تنے میں جابجا نظر آنے والی آنکھیں تو کھلی بات تھی۔ ان آنکھوں میں خاص تاثر پیاس کا تھا۔ ان میں گرسنگی تھی ...... بلکہ ہوس بھی تھی اور زمین کی طرف جھکی ہوئی شاخیں درحقیقت بے جان ہاتھ تھے۔ آخر میں وہ شاخیں بیج شاخہ ہوجاتی تھیں۔ یہ پہلے مصرعے کی عکاسی تھی ...... گو ہاتھ کو جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے۔ اور ساغر و مینا کے لئے انگور ......! کیا کہنے، انگور کی بیل اور درخت ...... عورت اور مرد۔

پھر زہرہ نے بے جان شاخ کے پاس کھڑی لڑکی کو غور سے دیکھا۔ آذر نے اس لڑکی کو بالکل مختلف چہرہ دیا تھا لیکن کم از کم زہرہ یقین سے کہہ سکتی تھی کہ آذر نے اسے ہی پینٹ کیا ہے۔ لڑکی سے قریب ترین جو آنکھ تھی، اس کے تاثرات سب سے بھرپور تھے۔

زہرہ مصوری کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی تھی لیکن اسے یقین تھا کہ یہ تصویر ایک عظیم شہ پارہ ہے اور یہ اعزاز تھا کہ آذر نے وہ تصویر اس کے

لئے بنائی تھی۔ وہ بے حد ذاتی تصویر تھی۔
دیر تک وہ اس تصویر کے سامنے بیٹھی اپنے اور آذر کے تعلق کے بارے میں سوچتی رہی۔ ابتدا میں وہ وحشت زدہ تھی۔ اس کے سامنے ایک ایسی سنگین حقیقت تھی، جو اس سے پہلے اس کے خواب وخیال میں بھی نہیں رہی تھی مگر پھر آہستہ آہستہ صدمے کا تاثر زائل ہوتا گیا اور اس کے اندر ایک عجیب سی طمانیت جگہ بنانے لگی۔ سامنے آجائے تو بڑی سے بڑی بات بھی اتنی بڑی نہیں ہوتی۔
وہ ایک نئے عزم کے ساتھ اٹھی اور آذر کی خواب گاہ کی طرف چل دی۔

☆......☆......☆

آذر منتظر تھا لیکن زہرہ نے اس کی توقع سے زیادہ...... کہیں زیادہ وقت لے لیا تھا۔ تاہم وہ مطمئن تھا۔ اس نے اپنی بات بہ تمام وکمال زہرہ تک پہنچا دی تھی۔
زہرہ کے چہرے پر ردعمل کی پہلی پرچھائیں دیکھ کر وہ دبے قدموں اپنی خواب گاہ کی طرف چلا آیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اب مسئلہ کم ازکم ایک رخ سے حل ہو جائے گا۔ زہرہ ایک طرف ہٹ جائے گی...... اور اس کے لئے ایک ہی مسئلہ رہ جائے گا۔ اپنی محرومی، اپنا دکھ اور اپنے عذاب۔ سو جو ہوگا، دیکھا جائے گا۔
وہ اپنی سوچوں میں ایسے الجھا ہوا تھا کہ اسے زہرہ کی آمد کا پتا ہی نہیں چلا۔ اچانک اس نے نظر دوڑائی تو وہ سامنے کھڑی تھی...... پشیمان، ملول اور سوگوار۔
وہ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے نظریں جھکا لیں۔ ''کچھ سمجھ میں آیا؟'' اس نے پوچھا۔
''جی، سب کچھ سمجھ میں آیا ہے۔'' زہرہ نے جواب دیا۔ اس لئے اب میں آپ سے وہ بات کہنے پر آمادہ ہو گئی ہوں، جو سوچتی تھی کہ آپ کو از خود کہنی چاہئے۔''
آذر متوقع نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ اس نے کہا کچھ نہیں۔
''آپ مجھ سے شادی کرلیں۔ یہ میری خواہش ہے۔ زہرہ نے آہستگی سے کہا۔'' اب میں اپنے منہ سے کہہ رہی ہوں۔''
''یہ ناممکن ہے۔'' آذر نے کہا۔
''کیوں؟''

''تصویر کو دیکھنے اور سمجھنے کے بعد بھی تم یہ پوچھ سکتی ہو؟'' آذر نے حیرت سے کہا۔

''تصویر کو دیکھنے اور سمجھنے کے بعد ہی تو یہ بات کہنے کا حوصلہ ہوا ہے کیونکہ یہ سمجھ لیا کہ یہ بات آپ نہیں کہہ سکتے۔''

''تو یہ حماقت ہے۔ تم جذباتیت سے کام لے کر غلطی کر رہی ہو۔''

''جی نہیں، میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ بات کی ہے۔ مجھے آپ سے کچھ بھی نہیں چاہیے...... آپ کی محبت کے، آپ کے محبت بھرے لمس کے اور آپ سے لپٹ کر سونے کے سوا اور یقین کریں، میں خوش...... بہت خوش رہوں گی اور میں اپنی محبت کی طرف سے بھی مطمئن ہو گئی ہوں۔ مجھ پر ثابت ہو گیا کہ میں آپ سے بے طلب محبت کرتی ہوں۔ بس آپ مجھ سے شادی کر لیں۔''

''میں اب بھی اسے جذباتیت ہی کہوں گا۔'' آذر نے گہری سانس لے کر کہا۔ ''یہ سب کہنا آسان ہے اور کرنا مشکل ہے۔ فطری تقاضے کبھی نہیں رکتے۔ روک دیئے جائیں تو انسان نفسیاتی مریض ہو جاتا ہے۔ کچھ ہی عرصے کے بعد میں تمہیں برا اور ناقابل برداشت لگنے لگوں گا۔ اس کے بعد تم مجھ سے نفرت کرنے لگو گی۔ زہرہ، میں اس کہانی کا یہ انجام نہیں چاہتا۔''

''آپ بہت بدگمان ہیں......''

''نہیں۔ میں بہت زیادہ حقیقت پسند ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ میں درست کہہ رہا ہوں۔ لیکن یہ بات ابھی تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ میں نے پہلی والی زہرہ کو مرجھاتے دیکھا ہے۔ اسے لحہ لحہ مرتے دیکھا ہے۔''

''وہ اپنے شوہر کے ساتھ زندگی گزار رہی تھی۔'' زہرہ نے کہا۔ ''یہ ضرور ہے کہ وہ مرجھا رہی ہو گی لیکن اس نے اپنے شوہر کی وجہ سے خودکشی نہیں کی۔ یہ بات آپ بھی جانتے ہیں اور جہاں تک مرجھانے کا تعلق ہے تو اس زہرہ میں اور مجھ میں ایک فرق ہے۔ وہ عزت اور بھرم کی خاطر مجبوراً اپنے شوہر کے ساتھ رہ رہی تھی جبکہ میں اپنی خوشی سے، محبت کی خاطر آپ سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔''

''میں یہ مانتا ہوں مگر جانتا ہوں کہ آگے جا کر غیر فطری زندگی کی وہ دیمک تمہیں اندر ہی اندر چاٹنا شروع کر دے گی۔ تم بھی زہرہ کی طرح مرجاؤ گی۔''

''زہرہ اپنے شوہر کی وجہ سے نہیں، آپ کی وجہ سے مری تھی۔'' زہرہ نے تند لہجے میں کہا۔

''ابھی چند روز پہلے تم نے کہا تھا کہ میں خود کو ذمے دار سمجھ کر اپنے ساتھ زیادتی کر رہا ہوں۔ تم نے یہ بھی کہا تھا کہ اس کہانی کا اس کے سوا کوئی اور انجام ہو ہی نہیں سکتا تھا۔'' آذر نے بے حد ٹھہرے ہوئے لہجے میں اسے یاد دلایا۔

''جی ہاں، مجھے یاد ہے۔'' زہرہ شرمندہ نظر آنے لگی۔ ''لیکن یہ تو سچ ہے نا کہ زہرہ اپنے شوہر کی وجہ سے نہیں مری تھی۔''

''حالانکہ تم نے یہ بھی کہا تھا کہ اصل مجرم زہرہ کا شوہر تھا۔'' آذر بہت بے رحمی سے اس کی گرفت کر رہا تھا۔ ''تم نے کہا تھا کہ اسے زہرہ سے شادی نہیں کرنی چاہئے تھی۔ اور اگر بے خبری میں کر بھی لی تھی تو بعد میں زہرہ کو فوراً آزاد کر دینا چاہئے تھا۔''

زہرہ بری طرح کھسیا گئی۔ ''وہ...... میں......'' اس نے کچھ کہنا چاہا۔

آذر نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا۔ ''پہلے میری بات سن لو۔ میرے خیال میں تم نے ٹھیک کہا تھا۔ اب سوچا کہ میں تو جانتا ہوں۔ تو پھر جانتے بوجھتے تم سے شادی کرلوں۔ تم نے پوچھا تھا...... کیا آپ مجھے بھی قتل کر سکتے ہیں اور میں نے کہا تھا...... ہاں لیکن کرنا نہیں چاہتا۔ میں نے اس وقت وضاحت نہیں کی تھی۔ اب مجبوراً کر رہا ہوں۔ تم سے شادی کر کے میں تمہیں قتل ہی کر دوں گا۔''

''مگر یہاں وہ بات نہیں۔ میں خود آپ سے شادی پر اصرار کر رہی ہوں۔''

''تم سمجھ نہیں رہی ہو۔ میں محاورتاً نہیں عملاً قتل کرنے کی بات کر رہا ہوں۔''

''یعنی آپ اپنے ہاتھوں سے مجھے ختم کر سکتے ہیں؟'' زہرہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

''ہاں، میں یہی کہہ رہا ہوں۔ تمہارے لئے یہ سمجھنا آسان نہیں۔ میں سمجھانا بھی نہیں چاہتا مگر ضروری سمجھ کر سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔'' آذر نے گہری سانس لی۔ ''جنس بہت بڑی طاقت ہے، جو آدمی پر پوری طرح قابض ہو سکتی ہے، اسے کچھ بھی کرنے پر مجبور کر سکتی ہے۔ جنسی اشتعال کے تحت بے ضرر آدمی بھی نہایت آسانی سے کسی کو قتل کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ یہ خواہش سب سے پہلے ہوش و حواس چھین لیتی ہے اور یہ میں جنسی اہلیت رکھنے والوں کے بارے میں بات کر رہا ہوں۔ جو لوگ یہ اہلیت کھو بیٹھیں، ان کی خطرناکی کا تو تم تصور بھی نہیں کر سکتیں۔''

''وہ کہتے کہتے رکا اور بے بسی سے ہاتھ ملنے لگا۔'' اب میں تمہیں کیسے سمجھاؤں۔ دیکھو، یہ نفس کا معاملہ ہے اور نفس بوڑھا کبھی نہیں ہوتا اور نا اہلی اور محرومی کے نتیجے میں خواہشیں ہرگز کم نہیں ہوتیں بلکہ بڑھ ہی جاتی ہیں اور لحہ بہ لحہ شدید سے شدید تر ہو جاتی ہیں۔ آدمی کی ذہنی کیفیت بچے کی سی ہو جاتی ہے۔ بچہ کسی کھلونے سے کھیل نہ پائے تو اسے توڑ دیتا ہے۔ لہٰذا حقیقت یہ ہے کہ بوڑھے لوگوں کو اور انہیں ترغیب دینے والوں کو ترغیب کبھی راس نہیں آتی بلکہ بہت بھیانک انجام لاتی ہے۔'' پھر اس نے لہجے میں التجا بھر کے کہا۔ ''تم میری بات مان لو زہرہ۔ میں پہلے ہی بڑی اذیت میں ہوں۔ اسے اور نہ بڑھاؤ۔''

''اذیت کیسی؟'' زہرہ نے کہا۔ ''جبکہ آپ مجھے دھتکار رہے ہیں۔''

''کیسی محبت ہے تمہاری تم مجھے سمجھ ہی نہیں سکیں۔'' آذر نے ملامت بھرے لہجے میں کہا۔'' ارے ایسی اذیت تو کسی نے نہیں سہی ہوگی، جتنی میں سہہ رہا ہوں۔ میں نے نو سال کی عمر میں چاند کی آرزو کی، جو بہت دور تھا اور مجھے مل نہیں سکتا تھا۔ میں ہاتھ بڑھاتا اور اس کی آرزو کرتا رہا۔ چاند مجھے نہیں ملا۔ وہ چھپ گیا۔ میری زندگی جوانی میں ہی اماوس کی رات ہوگئی..... قرنوں پر محیط رات۔ میں جانتا تھا کہ اب چاند میری زندگی میں کبھی نہیں نکلے گا۔ لیکن میں نے اس کی محبت ترک نہیں کی۔ میری محبت اور بڑھ گئی۔ میں اس کی آرزو سے کھیلتا رہا۔ میں نے اس کی محبت کو زندگی کی اماوس کی رات کا آخری دیا بنالیا۔ اس یقین کے ساتھ کہ وہ موت کی صبح سے پہلے نہیں بجھے گا۔ میں نے اپنی محرومی کو منفی نہیں، مثبت طور پر استعمال کیا۔ اس سے اپنے فن کو نکھار بخشا۔ میں اس محرومی سے ہارا نہیں لیکن اب اچانک وہی چاند دوبارہ نکل آیا ہے اور اس بار وہ اتنا نزدیک ہے کہ میں ہاتھ بڑھا کر اسے کھینچوں اور دامن بھرلوں۔ مگر اب میرے ہاتھ بے جان ہیں۔ ان میں سکت نہیں کہ میں انہیں اٹھا کر چاند کو چھو ہی لوں۔ اس بار کی محرومی میں کتنی اذیت ہے، یہ تم نہیں سمجھ سکتیں۔ میری آرزو پوری ہوئی، مگر میں پہلے سے زیادہ محروم ہوں۔ چاند میری دسترس میں ہے۔ پھر بھی دور ہے۔ میں تو وہ محروم ازل ہوں، جسے معبود نے بچی اور بے پایاں طلب دے کر محروم رکھا اور جب میں نے محرومی کو بے وقاری تک نہیں پہنچنے دیا تو اس نے آخری آزمائش کے طور پر محرومی کی تجدید کر دی۔ میری ایک لغزش عمر بھر کی ریاضت کو ملیا میٹ کر دے گی اور اس کے بعد یہ محرومی ابدی ہو جائے گی۔ مجھے دوسرے جہان میں بھی کچھ نہیں ملے گا۔ یہ ہے میری اذیت میری جان! تم اسے کم نہیں کرسکتیں۔ ہاں اس میں اضافے سے مجھے بچاسکتی ہو۔''

''میں نے آپ کی ہر بات غور سے سنی اور سمجھ لی۔'' زہرہ نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد کہا۔'' میں اب بھی آپ سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔''

''میں پھر کہہ رہا ہوں کہ یہ ناممکن ہے۔''

''ایک بات بتائیں۔ آپ جانتے ہیں کہ میں نے اداکاری چھوڑنے کا فیصلہ کیوں کیا ہے؟'' زہرہ نے پوچھا۔

''میرے لئے؟''

''جزوی طور پر آپ کے لئے۔ لیکن بنیادی طور پر اس لئے کہ میں شادی کر کے ایک گھر میں، محبت کے سائے میں نارمل زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔ اب میں ایک گھریلو عورت بن کر رہنا چاہتی ہوں۔ لیکن آپ مجھے یہ خوشی دینے کو تیار نہیں ہیں۔''

''کاش، یہ میرے اختیار میں ہوتا۔ یہ تو میری اپنی خوشی تھی۔'' آذر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

''تو اب میرے پاس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ میں کسی اور سے شادی کرلوں۔'' زہرہ نے آذر کے چہرے کو بہت غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ آذر کا چہرہ بے تاثر تھا۔

''مگر میری پہلی ترجیح آپ ہیں۔'' زہرہ نے مزید کہا۔ ''میں لکھ کر دے سکتی ہوں کہ آپ کے ساتھ ہمیشہ خوش رہوں گی۔ آپ سے کبھی کوئی شکایت نہیں کروں گی اور کبھی کچھ مانگوں گی بھی نہیں۔ آپ اس سلسلے میں اچھی طرح سوچ لیں۔ میں کل واپس جا رہی ہوں۔ ایک مہینے تک میں آپ کے مثبت جواب کا انتظار کروں گی۔ اس کے بعد میں کسی سے بھی شادی کرنے کے لئے آزاد ہوں گی لیکن یہ بھی جانتی ہوں کہ آپ سے محبت میں عمر بھر کرتی رہوں گی۔''

آذر گنگ بیٹھا اسے دیکھتا رہا۔ ''یہ کیسی محبت ہے؟'' کچھ دیر بعد وہ بڑبڑایا۔

''یہ بے غرض، بے طلب اور سچی محبت ہے آذی! اب میں چلتی ہوں۔ صبح بمبئی واپس جاؤں گی۔''

''وہ تصویر میں پیک کرادوں گا، لیتی جانا۔''

''بہت بہت شکریہ آذی! اچھا شب بخیر۔''

''شب بخیر زہرہ۔''

زہرہ چلی گئی۔ وہ ایک خلا میں رہ رہا تھا۔ بس وہ تھا اور اس کی سوچیں۔ وقت کا احساس بھی نہیں رہا تھا۔ اس کی اذیت نے اسے رات دن اور صبح و شام سے بے خبر کر دیا تھا۔ جینے مرنے کا ایک تسلسل سا قائم ہو گیا تھا۔ وہ روز جیتا، روز مرتا۔ عرصہ مرگ وہ ان لمحوں کو قرار دیتا تھا، جو اذیت سے پاک ہوتے تھے۔

بیس دن ہو چکے تھے۔ اس عرصے میں اس نے کام کرنا تو دور کی بات ہے، کام کرنے کے بارے میں سوچا بھی نہیں تھا۔ یہ چیز اسے زندگی سے اور دور کر رہی تھی۔ وہ خود سے بے نیاز بھی ہو گیا تھا۔ کھانے پینے میں بھی بے ترتیبی تھی۔ البتہ نیند سے وہ محروم نہیں تھا اور یہ بڑی بات تھی۔ سرِ شام ہی وہ پینا شروع کرتا اور نشے میں دھت ہونے کے بعد وہ نیند کی گولیاں لے کر بستر پر ڈھیر ہو جاتا۔ اس کے نتیجے میں اسے خواب سے محروم ایک طویل نیند میسر آ جاتی۔ ایک بار اس نے نیند کی گولیوں کے بغیر سونے کی کوشش کی تھی لیکن نشے میں ہونے کے باوجود وہ پرسکون نیند نہیں سو سکا۔ وہ برے برے خواب دیکھتا رہا اور بار بار چونک کر اٹھتا۔ اس کے بعد اس نے ایسی کوئی کوشش ہی نہیں کی۔ زہرہ نے اسے بہت بڑے عذاب میں ڈال دیا تھا۔ وہ زہرہ سے شادی نہیں کر سکتا تھا، لیکن زہرہ کسی اور کے تصرف میں ہو، یہ بھی اس کے لئے ناقابلِ برداشت تھا۔ اس کا وہ تصور بھی کرتا تو خون کھول اٹھتا لیکن زہرہ سے شادی کو پھر بھی اس کا دل نہیں مانتا تھا۔ یہ کشمکش اسے نیم جان کئے دے رہی تھی۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اسے زہرہ کی بات پر یقین تھا۔ وہ جانتا تھا کہ زہرہ نے جو کہا ہے اس پر عمل بھی کرے گی۔

جاری ہے......

ایک بار...... صرف ایک بار اس کے دل میں موت کا خیال آیا۔ اس نے سوچا کہ وہ مر جائے تو یہ مسئلہ حل ہو جائے گا لیکن اس نے فوراً ہی اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا۔ وہ اور خودکشی، دو مختلف چیزیں ہیں۔ اتنا مضبوط آدمی خودکشی کیسے کر سکتا ہے۔ یہ بات ناقابل تصور تھی۔

چار دن اور گزر گئے۔ ہر آنے والا دن اس کی اذیت میں اضافہ کر رہا تھا۔ وہ زہرہ کو بہت زیادہ مس کر رہا تھا۔ وہ اس کا عادی ہو چکا تھا۔ اس کی تڑپ اتنی بڑھ گئی کہ اب وہ سوچ رہا تھا، کم از کم زہرہ کو فون ہی کر لے۔ اس کی آواز ہی سن لے۔

اس رات تو حد ہو گئی۔ وہ جدائی کی پچیسویں (25) رات تھی۔ اس روز اس نے تیل کی شیشی اٹھائی اور اپنے سر پر خوب اچھی طرح تیل ملا۔ لطف یہ کہ اسے احساس بھی نہیں تھا کہ وہ کر رہا ہے اور جب احساس ہوا تو اس نے حیرت سے اپنے ہاتھوں کو دیکھا اور باتھ روم میں چلا گیا۔ ہاتھ دھوتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا کہ یہ کام بھی زہرہ کی تڑپ نے کرایا ہے۔ اس سے پہلے اس نے خود اپنے سر میں تیل کبھی نہیں لگایا تھا۔ کیا وہ از خود رفتگی...... دیوانگی کی طرف بڑھ رہا ہے؟

بیس دن کی جدائی کے بعد ایک تبدیلی اور بھی آئی تھی...... اور وہ بے حد خطرناک تھی۔ جنسی خواہش اس کے دل و دماغ کو، اس کے وجود کو آہستہ آہستہ جکڑ رہی تھی۔ وہ زہرہ سے ملنا چاہتا تھا۔ اسے توڑ پھوڑ دینا چاہتا تھا۔

یہ ایسی بات نہیں تھی کہ وہ اسے نظر انداز کر دیتا۔ چنانچہ وہ اس پر سوچنے بیٹھ گیا۔ ایسا کیوں ہوا اور ابتدا میں کیوں نہیں ہوا؟ اگر بنیادی طور پر وہ ایسا تھا تو اس نے زہرہ کو مایوس ہی کیوں کیا؟ زہرہ کو تو سب کچھ قبول تھا۔

چھبیسویں رات بالآخر بات اس کی سمجھ میں آ گئی۔ اس نے سمجھ لیا کہ یہ خواہش سچی نہیں...... اور اس کے اندر کی بھی نہیں۔ صرف جھنجلاہٹ تھی، جو یہ سب کچھ کرا رہی تھی۔ درحقیقت وہ زہرہ کو اپنے سامنے بیٹھا دیکھنا چاہتا تھا، اس سے باتیں کرنا، اس کے ساتھ وقت گزارنا اس کے لئے بہت بڑی خوشی تھی۔ اس بے ضرر قربت سے محرومی اسے گوارا نہیں تھی۔

اس تجزیے نے اسے دہلا دیا۔ وہ جانور بننا نہیں چاہتا تھا۔ جو خرابی اس کے اندر پیدا ہو رہی تھی، وہ اس کے لئے قابل قبول نہیں تھی اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اس کی روک تھام نہیں کی گئی تو وہ بڑھتی ہی جائے گی۔ اسے روکنا صرف اسی صورت میں ممکن تھا کہ وہ زہرہ کی بے ضرر قربت حاصل کر لے۔ مگر اس کے بعد بھی یہی کچھ ہو گا۔ اس کے اندر سے کسی نے کہا اور وہ جانتا تھا کہ یہ درست ہے تو پھر وہ کیا کرے؟ آگے کنواں پیچھے کھائی والا معاملہ ہے۔

بے حد نیم دلی سے سہی، اس نے فیصلہ کر لیا کہ اگلے روز زہرہ کو فون کرے گا اور کہے گا کہ وہ ہار گیا ہے۔ یہ فیصلہ کر کے وہ سکون سے سو گیا۔

لیکن اگلے روز اس کے فون کرنے سے پہلے ہی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ شاید زہرہ ہے۔ اس نے ریسیور اٹھاتے ہوئے سوچا مگر دوسری طرف چارلی واٹرز تھا۔ وہ اسے بتا رہا تھا کہ اگلے ماہ کی سترہ تاریخ کو نیویارک میں زندگی کا پریمیئر ہے اور نینا کو شریک ہونا ہے۔

آذر نے زہرہ کا نمبر ملایا۔ ''تو آپ نے میرے حق میں فیصلہ کرلیا ہے؟'' زہرہ نے چھوٹتے ہی پوچھا۔ ''بہت دیر لگا دی فیصلہ کرنے میں۔ اب صرف تین دن رہ گئے تھے۔''

اس کی آواز سن کر آذر جیسے جی اٹھا۔ ''یہ بات نہیں۔'' اس نے ماؤتھ پیس میں کہا پھر زہرہ کو تفصیل سنا دی۔ آج پندرہ تاریخ ہے۔ تمہارے پاس ایک ماہ اور دو دن کی مہلت ہے تیاری کے لئے۔''

''اوہ......تو میں خوش فہمی کا شکار ہوگئی تھی۔'' زہرہ کی آواز بجھ گئی۔ ''ٹھیک ہے۔ اب میں آپ کو یاد نہیں دلاؤں گی۔''

''اور روانگی کا پروگرام......''

''آپ چلیں گے نا؟'' زہرہ نے اس کی بات کاٹ دی۔

''یہ مناسب نہیں۔''

''تو پھر میں بھی نہیں جاؤں گی۔''

آذر ہچکچایا پھر بولا۔ ''ٹھیک ہے۔ میں چلوں گا لیکن پریمیئر میں شریک نہیں ہو سکتا اور ہم رہیں گے بھی الگ الگ۔ ہاں تم مجھ سے ملنے آ سکتی ہو۔''

زہرہ نے اس پر بھی بہت بحث کی لیکن اس کے رویے میں لچک نہ پا کر ہتھیار ڈال دیئے۔ ''ٹھیک ہے۔ اب فلائٹ کے موقع پر ملاقات ہوگی...... ایئرپورٹ پر۔'' وہ چاہتی تھی کہ آذر اس سے پہلے بلائے۔

آذر بھی اسے بلانا چاہتا تھا لیکن بلانے کا مطلب شکست تسلیم کرنا تھا اور ابھی وہ اور مزاحمت کرنا چاہتا تھا ''ٹھیک ہے زہرہ۔ خدا حافظ۔'' اس نے کہا اور ریسیور رکھ دیا اسے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ زہرہ بہت مایوس ہوئی ہے۔

چارلی کا فون درمیان میں پھر آیا۔ اس کا کہنا تھا کہ زندگی کے دو دیگر اہم اداکاروں اور ہدایت کار کو بھی پریمیئر میں شریک ہونا ہے۔ آذر نے پھر زہرہ کو فون کر کے یہ بات بتائی ''کیا یہ ضروری ہے؟'' زہرہ نے پوچھا۔

''ہاں۔ چارلی کا یہی کہنا ہے۔''

''ٹھیک ہے۔'' زہرہ نے طویل سانس لے کر کہا۔

''اب میں تمہارے ساتھ نہیں چل سکوں گا۔''

''تو پھر میں بھی نہیں جاؤں گی۔''

''میں یہ نہیں کہہ رہا کہ میں نیویارک نہیں جاؤں گا۔'' آذر نے جلدی سے کہا۔ ''میں پریمیئر والے دن پہنچوں گا۔ شیرٹن میں میرا قیام ہوگا۔ تم پریمیئر سے نمٹتے ہی میرے پاس آ جانا۔''

''ٹھیک ہے آذی۔''

☆......☆......☆

نیا پریمیئر سے ایک ہفتے پہلے نیویارک پہنچی تھی۔ چارلی واٹرز نے اسے ایئرپورٹ پر ریسیو کیا۔ ہوٹل میں نیا کے لئے سوئٹ ریزرو تھا۔ چارلی اسے کمرے میں چھوڑ کر اگلے روز آنے کا کہہ کر رخصت ہو گیا۔ جانے سے پہلے اس نے اپنے فون نمبرز اسے لکھوا دیئے تھے۔

اگلے روز چارلی آیا تو اس سے فلم کے متعلق گفتگو ہوئی۔ چارلی نے اسے بتایا کہ پوری فلم انگریزی زبان میں ڈب کی گئی ہے۔

''یہ تو بہت مشکل کام تھا۔'' نیا نے کہا۔ ''اس کے لئے تو ایسے آدمی کی ضرورت تھی جو ہندی اور انگریزی دونوں پر مکمل عبور رکھتا ہو۔''

''کام تو واقعی مشکل تھا لیکن ایک دوست کے توسط سے ایک کام کا آدمی مل گیا۔''

''کون؟''

''انڈین ہی ہے۔ پیشے کے اعتبار سے ڈاکٹر ہے لیکن لکھنے کا شوق بھی ہے اسے۔ اس کے کام نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔'' چارلی نے چند لمحے توقف کیا پھر بولا۔ ''اسے تمہاری فلم بہت پسند آئی ہے۔ وہ تم سے ملنا چاہتا ہے، ملو گی؟''

''کیا حرج ہے ملنے میں۔''

''میں اسے بھیج دوں گا۔ وہ تمہیں یہاں کی سیر بھی کرا دے گا۔ میں ان دنوں بہت مصروف ہوں۔'' چارلی نے کہا ''اس کا نام جلیل ہے...... ڈاکٹر جلیل۔''

☆......☆......☆

ڈاکٹر جلیل اسی شام نیا سے ملنے آ گیا۔ نیا نے اسے دیکھا تو دیکھتی رہ گئی۔ وہ بے حد وجیہہ اور خوب رو تھا۔ اس کی آواز بہت خوبصورت تھی۔ گفتگو کا انداز بے حد دل نشین تھا اور وہ بہت مہذب آدمی تھا۔ نیا کو وہ بہت اچھا لگا لیکن اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ اسے بہت جانا پہچانا سا لگا تھا۔ تو یہ ہوتا ہے۔

اس نے سوچا۔ پردیس میں کوئی اجنبی ہم زباں ہم وطن مل جائے تو جانا پہچانا لگنے لگتا تھا۔

''مجھے آپ سے ملنے کا بڑا اشتیاق تھا مس نیا! آپ نے زندگی میں کمال کر دیا ہے'' جلیل نے والہانہ تعریف کی۔

نیا کو اس کا یہ انداز بھی جانا پہچانا لگا۔ ''آپ یہاں کب سے ہیں؟'' اس نے پوچھا۔

''اب تو ایسا لگتا ہے کہ صدیوں سے یہاں ہوں۔'' جلیل نے ہنستے ہوئے کہا۔

''شادی نہیں کی؟'' نیا نے پوچھا۔ جلیل نے نفی میں سر ہلا دیا۔ ''کوئی امریکی لڑکی بھی پسند نہیں آئی؟'' نیا نے دوسرا سوال کیا۔

''میں شادی اپنے ہی وطن کی لڑکی سے کروں گا۔'' جلیل نے بے حد وثوق سے کہا۔ ''چلئے آپ کو گھما لاؤں۔''

اگلے چند گھنٹوں میں دونوں بے تکلف ہو گئے۔ ڈاکٹر جلیل بہت شائستہ اطوار ثابت ہو چکا ہو رہا تھا۔ نیا کو وہ پہلی نظر میں اچھا لگا۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ وہ اس کی طرف کھنچ رہی تھی مگر اس کا اعتراف کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اچانک اس پر کھلا کہ اسے جلیل میں آذر کی جھلک نظر آتی ہے۔ پھر وہ اس کشش کو بھی سمجھ گئی۔

ڈاکٹر جلیل دو ہفتے کی چھٹیوں پر تھا۔ اس نے پانچ دن میں نیا کو نیویارک کی خوب سیر کرا دی۔ اس دوران میں نیا نے اس کا اپارٹمنٹ بھی دیکھ لیا۔ اب وہ جلیل کے بارے میں اور انداز سے سوچ رہی تھی۔ اسے شادی کرنا تھی اور آذر اپنی ضد پر قائم تھا۔ تو یہ شخص کیا برا ہے۔ اس نے سوچا۔ اس میں تمام خوبیاں ہیں۔ مجھے اچھا بھی لگتا ہے اور اس میں آذر کی جھلک بھی ہے۔ لیکن جلیل نے اب تک ایسی کوئی بات نہیں کی تھی، جس سے اس کی دلچسپی کا پتہ چلتا۔

نیا کے پچھلے دو مہینے سخت اعصابی کشیدگی میں گزرے تھے۔ وہ آذر کی طرف سے مثبت جواب لانے والی فون کال کا انتظار کرتی رہی تھی۔ اس کے پرائیویٹ نمبر والے فون کی گھنٹی بجتی تو وہ بری طرح چونکتی۔ بڑی امید سے وہ ریسیور اٹھاتی اور کریڈل پر رکھتی تو مایوسی سے بوجھل ہوتی۔ آنے والا ہر دن اس کے اعصاب کو کشیدہ کر رہا تھا پھر آذر کا فون آیا بھی تو اس کی خوش فہمیاں ختم کر گیا۔ وہ عورت تھی۔ اپنا سوال کرنا ہی اسے اچھا نہیں لگا تھا۔ کجا یہ کہ وہ اسے بار بار دہرائے بھی جبکہ آذر کی خاموشی ہی اس کا جواب تھی۔

امریکہ میں اس نے اعصابی کشیدگی سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کی۔ جلیل کی وجہ سے وہ اس میں کامیاب بھی رہی لیکن جلیل کے حوالے سے مستقبل کے بارے میں سوچتے ہوئے اس نے پوری دیانت داری کے ساتھ خود کو سمجھنے کی کوشش کی۔ یہ بات طے تھی کہ آذر کا کوئی نعم البدل نہیں۔ وہ اس سے ہمیشہ محبت کرتی رہے گی۔ اس نے یہ بھی سمجھ لیا کہ وہ اس سے شادی کرنا چاہتی ہے تو صرف اس لئے کہ اس کے قریب رہ سکے۔ اس کی باتیں سنے،

اس سے باتیں کرے۔ اس کا خیال رکھے۔ اسے اس آخری عمر کی تنہائی سے بچائے۔ اس کے علاوہ اسے آذر سے کوئی غرض، کوئی طلب نہیں تھی۔ یہ وہ محبت تھی جس کا اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا اور یہ محبت اسے بن مانگے ملی تھی۔

اس نے خود کو ٹٹولا۔ ہاں، وہ شادی کرسکتی ہے۔ اس سے آذر کی محبت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اور آذر کی محبت شوہر کے ساتھ بددیانتی بھی نہیں ہوگی، اس لئے کہ وہ محبت ہر آلودگی سے پاک تھی۔ اور وہ کسی سے بھی شادی کرسکتی تھی لیکن کوئی ایسا ہو کہ جس میں آذر کی جھلک بھی ہو تو شاید وہ سے محبت بھی کرسکے۔

''کل تمہاری فلم کا پریمیئر ہے۔''

جلیل کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ اس وقت جلیل کے اپارٹمنٹ میں تھی۔ ''ہاں۔ کل پریمیئر شو ہو رہا ہے۔''

''اس کے بعد کیا پروگرام ہے؟''

''ابھی کچھ عرصہ یہاں گزاروں گی پھر وطن واپس چلی جاؤں گی۔'' یہ جواب دیتے ہوئے اس کے ذہن میں آذر کا تصور تھا۔

''مس نینا، تم مجھے بہت اچھی لگی ہو۔ اتنی کہ زندگی میں کبھی کوئی مجھے اتنا اچھا نہیں لگا۔''

نینا کا دل بری طرح دھڑکا۔ شاید وہ پروپوز کرنے والا تھا۔ وہ ہمہ تن سماعت بن گئی لیکن اسے مایوسی کے سوا کچھ نہیں ملا۔ جلیل چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ ''چلو، میں تمہیں تمہارے ہوٹل چھوڑ آؤں۔''

امریکہ میں وہ پہلی رات تھی کہ پرسکون نیند سونے کے بجائے نینا بستر پر کروٹیں بدلتی رہی۔ جلیل کے بات ادھوری چھوڑنے کے نتیجے میں اسے جو مایوسی ہوئی تھی، وہ اس کے لئے تشویش کا باعث تھی۔ حالانکہ پسندیدگی کا وہ اظہار عام اظہار بھی ہوسکتا ہے..... اور ثابت بھی یہی ہوا تھا لیکن اس نے یہ توقع کیوں کرلی کہ وہ اسے پروپوز کرنے والا ہے اور توقع پوری نہ ہونے پر مایوسی کیوں ہوئی۔ یہ تشویش کی بات تھی۔

تشویش کے نتیجے میں اس کے اندر سے جو جواب ملا، اس کے نتیجے میں وہ بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی۔ آدمی بہت کم عرصے میں بالکل غیر محسوس طور پر کسی سے اتنا قریب بھی ہوجاتا ہے، یہ اس کے لئے نیا تجربہ تھا اور کوئی بیک وقت دو آدمیوں سے محبت کرسکتا ہے؟

یہ دوسری محبت، محبت نہیں، جسمانی کشش ہے اور فطری ہے۔ اس کے ذہن نے دلیل دی۔ اس وقت تو وہ بس کسی سے شادی کرنا چاہتی ہے لیکن اندر سے جو وہ جانتی تھی کہ بات صرف اتنی سی نہیں۔ اسے لگ رہا تھا کہ اب وہ جلیل سے دور نہیں رہ سکتی اور یہ اس کے دل کی آواز تھی۔

لیکن نینا آذر کی محبت سے دستبردار نہیں ہوسکتی تھی۔ وہ یہ تسلیم نہیں کرنا چاہتی تھی کہ آذر کے سوا کسی اور سے وہ محبت کی شادی کرسکتی ہے مگر یہ حقیقت

اب پوری طرح عیاں ہو چکی تھی۔ یہ الگ بات کہ وہ اس سے نظریں چرا رہی تھی۔
نہ جانے کب وہ سو گئی۔

☆......☆......☆

پریمیئر شو کے دوران میں بھی نیا جلیل ہی کے ساتھ رہی۔ پریمیئر شو میں ہالی ووڈ کے تمام بڑے لوگ شریک ہوئے تھے۔ خاص طور پر پروڈیوسرز، ڈائریکٹرز اور بڑی فلم کمپنیوں اور اسٹوڈیو کے مالک۔ شو کے بعد چارلی نے اپنے گھر میں تمام شرکاء کے لئے پارٹی کا اہتمام کیا تھا۔ اس پارٹی میں بھی نیا اور جلیل ساتھ ساتھ تھے۔

پارٹی اپنے شباب پر تھی۔ پریمیئر میں شریک زنگی کے یونٹ کے تمام افراد کو بہت زیادہ سراہا گیا تھا لیکن نیا پر تو داد و تحسین گویا موسلا دھار برس رہی تھی۔ پارٹی میں شراب پانی کی طرح بہائی جا رہی تھی لیکن جلیل اور نیا نے سوفٹ ڈرنکس پر اکتفا کیا تھا۔ نیا کو احساس تھا کہ جلیل اسے بار بار غور سے دیکھتا ہے لیکن اس کے متوجہ ہونے پر نظریں ہٹا لیتا ہے۔

جس وقت نیا نے شراب سے انکار کر کے سوفٹ ڈرنک طلب کیا تھا، جلیل نے حیرت سے پوچھا تھا ''تم نہیں پیتیں؟''

''نہیں۔''

''مجھے یہ سن کر بہت خوشگوار حیرت ہوئی ہے۔'' جلیل نے کہا۔ ''ورنہ فلمی دنیا میں شراب سے کون محفوظ رہتا ہے۔''

''اور آپ امریکہ میں رہ کر بھی نہیں پیتے۔''

جلیل اسے ستائشی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اسی لمحے چارلی ایک شخص کو لے کر ان کی طرف چلا آیا۔ ''یہ ہیں جیمس رابرٹ ...... مشہور پروڈیوسر...... اور مسٹر رابرٹ یہ ہیں نیا۔''

جیمس رابرٹ نے نیا سے ہاتھ ملایا۔ ''ایکسکیوز می مس نیا! تم اس سے بات کرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔'' جلیل نے نیا سے کہا اور ایک طرف چلا گیا۔ چارلی بھی چلا گیا۔

''آپ کی پرفارمنس اس فلم میں بے حد متاثر کن ہے مس نیا'' جیمس رابرٹ نے کہا ''اور مجھے یقین ہے کہ یہ فلم پوری دنیا میں کامیاب ہو گی۔ میری طرف سے آپ کو مبارکباد۔''

''شکریہ مسٹر رابرٹ۔'' نیا نے کہا۔

''میں آپ کو ایک فلم میں کاسٹ کرنا چاہتا ہوں۔'' جیمس رابرٹ نے کہا۔ ''لیڈنگ رول ہے۔''

نیا مسکرائی۔ ''قدر دانی کا شکریہ مسٹر رابرٹ۔ لیکن میں اداکاری چھوڑنے کا فیصلہ کر چکی ہوں۔''

جیمس رابرٹ کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ کچھ دیر تو وہ بول ہی نہ سکا پھر اس نے کہا'' کیسی ناقابل یقین بات ہے۔ اب تو صحیح معنوں میں آپ کا کیریئر شروع ہو رہا ہے۔ آپ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کریں۔ میں آپ کو بہت پاورفل رول آفر کر رہا ہوں۔''

''سوری مسٹر رابرٹ، میرا فیصلہ حتمی ہے۔ تاہم میں آپ کی شکر گزار رہوں۔''

''اٹس آل رائٹ۔''

جیمس رابرٹ کے جاتے ہی جلیل واپس آ گیا۔ ''آپ دانستہ ہٹ گئے تھے نا؟'' نیا نے اس سے پوچھا۔

''ہاں۔ کاروباری گفتگو میں مخل ہونا مناسب نہیں تھا۔''

''تو آپ کو معلوم تھا......؟''

''ہاں۔ اب میں مبارکباد دوں تمہیں؟''

''کس بات کی؟''

''ہالی ووڈ میں پہلی فلم سائن کرنے کی۔'' جلیل نے پہلی پر خاص طور پر زور دیا۔

''جی نہیں۔ میں پہلے ہی اداکاری چھوڑنے کا فیصلہ کر چکی تھی۔ میں نے یہ آفر قبول نہیں کی۔''

جلیل کے تعجب کی کوئی حد نہیں تھی۔ اسے سنبھلنے میں کچھ دیر لگی پھر اس نے کہا'' اب میں وہ کہہ سکتا ہوں جو کہنا چاہتا تھا۔ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔''

نیا نے اسے بہت غور سے دیکھا۔ ''یہ بات آپ شاید کل رات کہنا چاہتے تھے لیکن کہہ نہیں سکے تھے۔ کیوں؟''

''تمہارے کیریئر کی وجہ سے۔ میں نہیں سمجھتا کہ شادی اور کیریئر ایک ساتھ چل سکتے ہیں۔''

''آپ مجھ سے شادی کروں کرنا چاہتے ہیں؟'' نیا نے پوچھا۔

''اس لئے کہ میں تم سے ملنے سے پہلے ہی تمہاری محبت میں گرفتار ہو چکا تھا اور جب ملا تو پتا چلا کہ تمہارے پاس کردار بھی ہے، ذہین بھی ہو، تم میرے تصور سے زیادہ اچھی ہو۔''

اس وقت نیا کے اندر کی جو کیفیت تھی، وہ یہ بتانے کے لئے کافی تھے کہ وہ بھی اس کی محبت میں گرفتار ہے۔ اب اس سے لڑنے کی، اس کی نفی کرنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ وہ اس لمحے کے ساتھ بہی جا رہی تھی۔ اسے خود پر کوئی اختیار نہیں تھا۔

''تم نے جواب نہیں دیا نیا۔'' اس بار جلیل کے لہجے میں اپنائیت اور بے تکلفی تھے۔

''آپ کا خیال ہے کہ میں فوراً ہی جواب دوں گی اور وہ بھی مثبت۔ کیوں؟''

''اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ تم بھی.....'' جلیل نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''میں کل آپ کے گھر آؤں گی۔'' نیا نے کہا۔

''میں ابھی سے انتظار شروع کر رہا ہوں۔''

☆......☆......☆

آذر نیویارک پہنچ چکا تھا اور بے چینی سے زہرہ کا انتظار کر رہا تھا۔

جس روز زہرہ اسے ایک ماہ کی مہلت دے کر بمبئی گئی تھی، اس وقت سے اس نے زہرہ کی ایک جھلک بھی نہیں دیکھی تھی۔ اس دوران میں بس دو بار اس سے فون پر بات ہوئی تھی اور یہ وقت اس نے جس طرح مر مر کے گزارا تھا، اس کا دل ہی جانتا تھا۔

اخبارات سے اسے معلوم ہو گیا تھا کہ پریمیئر کے بعد بھارت کے فلمی وفد کے اعزاز میں پارٹی دی جا رہی ہے، جس میں ہالی ووڈ کے تمام بڑے لوگ شریک ہوں گے، لہٰذا اس کے انتظار میں جھنجھلاہٹ شامل نہیں ہو سکی تھی۔ وہ بڑے تحمل سے انتظار کر رہا تھا۔ جہاں دو اذیت ناک مہینے گزرے ہیں، یہ چند گھنٹے بھی گزر ہی جائیں گے۔

رات نو بجے کے بعد سے انتظار کٹھن مرحلے میں داخل ہو گیا۔ اس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ زہرہ سے ہوش و حواس میں ملے گا اور شراب کو ہاتھ بھی نہیں لگائے گا، مگر اب اس کے لئے ایک لمحہ گزارنا بھی دوبھر ہو گیا۔

بالآخر اس نے ہوٹل کے فراہم کردہ کیبنٹ سے ایک بوتل نکالی اور اپنے لئے جام بنا لیا۔

زہرہ ساڑھے بارہ بجے آئی۔ اس وقت تک بوتل تقریباً خالی ہو چکی تھی۔ دروازے پر دستک ہوئی تو وہ لڑکھڑاتے قدموں سے اٹھا اور دروازہ کھول دیا۔ زہرہ کا چہرہ دیکھ کر وہ کھل اٹھا۔ زہرہ کے اندر آنے کے بعد اس نے دروازہ بند کیا اور بانہیں کھول دیں۔

زہرہ اسے نظر انداز کر کے صوفے کی طرف بڑھ گئی۔ آذر صدمے کی حالت میں بے یقینی سے اسے دیکھتا رہا، پھر وہ بھی صوفے کی طرف چل دیا۔

''کیا بات ہے زہرہ؟ تم مجھ سے گریز کر رہی ہو۔'' اس نے شکایتی لہجے میں پوچھا۔

''مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔''

آذر کو لگا کہ کسی نے اس کے سر پر بالٹی بھر کر ٹھنڈا پانی ڈال دیا ہے۔ وہ تو اسے دیکھنے، بانہوں میں لینے، اس سے باتیں کرنے اور ہجر کا دکھ بیان کرنے کے لئے مرا جا رہا تھا اور زہرہ محض اس سے ایک بہت ضروری بات کرنے آئی تھی۔

''پہلے مجھ سے یہ تو پوچھ لو کہ ان دو مہینوں میں مجھ پر کیا گزری؟'' اس نے فریاد کی۔

زہرہ نے نظریں اٹھا کر پہلی بار اسے غور سے دیکھا۔ وہ اس سے نظریں ملانے کی ہمت نہیں کر سکتی تھی لیکن اسے دیکھا تو دیکھتی رہ گئی۔ یہ وہ آذر تو نہیں تھا، جس سے دو ماہ پہلے وہ رخصت ہوئی تھی۔ اس وقت وہ بہت بوڑھا لگ رہا تھا۔ چہرے کی جھریاں گہری ہو گئی تھیں۔ جلد مٹیالی رنگت اختیار کر گئی تھی۔ اس کا جسم بھی جیسے سکڑ گیا تھا۔

زہرہ نے نظریں جھکا لیں۔ اس کا احساس جرم اور بڑھ گیا تھا۔ اس نے بہت تیزی سے سوچنا شروع کیا۔ سب سے پہلے اس نے جلیل کی اہمیت کو تولا۔ وہ درحقیقت اس کی زندگی میں آتے ہی محض چند دنوں میں اس کے لئے اہمیت اختیار کر چکا تھا۔ وہ اسے نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ دوسری طرف حیرت انگیز بات یہ تھی کہ آذر اب بھی اس کے لئے ویسا ہی تھا۔ اس کی محبت جوں کی توں موجود تھی۔ اسے اس حال میں دیکھ کر اسے صدمہ ہوا تھا۔ اس کا دل کٹ کر رہ گیا تھا۔

اس نے فیصلہ کیا کہ اسے بلاتمہید بات کرنا ہوگی ورنہ وہ بات کر ہی نہیں سکے گی۔ ''آذی...... پہلے مجھ سے پوچھ لیں کہ اس عرصے میں مجھ پر کیا گزری۔'' بالآخر اس نے کہا۔ ''میں نے آپ کو سوچنے کے لئے ایک مہینے کا وقت دیا تھا۔ مجھے آپ کی محبت پر بڑا مان تھا۔ میں نے بمبئی پہنچتے ہی آپ کی کال کا انتظار کرنا شروع کر دیا تھا مگر میری یہ آرزو پوری نہیں ہوئی۔ میں نے جو کچھ چاہا تھا، صرف میرے لئے نہیں تھا، آپ کے لئے بھی تھا مگر آپ کو مجھ پر اعتبار نہیں تھا۔ میں آپ کو قصوروار بھی نہیں ٹھہرا سکتی۔ ان حالات میں یہی کچھ ہو سکتا تھا، مگر قصوروار میں بھی نہیں ہوں۔ میں نے آپ سے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ آخر میں بھی میں نے بلف نہیں کیا۔ نہ ہی بلیک میلنگ تھی۔ میں نے سوچ سمجھ کر فیصلہ کر لیا تھا...... اور اس پر عمل بھی کروں گی۔

آذر کا دل بیٹھنے لگا۔ ''کیا مطلب؟''

''میں شادی کر رہی ہوں۔''

''کیوں؟''

''اس لئے کہ آپ مجھ سے شادی نہیں کر سکتے ...... غیر فطری زندگی سے مجھے بچانے کے لئے۔ اور میں شادی کے بغیر زندگی کو بھی غیر فطری سمجھتی ہوں اوراس لئے کہ مجھے کسی سے محبت ہوگئی ہے۔''

آذر کے لئے یہ دھماکا تھا۔ اس نے غصے سے کہا۔ ''تو یہ ہے تمہاری محبت......''

''میں یہ آخری بات آپ سے چھپا بھی سکتی تھی مگر آپ سے صرف سچ بولنا چاہتی ہوں۔ اگر میں محبت والی بات آپ سے چھپا لیتی تو آپ مجھ سے شکایت نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے کہ آپ مجھے آزاد کر چکے ہیں اور میں پوری سچائی سے کہہ رہی ہوں کہ میں اب بھی آپ سے ویسی ہی محبت کرتی ہوں اور ہمیشہ کرتی رہوں گی۔''

''کیوں محبت کو رسوا کرتی ہو۔'' آذر نے زہریلے لہجے میں کہا۔ ''بیک وقت دو مردوں سے محبت کو تم سچائی کہتی ہو۔''

''کیوں نہیں۔ بے غرض، بے طلب محبت تو آدمی دنیا کے ہر انسان سے کر سکتا ہے اور ہر محبت سچی ہوگی اور کوئی محبت دوسری محبت کی نفی نہیں کرے گی۔''

آذر لاجواب ہوگیا۔ ''میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ تم مجھے اس طرح چھوڑ کر نہیں جا سکتیں۔'' وہ گڑگڑایا۔

زہرہ دیر تک خاموشی سے سوچتی، خود کو ٹٹولتی رہی۔ پھر اس نے بے حد پر خلوص لہجے میں کہا ''آپ کی محبت بہت بڑی ہے۔ اس کے لئے میں سب کچھ قربان کر سکتی ہوں۔''

اس سچ کے جواب میں آذر جھوٹ نہیں بول سکتا تھا۔ ''کاش یہ ممکن ہوتا زہرہ۔ لیکن یہ ممکن نہیں ہے۔''

''تو پھر مجھے شادی کرنے دیجئے۔'' زہرہ نے کہا۔ ''میرا وعدہ ہے کہ شادی کے بعد بھی آپ سے ملنے آتی رہوں گی۔''

آذر کو پھر غصہ آ گیا۔ ''تم کسی اور کے تصرف میں ہو، یہ میں برداشت نہیں کر سکتا۔''

''یہ تو بڑی چھوٹی بات کی ہے آپ نے۔ پھر میں کیا کروں؟'' زہرہ جھنجھلا گئی۔

''میرے مرنے کا انتظار کر لو۔ پھر شادی کر لینا۔'' آذر کے لہجے میں درد تھا۔

زہرہ تڑپ گئی۔ ایسی باتیں نہ کریں۔ ایسی شرط نہ لگائیں۔ میں اس کے بعد بھی آپ کے مرنے کی آرزو نہیں کر سکتی۔ میں آپ کو کھونا کب چاہتی ہوں۔'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ ''اچھا...... میں چلتی ہوں۔''

آذر نے اسے روکنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ وہ سوچنا چاہتا تھا۔

☆......☆......☆

آذر کے لئے وہ سونے کی رات نہیں تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ وہ اتنا پریشان اور متوحش کیوں ہے۔ وہ یہی کچھ تو چاہ رہا تھا۔ زہرہ کی قربت اس کے لئے وحشتیں لاتی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ اس کے قریب نہ آئے اور اب وہ دور ہو رہی تھی تو وہ اور زیادہ اذیت میں تھا۔ یہ کیسی دورخی ہے۔ وہ آخر چاہتا کیا ہے؟

ایک بات واضح تھی۔ وہ رقابت کی بدترین آگ میں جل رہا تھا۔ کون ہے وہ شخص جس نے میری زہرہ کو تسخیر کرلیا ہے؟ وہ اس ان دیکھے شخص سے بے پناہ نفرت کر رہا تھا۔ یہ ایک نئی بات تھی۔ نفرت تو اس نے پہلی زہرہ کے شوہر سے بھی نہیں کی تھی مگر وہ اس وقت بے بس اور شکست خوردہ بھی تو نہیں تھا۔ اب تو وقت کی مہربانی سے وہ اس رقیب سے کسی طور پر بھی نہیں جیت سکتا تھا۔ وہ اسے چیلنج کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اسے شکست دینے کی بس ایک ہی صورت تھی۔ وہ زہرہ سے شادی کرلے لیکن وہ ایسا نہیں کرسکتا تھا۔ زہرہ بتا چکی تھی کہ اسے اس دوسرے شخص سے بھی محبت ہوگئی ہے اور آذر جسمانی تقاضوں کی قوت سے خوب واقف تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس سے شادی کے باوجود زہرہ ان تقاضوں سے ہار جائے گی اور پھر وہ شخص اور اہم ہو جائے گا۔

تو اس مسئلے کا حل کیا ہے؟

رات دھیرے دھیرے صبح کی طرف بڑھ رہی تھی اور اس کی معقولیت دیوانگی اور وحشت میں تبدیلی ہوتی جا رہی تھی۔ عقل اور ہوش اس کا ساتھ چھوڑ رہے تھے۔ صبح ہوتے ہوتے اس نے جو فیصلہ کیا، وہ کوئی دیوانہ ہی کرسکتا تھا۔

اس نے اپنے سامان میں سے ریوالور نکال کر اسے لوڈ کیا۔ اسے کوٹ میں رکھ کر وہ باہر نکل آیا۔

سب سے پہلے اس نے استقبالیہ سے نینا کے متعلق پوچھا۔ وہ اپنے کمرے میں موجود تھی۔ وہ لابی میں چلا آیا۔ بک شاپ سے اخبار خریدنے کے بعد وہ ایک ایسی جگہ بیٹھ گیا، جہاں سے آنے جانے والوں پر نظر رکھ سکتا تھا۔ اس نے اخبار پڑھنے کی کوشش کی لیکن یہ ممکن نہیں تھا۔ اس کے اعصاب منتشر ہو رہے تھے۔

اسے یقین تھا کہ زہرہ آئے گی۔ اسے یقیناً اس شخص سے ملنے کے لئے جانا تھا، جس سے وہ شادی کرنا چاہتی تھی۔ اس کا پیچھا کر کے وہ اس شخص تک پہنچ جائے گا اور پھر...... اس نے کوٹ کی جیب میں رکھے ریوالور کے دستے کو محبت سے سہلایا۔

سوا دس بجے کے قریب زہرہ لابی سے گزرتی نظر آئی۔ وہ اپنی دھن میں چلی جا رہی تھی۔ آذر اٹھا اور باہر نکل آیا۔ پارکنگ کے میدان میں وہ کار کھڑی تھی، جو اس نے گزشتہ روز کرائے پر لی تھی۔ زہرہ گیٹ سے نکل گئی تھی۔

آذر نے گاڑی سٹارٹ کی۔ وہ باہر نکل ہی رہا تھا کہ اس نے زہرہ کو کیب میں بیٹھے دیکھا۔ اس نے گاڑی کیب کے پیچھے لگا دی۔ تعاقب میں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ وہ اتوار کا دن تھا۔ سڑکوں پر ٹریفک بہت کم تھا اس لئے اس نے فاصلہ ذرا زیادہ رکھا تھا۔

کوئی پندرہ منٹ بعد ٹیکسی ایک اپارٹمنٹ کے سامنے رکی۔ آذر نے گاڑی پیچھے ہی روک دی۔ زہرہ نے کرایہ ادا کیا اور بلڈنگ کی لابی میں داخل ہو گئی۔ آذر بھی گاڑی لاک کر کے اس کے پیچھے چل دیا۔

زہرہ لفٹ کے بجائے سیڑھیوں سے جا رہی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ اسے زیادہ اوپر نہیں جانا ہے۔ آذر آہٹ پیدا کئے بغیر اس کا پیچھا کرتا رہا۔ زہرہ کے اونچی ایڑی کے سینڈل کی کھٹ کھٹ اس کی رہنمائی کر رہی تھی۔ دوسری منزل پر وہ آواز رک گئی۔ پھر گھنٹی کی آواز سنائی دی۔ اس سے پتا چلتا تھا کہ زہرہ کی منزل داہنی جانب والا اپارٹمنٹ ہے۔ آذر لینڈنگ پر رکا رہا۔ دروازہ کھلنے کی اور پھر زہرہ کے اندر جانے کی آواز آئی۔ اس سے آذر کے اندازے کی تصدیق ہوگئی۔ دروازہ بند ہو گیا۔

آذر نے دروازہ بند ہونے کے بعد بھی ایک منٹ انتظار کیا۔ پھر وہ اوپر چڑھا۔ اس پارٹمنٹ کا نمبر 24 تھا۔ دروازے پر نام کی تختی موجود نہیں تھی۔ آذر نے کی ہول سے کان لگا دیا۔ دھیمی اور دور جاتی ہوئی مردانہ آواز سنائی دی۔ ''میں ناشتا بنا رہا تھا، کچن میں ہی آ جاؤ۔'' اس کے بعد زہرہ کے سینڈلوں کی دور جاتی ہوئی کھٹ کھٹ سنائی دی۔

چند لمحے انتظار کے بعد آذر نے ہینڈل آزمایا۔ ہینڈل گھوم گیا۔ اس نے بڑی آہستگی سے دروازے کو دھکیلا۔ وہ سٹنگ روم میں داخل ہوا تھا۔ اس نے کوٹ کی جیب میں سے ریوالور نکالا اور ہاتھ میں لے لیا، پھر وہ سٹنگ روم کے اندر والے دروازے کی طرف دبے پاؤں بڑھا۔ خود کو پردے کی اوٹ میں چھپاتے ہوئے اس نے باہر جھانکا۔ کچن سامنے ہی تھا۔ اسے ایک مرد کی پشت نظر آئی جو فرائی پین میں انڈے تل رہا تھا۔ زہرہ کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔

آذر نے ریوالور سیدھا کیا اور مرد کی پشت پر دل کے مقام کا نشانہ لیا۔ دھیرے دھیرے ٹریگر پر اس کی انگلی کا دباؤ بڑھتا گیا لیکن عین وقت پر زہرہ اس کے اور ہدف کے درمیان آ گئی۔ اس نے گھبرا کر ٹریگر سے انگلی ہٹالی۔ اس لمحے اسے اپنے ہاتھ میں لرزش کا احساس ہوا۔ کیا وہ شوٹ کر سکے گا۔ اس نے سوچا۔ ''ہاں۔'' اس کے اندر کی نفرت نے کہا۔ ''میں اس شخص کو زندہ نہیں چھوڑ سکتا۔''

ایک منٹ بعد زہرہ پھر دیوار کی اوٹ میں چلی گئی۔ رقیب کی پشت پھر اس کے سامنے تھی۔ آذر نے اپنے لرزتے ہوئے ہاتھ کو دل ہی دل میں کوسا اور بڑے عزم کے ساتھ دوبارہ نشانہ لیا۔ ٹریگر پر انگلی کا دباؤ پھر بڑھنے لگا۔ اسی لمحے وہ شخص پلٹا۔ اب اس کا چہرہ آذر کے سامنے تھا۔ اسے دیکھ کر اس کی ٹانگیں جواب دینے لگیں۔ زمین جیسے پیروں کے نیچے سے سرک گئی۔ وہ بت بن کر رہ گیا۔

نہ جانے کتنی دیر وہ ساکت و صامت کھڑا رہا۔ اس دوران میں وہ آ جاتے تو وہ ہل بھی نہ پاتا۔ اس کے وجود میں طوفان اٹھ رہے تھے۔ دماغ نے کام کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ کچھ دیر بعد اس کے اوسان بحال ہوئے۔ وہ شخص پھر چولہے کی طرف مڑ گیا تھا۔ آذر نے ایک بار پھر نشانہ لیا۔ اس بار اس کا ہاتھ بری طرح کانپ رہا تھا۔ انگلی ٹریگر پر دباؤ ڈالنے سے انکاری تھی۔ اس کا ریوالور والا ہاتھ بے جان ہو کر گرا اور پہلو سے جا لگا۔

وہ پلٹا اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

لابی سے گزرتے ہوئے اس نے بورڈ کی طرف دیکھا۔ 24 نمبر کے آگے ایس اے جلیل کا نام لکھا تھا۔

☆......☆......☆

خوش قسمتی سے اسے پہلی ہی فلائٹ میں سیٹ مل گئی۔ دو بجے جہاز فضا میں پرواز کر گیا۔ اس نے کسی کو کچھ نہیں بتایا تھا۔ زہرہ کا تو وہ سامنا ہی نہیں کرنا چاہتا تھا اور ہندوستان پہنچ کر اسے بہت ضروری کام نمٹانے تھے۔

فلائٹ کے دوران میں اسے اخبار پڑھنے کا موقع ملا۔ زنگی کے پریمیئر کی بڑی خبر ہر اخبار میں چھپی تھی۔ زنگی پر ریویو بھی چھپے تھے۔ سب نے اسے بے حد سراہا تھا اور غیر معمولی فلم قرار دیا تھا۔ نیا کی پرفارمنس کو سب سے زیادہ سراہا گیا تھا۔

آذر اتنے عرصے میں پہلی بار طمانیت سے مسکرایا۔

اب وہ ہر حقیقت کا سامنا کر سکتا تھا۔ سب کچھ سوچ اور سمجھ سکتا تھا۔ اب وہ پوری طرح ہوش میں تھا۔ اس نے اپارٹمنٹ کا پورا منظر ذہن میں تازہ کیا۔ اس اپارٹمنٹ میں اپنے چہیتے بیٹے انور کو دیکھنا اس کے لئے بہت بڑا شاک تھا۔ اصولاً اسے فوراً ہی سنبھل جانا چاہئے تھا لیکن اس پر دیوانگی طاری تھی۔ رقیب سے بے پناہ نفرت نے اسے کچھ سوچنے کے قابل ہی نہیں چھوڑا تھا۔ پہلے تو شاک کے باوجود وہ سب کچھ اسے غیر حقیقی محسوس ہوا تھا۔ انور...... یہ کیسے ممکن ہے؟ پھر پہچاننے کے باوجود وہ اسے شوٹ کرنے والا تھا لیکن محبت نے اس کے ہاتھ پاؤں شل کر دیئے۔

اس کے بعد بے جان حالت میں وہ کھڑا صرف سوچتا رہا تھا۔ انور...... اس کا بیٹا انور زہرہ سے محبت کرتا ہے...... اور زہرہ بھی اس سے محبت کرتی ہے تو زہرہ کا اندر سے محبت کرنا تو فطری ہے۔ انور اسی کا تو عکس ہے۔ اپنی سوچیں اسے بے ربط لگ رہی تھیں اور وہ پھر اپارٹمنٹ سے نکل آیا تھا۔

اب اسے بیٹے پر پیار آنے لگا۔ انور نے خود کو مضبوط بنا لیا تھا۔ اس نے اس کے نام کی بیساکھی استعمال نہیں کی۔ اس نے اپنا اصل نام چھپایا۔ وہ انور جلیل سے ایس اے جلیل بن گیا۔ وہ اپنی زندگی آپ بنا رہا تھا...... آپ گزار رہا تھا۔ وہ اسے ایسا ہی تو دیکھنا چاہتا تھا۔ پھر اس نے اپنے لئے جیون ساتھی کا کیسا اچھا انتخاب کیا تھا۔ اس نے کسی امریکن لڑکی سے شادی نہیں کی تھی۔ اسے زہرہ پسند آئی تھی، جو بلاشبہ کروڑوں میں ایک تھی۔

اور زہرہ...... وہ انور کو کیسے پسند نہ کرتی۔ اس پسند نے ثابت کر دیا تھا کہ اس کی آذر جمیل سے محبت سچی ہے۔ انور آذر کی کاپی ہی تو تھا۔ اب تو بڑھاپے نے بہت بدل دیا ہے۔ زہرہ نے کبھی اس کی جوانی کی کوئی تصویر دیکھی ہوتی تو انور کو اسی حوالے سے پہچانتی۔ نہ پہچاننے کا سوال ہی نہیں تھا۔

وہ خوش ہو گیا۔ زہرہ اور انور ایک دوسرے کے ساتھ کتنے اچھے لگیں گے۔ کتنے خوش رہیں گے۔ وہ سراپا دعا بن گیا ان کے لئے۔ ایک لمحے کو اسے حیرت ہوئی۔ وہ تو خود زہرہ سے دیوانہ وار محبت کرتا ہے۔ پھر ایسے کیوں سوچ رہا ہے۔

''پگلے مصور، یہ وہ زہرہ نہیں تمہاری والی۔'' اس کے اندر سے کسی نے کہا۔ ''یہ تو انور کی زہرہ ہے۔ تم نے سمجھنے میں غلطی کی۔''

یہ سوچتے ہوئے اس کا وجود اپنے رب کی شکر گزاری سے بھر گیا۔ اس نے زہرہ سے کہا تھا کہ اس کی محرومی ازلی ہے۔ وہ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی محرومی کا مداوا تو اللہ بھی نہیں کر سکتا۔ نعوذ باللہ لیکن اس نے یہ بات ہونٹوں پر روک لی تھی اور اب......

''واہ میرے مالک...... کیسے تو نے میری محرومی دور کی ہے۔'' اس نے دل میں کہا۔ ''باپ اپنی ہر محرومی بیٹے کے ذریعے پوری کرتے ہیں۔ اپنے خواب اور خوابوں کو تعبیر دینے کا کام اپنے بیٹوں کو سونپ دیتے ہیں۔ اس کے بعد کوئی محرومی، کوئی تشنگی نہیں رہتی انہیں۔ بلکہ ایسی طمانیت تو اپنی کوئی تمنا خود پوری کر کے بھی نہیں ملتی ہو گی، جتنی بیٹوں کے ذریعے پوری ہونے سے ملتی ہے۔ واہ میرے رب...... تو نے تو مجھ پیاسے کو ٹھنڈے میٹھے پانی سے لبالب بھر دیا۔ سیر کر دیا میرے مالک۔ میں تیرا شکر کیسے ادا کر سکتا ہوں۔ کر ہی نہیں سکتا۔''

مہینوں کے بعد اسے پہلی بار پر سکون نیند آئی۔

☆......☆......☆

اسے دہلی پہنچے تیسرا دن تھا۔ اس نے وکیل سے کہہ کر وصیت نامہ مرتب کرایا تھا۔ گواہوں کے دستخط بھی ہو چکے تھے۔ وہ اپنا سب کچھ اس کے نام چھوڑ رہا تھا، جس سے زیادہ حق دار دنیا میں کوئی بھی نہیں تھا۔ اس کا بیٹا انور جلیل۔ ایک اہم کام مکمل ہو چکا تھا۔ طمانیت کا تاثر اور گہرا ہو گیا تھا۔

وہ بے حد پر سکون بیٹھا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔ ''آذر اسپیکنگ۔''

''مجھ سے ناراض ہیں آپ؟'' دوسری طرف سے زہرہ کی رندھی ہوئی آواز سنائی دی۔

چند لمحے وہ کچھ بھی نہیں بول سکا۔ ایک سرکش سی لہر اس کے وجود میں اٹھی اور فوراً ہی معدوم ہوگئی۔ ''نہیں گڑیا!'' اس نے پرسکون لہجے میں کہا۔

''تو پھر مجھے اس طرح چھوڑ کر کیوں چلے آئے؟'' زہرہ کی آواز اب بھی بھرائی ہوئی تھی۔ لگتا تھا، وہ بہت دیر سے رو رہی ہے۔

''کچھ ضروری کام یاد آ گئے تھے، جو ٹالے نہیں جا سکتے تھے۔''

شاید اس کے لہجے کے سکون نے زہرہ کو خوفزدہ کر دیا۔ ''آ...... آپ کوئی غلط فیصلہ تو نہیں کر لیا آپ نے؟''

آذر کو ہنسی آ گئی۔ ''اگر تم موت کے...... خودکشی کے حوالے سے بات کر رہی ہو تو یہ تمہاری بھول ہے۔ خودکشی کے بارے میں تو میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ تمام محرومیوں کے باوجود زندگی سے بہت پیار ہے مجھے اور جہاں تک موت کا تعلق ہے تو وہ اٹل ہے۔ اس کا وقت معین ہے۔ اسے کوئی روک نہیں سکتا اور عمر کے اعتبار سے تو میں قبر میں پیر لٹکائے بیٹھا ہوں لیکن زندگی سے میرا جی نہیں بھرا ابھی۔

''ٹھیک ہے۔ تو میں آپ کے پاس آ رہی ہوں۔ میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتی۔''

آذر کے لہجے میں ایک دم چوکنا پن آ گیا۔ ''زہرہ...... میری بات سنو۔ تمہیں واپس نہیں آنا ہے امریکہ سے۔ تم اس ڈاکٹر جلیل سے شادی کر لو۔''

ریسیور پر چند لمحے خاموشی رہی۔ شاید زہرہ ڈاکٹر جلیل کا نام سن کر حیران رہ گئی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ ''میں شادی نہیں کروں گی۔ میں آپ کو دکھ نہیں دے سکتی۔''

''مگر تمہاری اس سے شادی میرے لئے دکھ کی بات نہیں۔ یہ تو میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی ہوگی۔''

''آپ...... آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟'' شاید اسے اس کی دماغی صحت پر شبہ ہو رہا تھا۔

''میں بالکل ٹھیک ہوں۔ تم میری بات بہت غور سے سنو زہرہ۔ مگر پہلے ایک بات بتاؤ۔ میں جانتا ہوں، تم جھوٹ نہیں بولتیں۔ سنو، تم جلیل سے محبت کرتی ہو نا؟''

چند لمحوں کی ہچکچاہٹ کے بعد زہرہ نے کہا۔ ''جی ہاں۔ لیکن آپ جیسی نہیں۔ آپ جتنی نہیں۔''

''میری ایک بات مانو گی؟''

''حکم کریں۔ میں آپ کی بات ٹال نہیں سکتی۔''

''تو تم جلیل سے ہمیشہ اتنی محبت کرنا جتنی مجھ سے کرتی ہو اور ویسی ہی محبت کرنا جیسی مجھ سے کرتی ہو۔ بات نہیں کاٹو۔ پہلے میری پوری بات سنو۔ یوں

تم میری ہر محرومی کا مداوا کرو گی۔ احسان کرو گی مجھ پر۔ میں نے بہت کچھ سمجھ لیا ہے زہرہ۔ میں تمہیں غلط نہیں سمجھا تا تھا کہ نہ تم میرے لئے ہو نہ میں تمہارے لئے ہوں لیکن میں ایک بات کبھی نہیں سمجھ سکا۔ تم میری زہرہ نہیں ہو۔ جلیل کی زہرہ ہو۔ تمہیں اللہ نے وہی نام، وہی چہرہ، وہی جسم دے کر بھیجا لیکن تم وہ نہیں ہو۔ تم جلیل کے لئے ہو۔ اگر میں تمہیں حکم دینے کا اختیار رکھتا ہوں تو تمہیں حکم دے رہا ہوں کہ تم جلیل کو میرا مقام، میری محبت دو اور اس میں کوتاہی نہ کرو۔ اسی میں میری محرومی کا مداوا ہے۔ تم ایسا کرو گی تو میں پیاسا محروم اور ملول اس دنیا سے نہیں جاؤں گا۔ میرے بجھے ہوئے چہرے پر مرنے کے بعد بھی سچی خوشی ہوگی۔''

''لیکن کیسے؟''

''بیٹوں سے باپ کی محرومی دور ہوتی ہے زہرہ، میں ڈاکٹر بننا چاہتا تھا۔ نہ بن سکا۔ میں نے اپنے بیٹے کو ڈاکٹر بنا کر وہ محرومی دور کر لی۔'' وہ کہتے کہتے چند لمحوں کے لئے رکا۔ ''اب تم میری بہو ہو زہرہ!''

اس بار اور دیر تک خاموشی رہی۔ زہرہ کے لئے یہ کال جہان حیرت بن گئی تھی۔ بالآخر اس کی لرزتی ہوئی آواز سنائی دی۔ ''تو......تو کیا......؟''

''ہاں، ڈاکٹر انور جلیل میرا بیٹا ہے۔ قابل فخر بیٹا۔ سنو زہرہ، تمہاری محبت تو بے غرض، بے طلب تھی۔ کوئی بوجھ نہ تھا۔ کچھ کمزور لمحے ہماری زندگی میں آئے لیکن اللہ بڑا غفور الرحیم ہے۔ تم میرے بیٹے کو میرے بارے میں کچھ نہ بتانا۔ بس اس سے محبت کرتی رہنا۔ یہ سوچ کر کہ وہ مجھے پہنچ رہی ہے اور ہاں، یہاں واپس کبھی نہ آنا۔'' وہ کہتے کہتے رکا۔ ''میں تم سے بہت شرمندہ ہوں زہرہ......''

''پلیز......ایسے نہ کہیں۔ آپ نہیں جانتے کہ میرے دل میں آپ کا کیا مقام ہے؟''

''تم میرا حکم مانو گی نا؟''

''اور کچھ کر بھی نہیں سکتی۔''

''اچھا زہرہ، خدا حافظ۔ میری دعائیں ہمیشہ تم دونوں کے ساتھ رہیں گی۔'' آذر نے ریسیور رکھ دیا۔ اس نے طمانیت کی گہری سانس لی۔ ایک اور سخت دشوار مرحلہ سر ہو گیا تھا۔

چند لمحے بعد اس نے ریسیور اٹھا کر ریاض تبسم کا نمبر ملایا۔ فون ریاض نے ہی ریسیو کیا۔ ''مبارک ہو۔'' آذر نے کہا۔ ''امریکہ جا رہے ہو نا پلٹزر پرائز وصول کرنے۔ بہت بہت مبارک ہو۔''

''اصل مبارکباد پر آپ کا حق ہے سر! ویسے تین دن بعد میری روانگی ہوگی۔''

''مجھ سے ملنے آ سکتے ہو، ایک ضروری کام ہے تم سے۔''

''سر کے بل آؤں گا سر، بلکہ آ رہا ہوں۔''

آدھے گھنٹے بعد ریاض اس کے گھر پہنچا تو وہ تین چار جیولری باکس سامنے رکھے بیٹھا تھا۔ ریاض کے آتے ہی سلطانہ نے کافی لا کر رکھ دی۔ آذر نے اسے پہلے ہی کافی بنانے کا حکم دے دیا تھا۔ ''ریاض، مجھے یہ کچھ زیورات نیویارک بھجوانے ہیں...... اپنی بہو کے لئے۔ بیٹے کے نام ایک خط بھی ہے۔ یہ پتا ہے۔''

''میں پہنچا دوں گا سر!''

''میرے بیٹے نے ابھی شادی نہیں کی ہے ریاض۔ میں چاہتا ہوں کہ شادی کے موقع پر میری بہو یہ زیورات پہنے۔'' آذر نے چند لمحے توقف کیا۔

''ریاض میری ہونے والی بہو سے تم خوب واقف ہو۔''

ریاض نے حیرت سے اسے دیکھا لیکن کہا کچھ نہیں۔

''اس کا نام زہرہ ہے لیکن تم اسے اداکارہ نیا کی حیثیت سے جانتے ہو۔''

ریاض نے بہت کوشش کر کے اپنا چہرہ بے تاثر کیا۔ ''نام سنا ہے سر۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔ ''لیکن جانتا نہیں ہوں۔''

''وہ نہ جانے تم سے خوفزدہ کیوں رہتی ہے۔''

''اب نہیں رہے گی سر، آپ بے فکر ہو جائیں۔ اب اجازت سر؟'' ریاض اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے وہ باکس اٹھا لئے۔

''ریاض بیٹے، میں نے تمہیں اپنی زندگی کی سب سے بڑی خوشی کا امین بنایا ہے۔'' آذر نے پہلی بار اسے بیٹا کہہ کر پکارا۔

ریاض نے اسے تشکر آمیز نظروں سے دیکھا۔ ''ایک جملے میں آپ نے مجھے کتنے اعزاز عطا کر دیئے سر، آپ کی خوشیاں میرے لئے بہت محترم ہیں۔''

آذر اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔

☆......☆......☆

اس رات تنہائی میں آذر کی اندر سجا تھی۔ لیکن وہ اس سے جان چھڑا کر خواب گاہ سے نکل آیا۔ کچھ سوچ کر وہ اسٹڈی کی طرف چلا گیا۔ وہاں اس نے کیبنٹ کھول کر پرانے...... بہت پرانے اسکیچ اور تصویریں نکالیں اور انہیں باہر لے آیا۔ پھر وہ گودام میں گیا اور زہرہ کی وہ تمام تصویریں لے

آیا، جنہیں اس کی آخری نمائش کی زینت ہونا تھا۔

وہ سب چیزیں لے کر وہ اسٹوڈیو میں بیٹھ گیا۔ اس نے اپنی زندگی کے پہلے اسکیچ کو بہت محبت سے دیکھا۔ اس کی نگاہوں میں فلم سی چل گئی۔ اس نے دوسرے اسکیچ دیکھے لیکن اپنی پہلی روغنی تصویر سے اس نے منہ پھیر لیا۔ وہ زہرہ کی NUDE تھی۔ ''یہ میری بہو زہرہ کی نہیں، لیکن کون مانے گا۔'' اس نے افسردہ لہجے میں خود کلامی کی۔ ''میرا کیا ہے، چراغ سحری ہوں۔ کسی بھی لمحے بلاوا آ جائے گا اور بعد میرے مرنے کے یہ کچھ تصاویر بتاں رسوائی کا سامان بن جائیں گی۔ یہ نہیں ہونا چاہئے۔ یہ میں نہیں ہونے دوں گا۔'' اس نے لائٹر نکال کر NUDE تصویر کے نیچے لو رکھ دی۔ پھر اسکیچ بھی اس جلتی ہوئی تصویر پر ڈال دیئے۔ اچانک اسے احساس ہوا کہ نیچے ہی رنگوں کے اور تارپین کے ڈبے پڑے ہیں۔ یہ خطرناک تھا۔ اس نے ڈبے سمیٹنے کے لئے جھکنا چاہا لیکن اسی لمحے دل کو جیسے کسی تلوار نے کاٹ ڈالا۔ اس نے جلتے ہوئے اسکیچ کو ڈبوں کی طرف اڑتے دیکھا۔ درد کی دوسری لہر نے اسے احساس دلایا کہ بلاوا آ چکا ہے۔ ''تیرا شکر ہے میرے رب۔ تو نے مجھے بہت نوازا...... آخری دم تک۔ تیرا شکر ہے معبود۔'' اس کی زباں پر کلمہ رواں ہو گیا۔ اچانک اسے احساس ہوا کہ ایک کام رہ گیا۔ وہ زہرہ کی تازہ ترین تصاویر کو نذر آتش نہیں کر سکا۔ ان آخری لمحوں میں بھی یہ پچھتاوا فکر بن کر اس کے دل میں چبھا مگر اسی وقت اس کی بجھتی ہوئی آنکھوں نے دیکھا کہ جل کر اڑتا ہوا اسکیچ رنگ اور تارپین کے ڈبوں پر جا گرا ہے۔ وہ طمانیت سے مسکرایا۔ یہ سب ٹھیک ہے۔ اب یہ اسٹوڈیو بھی جل کر خاک ہو جائے گا۔ کچھ بھی نہیں بچے گا۔ بس میری لاش ارتھی بن جائے گی۔ بہر حال سودا مہنگا نہیں۔

اسی وقت زوردار دھماکا ہوا۔ رنگوں کے ڈبے اڑ کر ادھر ادھر گرے۔ ان سے شعلے برس رہے تھے اور اسی وقت آذر کے دل میں درد کی تیسری لہر اٹھی اور کچھ بھی نہیں بچا۔

محمد حسین ہانپتا کانپتا دروازہ کھول کر اسٹوڈیو میں داخل ہوا تو آگ پھیل رہی تھی۔ اس کا صاحب کرسی پر بے فکری سے بیٹھا تماشا دیکھ رہا تھا۔ اس کا سر کرسی کی پشت گاہ سے ٹکا ہوا تھا۔

محمد حسین نے آوازیں دیں۔ جواب نہ ملا تو وہ اسے کندھے پر ڈال کر باہر بھاگا۔ اس نے سوچا، اور کچھ نہ ہو، میں اپنے صاحب کو تو بچا ہی سکتا ہوں۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ اس کا صاحب ہر دکھ، ہر نقصان سے ہمیشہ کے لئے بے نیاز ہو چکا ہے۔

پردہ رکھنے والے رب نے اپنے بندے کا پردہ رکھ لیا۔ ساتھ ہی اس کلمہ گو کو چتا بن کر جلنے سے بچا لیا۔ اس کے کھیل ہی نیارے ہیں۔

☆......☆......☆

''آپ کے والد بہت عظیم انسان تھے ڈاکٹر انور!'' ریاض تبسم نے سوگوار بیٹے سے کہا۔ اس کے متحرک حلق کو دیکھ کر اس کی اذیت کا اندازہ ہو رہا تھا۔ وہ آنسو پینے کی کوشش کر رہا تھا۔

''موت سے چند گھنٹے قبل انہوں نے مجھے بلا کر کچھ امانتیں میرے سپرد کی تھیں۔'' ریاض نے مزید کہا۔ ''وہ آپ کے لئے تھیں۔ میں اپنے ساتھ لایا ہوں۔'' اس نے اپنا بیگ کھول کر وہ باکس نکالے اور میز پر رکھ دیئے۔ پھر اس نے بیگ کی جیب سے رقعہ نکالا۔ ''انہیں معلوم تھا کہ آپ شادی کرنے والے ہیں۔ انہوں نے یہ زیورات اپنی بہو کے لئے اس خواہش کے ساتھ بھیجے ہیں کہ وہ انہیں شادی کے موقع پر پہنیں اور یہ رقعہ ہے آپ کے لئے۔'' اس نے رقعہ انور کو دیا۔

انور نے رقعہ لے کر بے تابی سے کھولا اور پڑھنے لگا......

عزیز از جان بیٹے۔ بے شمار دعائیں۔ تم تو جا کر کھو گئے۔ خود کو چھپا لیا۔ میں تمہاری طرف سے بے خبر رہا لیکن پھر اللہ نے مجھے بے خبر نہیں رہنے دیا۔ سچ کہہ رہا ہوں، مجھے تم پر فخر ہے۔ میں مطمئن ہوں کہ تم کمزور نہیں، مضبوط ہو۔ بیوی کے انتخاب میں بھی تم نے اس مضبوطی کا ثبوت دیا ہے۔ میں تمہارے انتخاب سے بہت خوش ہوں۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔ تمہاری طرف سے بے فکر ہو گیا ہوں بیٹے، اپنی بیوی کو ہر دکھ سے بچانے کی کوشش کرنا۔ اسے محبت اور خوشیاں بے حساب دینا۔ افسوس کہ ایک ناگزیر مصروفیت کی وجہ سے تمہارے پاس نہیں آسکوں گا۔ تمہاری شادی میں شریک نہیں ہو سکوں گا۔ بہو کے لئے کچھ تحفے بھیج رہا ہوں۔ اتنے قیمتی تو نہیں لیکن میری محبت سے آراستہ ہیں۔ بہو سے کہنا، قبول کر لے۔ بہو کو میری طرف سے پیار کہنا۔ اپنا اور اس کا خیال رکھنا۔ فقط تمہارا پاپا۔

انور کے ہونٹ لرز رہے تھے۔ اس کے لئے خود پر قابو پانا دشوار تر ہوتا جا رہا تھا۔ اس نے رقعہ پاس بیٹھی زہرہ کی طرف بڑھا دیا۔

زہرہ رقعہ پڑھ رہی تھی۔ ریاض اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ زہرہ کے چہرے پر زردی کھنڈی ہوئی تھی اور ہونٹ رہ رہ کر لرز رہے تھے۔

''میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں ریاض بھائی!'' انور نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

''اس تکلف سے کام نہ لیں۔ میں آذر صاحب کا بندہ بے دام ہوں...... ادنیٰ خام اور آپ کا بھی۔'' ریاض نے خلوص سے کہا۔

اسی لمحے انور کا ضبط جواب دے گیا۔ وہ تیزی سے اٹھا۔ ''ایکسکیوزمی ریاض بھائی، میں ابھی آتا ہوں۔ آپ جائیے گا نہیں۔'' یہ کہہ کر وہ باتھ روم کی طرف لپکا۔

ریاض مسکرایا۔ آخری ملاقات میں باپ نے اسے بیٹا کہا اور اب بیٹا اسے بھائی کہہ رہا تھا۔ وہ زہرہ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس کا عجیب حال تھا۔ رقعہ

اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا اور اسے دیکھ کر لگ رہا تھا کہ کسی بھی لمحے بے ہوش ہو جائے گی۔

''کیا بات ہے؟'' ریاض نے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

''میں......تو رو بھی نہیں سکتی۔'' زہرہ کے لئے بولنا بھی دوبھر ہو رہا تھا۔

''کیوں نہیں روسکتیں؟'' کون روکے گا تمہیں؟''

''تم......!''

اس تم میں بہت کچھ تھا۔ فریاد، شکایت، التجا اور جانے کیا کیا۔ ریاض لرز کر رہ گیا۔ ''زہرہ بیگم، تم......تم مجھ سے ڈرتی ہو۔ اور ڈرتی ہو تو میری توہین کرتی ہو۔ مجھے دنیا کا پست ترین آدمی بنا دیتی ہوں۔ ایسا نہ کرو۔'' اس کا لہجہ التجائیہ ہو گیا، پھر لہجے میں شکایت در آئی۔ ''تم نے مجھے ہمیشہ غلط سمجھا۔ مجھے سمجھنے والا تو چلا گیا لیکن وہ تمہارے لئے ایک پیغام دے کر گیا ہے۔ سوچو کہ اس جانے والے نے مجھے ہی پیغام بر کیوں بنایا۔ تم تو اس کی دانش کو بھی نہیں سمجھ سکیں زہرہ بیگم۔ بس اب مجھ سے کبھی نہ ڈرنا۔ تم میری بہن بھی ہو اور بھابی بھی۔''

زہرہ نے نظریں اٹھا کر اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ اس کی اپنی آنکھوں میں دکھ، شک اور اعتماد گھل مل رہا تھا۔ وہ چند لمحے ریاض کی آنکھوں میں دیکھتی رہی، پھر شک غائب ہو گیا۔ اس نے بڑے اعتماد سے ریاض کو دیکھا اور آہستہ سے کہا۔ ''شکریہ ریاض بھائی!''

پھر اس کی آنکھوں میں دکھ کی گھٹا ایسی امنڈی کہ اس کے سوا کچھ اور رہا ہی نہیں۔

انور باتھ روم سے نکلا تو سٹنگ روم میں برسات شروع ہو چکی تھی۔

ختم شد